بشرف ملاحظۂ عالیجناب معلی القاب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ

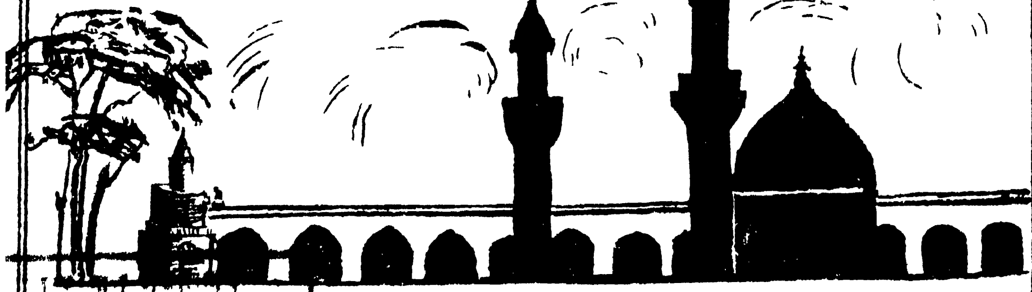
پیش کش

حقیر "مولف"

تذکرۂ ذاکرین

تیسرا سوسالہ یادگار حسینیؑ

۱۳۶۱ھ



تذکرۂ ذاکرین

یعنی

(حیدرآباد دکن کے مرثیہ خوانوں کا مکمل تذکرہ)

(مؤلفہ)

محمد علی خاں ابن مولوی یاور خاں صاحب ذاکر و سرگروہ مرثیہ خوانان

باہتمام

عباس علیخاں ابن مولوی یاور خاں صاحب ذاکر و سرگروہ مرثیہ خوانان

مطبوعہ

مشیر عالم پریس اندرون دروازہ چادرگھاٹ حیدرآباد دکن

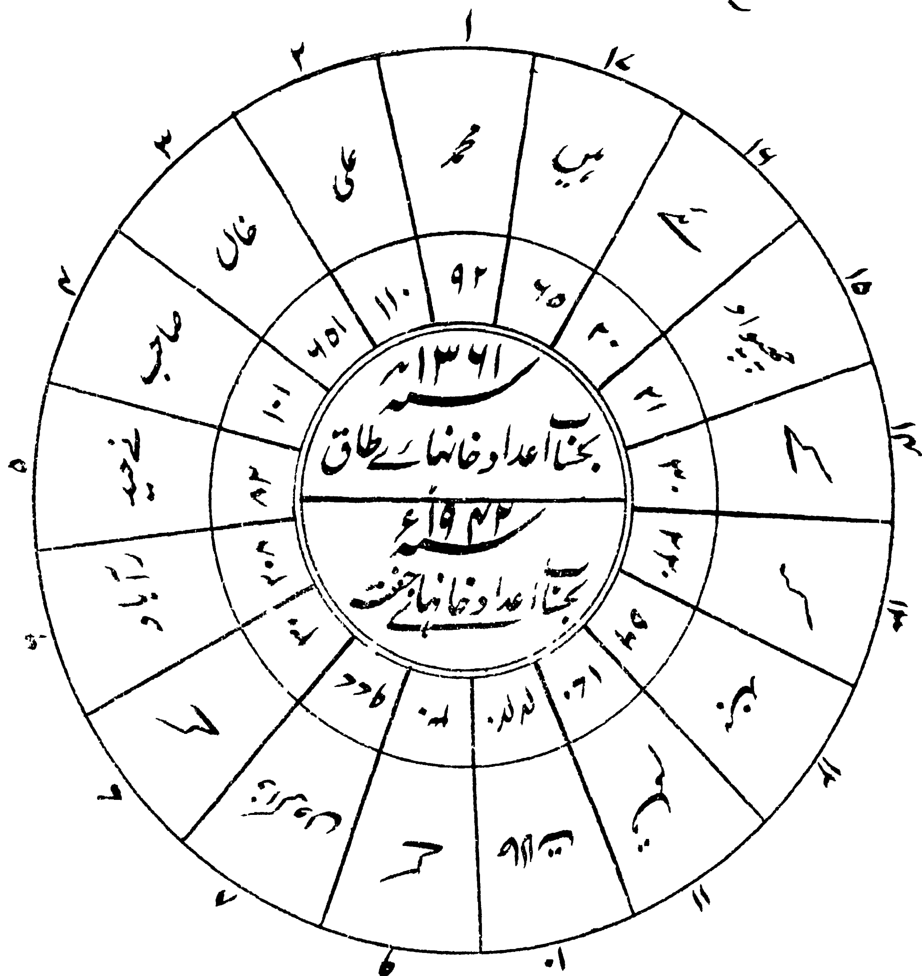
تعداد طبع (۵۰۰) قیمت (۱۲ عہ)

فہرست مندرجات

تاریخ طبع کتاب تذکرہ ذاکرین

مؤلفہ محمد علی خاں صاحب فرزند جناب یاور خاں صاحب سوزخوان

تصحیح صنعت
خانہائے ۱ و ۳ و ۵ و ۷ و ۹ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ کے اعداد کی جمع سے ۱۳۶۱ھ برآمد ہوتا ہے
خانہائے ۲ و ۴ و ۶ و ۸ و ۱۰ و ۱۲ و ۱۴ و ۱۶ کے اعداد کی جمع سے سنہ ۱۹۴۲ء صحیح حاصل ہوتا ہے



مستخرجہ جناب مولوی سید علی نواز صاحب تصور امانت خانی ابن حضرت خیال مرحوم و مغفور

اِنتساب

کربلا کے اس پیاسے شہیدِ اعظمؑ کی زندہ جاوید یاد
کے ساتھ اس ناچیز تالیف کو معنون کرنے کا شرف حاصل
کیا جاتا ہے جس کا ۶۱ھ ہجری میں دیا ہوا پیامِ حریت وصداقت
آج تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی دہرایا جارہا ہے۔ اور
جس کے مصائب پر رونے اور رلانے کے لئے مرثیہ
اور مرثیہ خوانی کی ابتدا ہوئی



سلطان العلوم حضرت آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



تعارف

از

عمدۃ الذاکرین مولانا مولوی رضا حسین صاحب رشید ترابی مدظلہ

انسانیت کا ارتقاء عقلائے زمانہ کے پاس مسلم ہے اور وقت کے مرکز میں ایک کامل انسا(ن)
وجود لازم

۶۱ سنہ یا ۶۸۳ھ کا وقت عقلائے زمانہ کے متناہی سلسلہ میں حدّ اوسط ہے اور عرب کی زمین تھا
کے بازو کا میدان فرات کا کنارہ وہ مرکز ہے جہاں ایک کامل ترین انسان۔ ایک دماغ مطلق عقل ا
ماضی کو حال میں پیوست کرکے مستقبل کی تعمیر میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور زمانہ کے انقلابات کے
ایک نہ بدلنے والے اصول کو معین فرما کر انسانیت کی فلاح و بہبودی کے قوانین مرتب فرمائے ج
ہیں۔ وہ نہ بدلنے والا اصول "مظلوم کا قیام مطلق" ہے۔ صداقت اور حق پسندی کے ساتھ قوانین ا
نفاذ حکمًا و اقتدارًا بھی ممکن تھا مگر ظلم سہہ کر مصائب کو برداشت فرما کر اعلائے کلمۂ حق اور بنا۔
لا الٰہ ایک عقل اعلیٰ کا ہی کام ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ درد دل کے ساتھ ہے۔ اور مظلوم کا درد او
فریاد زمانہ کی قید سے آزاد ہے۔ جب تک انسان رہے گا مظلوم کی یاد کسی نہ کسی صورت باقی رہے گی
مظلوم کی یاد سے مظلوم کا عمل اثرات مترتب کرے گا۔ اور آنے والے انسان اس طرح مظلوم کے مق
قریب تر ہو جائیں گے۔ یہی مظلوم کی یاد تھی جس نے بین پیدا کئے اور دنیا کی ہر زبان میں یہ بین ک
اور اصول شعر میں جب یہ بین متوازن ہونے لگے تو مرثیہ نگاری کا کمال ظہور میں آیا۔ پھر اسی طرح مرثیہ
عام ہوئی۔ اب اس کے آگے حیدرآباد دکن کی حد تک مرثیہ خوانی کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ اس

سے پڑھئے۔ ماضی مستقبل سے مسلسل ہے۔ خطیب ممبر سلونی اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں کہ بیٹا حسنؑ دل کو زندہ کرنا ہے تو

وَاعْرِضْ عَلَيْهِ اَخْبَارَ الْمَاضِيْنَ

گذشتگان کے واقعات دل پر عرض کر۔ "حکم محکم" حیاتِ دل کا ایک نسخہ عبرت کیلئے ایک درس ہے۔ عمل کیلئے ایک لائحہ ہے۔ اور عقل کا مسلّمہ۔ اس کتاب کو پڑھئے۔ اور مظلوم کی یاد میں مظلومؑ کا مرثیہ پڑھنے والوں کو یاد کرکے اور اضافہ فرمائیے۔ اور ۱۳۶۱ھ کی اس یادگار میں اپنے لئے ایک عمل کا پہلو ڈھونڈیئے۔ تفحص و تلاش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ مولف نے بھی ایک تلاش کی ہے وہ داد کے قابل ہیں۔ عیب جوئی نہ کیجئے۔ اگر ہو سکے تو خود بھی کوئی تحقیقی مقالہ لکھ ڈالئے۔ عقیدہ سے بحث غیر ضروری ہے۔ تاریخ عقیدہ سے گو متعلق ہے مگر واقعہ نگاری کو عقیدہ سے متعلق کرنا مولف سے حسنِ ظن نہ رکھنا ہے۔ اس سے آگے اللہ کا نام اور درود و سلام محمدؐ اور اس کی آل پر۔

رشید ترابی

۲۴ ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ



محمد علی خان ابن مولوی یاور خانصاحب
مؤلف کتاب ھذا

عرضِ حال

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کے سالانہ دنگل کوہ شریف پر مولوی میر عباس علی صاحب نائب متولیہ کوہ شریف و مہتمم کتب خانہ عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ نے حقیر کو یہ مشورہ دیا کہ حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں کا ایک تذکرہ لکھا جائے۔ رائے بہت مناسب تھی اسی لئے حقیر نے اسی وقت سے کام شروع کر دیا۔ کتب تواریخ و سیر مثلاً تاریخ اعلیٰ سوانح سلطان محمد قلی قطب شاہ مولفہ ڈاکٹر زور صاحب گلزار آصفیہ۔ تزک محبوبیہ تاریخ رشید الدین خانی۔ سوانح ارسطو جاہ بہادر مولفہ عبد المجید صدیقی صاحب۔ سوانح شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر (قلمی) اور مختلف قلمی نسخوں اور معتبر ماخذوں سے چیدہ چیدہ اقتباسات و حالات جمع کر کے "تذکرہ ذاکرین" کے نام سے ہدیۂ ناظرین کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اپنی بساط کے موافق کوشش کی ہے کہ کوئی مرثیہ خوان یا ذاکر چھوٹنے نہ پائے لیکن اعتراف ہے کہ حق تالیف پوری طرح ادا نہ کر سکا جن مرحومین مرثیہ خوانوں کے ورثاء اس وقت موجود ہیں ان میں سے بعض نے اپنے خاندانی حالات باوجود اصرار کے نہیں دیئے۔ مولف کو اس کی جستجو میں علیحدہ وقت صرف کرنا پڑا اور جس طرح ہو سکا ان کے حالات درج کر دیئے۔

اس کتاب میں نہ صرف ان مرثیہ خوانوں کا ذکر ہے جن کا پیشہ ہی مرثیہ خوانی رہا بلکہ ان کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے جنہوں نے محض اپنے شوق سے اس فن کو حاصل کیا تھا اور بہ نظر عقیدت مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ زیادہ تر حیدرآباد ہی کے مرثیہ خوانوں کا ذکر ہے جو باہر سے حیدرآباد آئے اور یہیں رہ پڑے۔ ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ آخر میں ان سوز خوانوں کا بھی ذکر ہے جو صرف ایام عزا میں بیرون حیدرآباد سے ہر سال آیا کرتے تھے۔ بہر حال کوشش کی گئی ہے کہ مرثیہ خوانوں سے متعلق جس قدر مواد مل سکے اوس کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض حضرات کا ذکر نہ آسکا ہو جس کے لئے مولف اپنی مجبوری کا اظہار

کرتے ہوئے معذرت خواہ ہے۔

اس کتاب میں جو تصاویر شامل کی گئی ہیں ان کے حاصل کرنے میں بڑی کدو کاوش کرنی پڑی۔ ایک ایک تصویر کیلئے متعدد مرتبہ یاددہانی کرنا اور بار بار دوڑ دھوپ کرنا پڑا۔ باوجود اس کے قدیم مرثیہ خوانوں کے صرف چھ تصاویر مل سکے۔ بعض حضرات نے اپنے پاس رکھتے ہوئے بھی دینے سے انکار فرمایا۔ جس کا بیحد افسوس ہے۔ حال کے مرثیہ خوانوں میں بھی بعض کے تصاویر فراہم نہ ہوسکے۔ ان کے ورثا کی شاید کوئی مصلحت ہو جو رکھتے ہوئے بھی نہ دینا چاہا۔

اس کتاب کو تعارف و تمہید وغیرہ کے علاوہ آٹھ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔

چند ضروری اصطلاحات کی تشریح

سوزخوانی

گانے کا فن اور سوزخوانی کا فن بالکل علیحدہ علیحدہ ہے۔ بعض دونو کو ایک جانتے ہیں۔ بعض سوزخوانی کو گانے سے کم سمجھتے ہیں۔ جو ماہر فن ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔ میر علی صاحب سوزخوان لکھنوی پہلے آدمی تھے جنھوں نے سوزخوانی کو گانے سے بالکل علیحدہ کردیا۔ ان کے سوز سن کر گوئیے اپنے کان پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑے صاحب کمال استاد تھے جن کے سوزوں میں سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں یعنے گانے سے بالکل الگ لیکن تمام چیزوں کا مجموعہ۔ ہر سوز بالکل علیحدہ مگر جس دھن کا لطف چاہو اس میں موجود ہے۔

مرثیت یہ بہت مشکل چیز ہے جو گانیوالوں کو مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ سوزخوانی یا مرثیہ خوانی تو ہر شخص کرسکتا ہے لیکن مرثیہ یا سوز میں مرثیت کا ہونا گویا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے جس کو صرف ماہر فن مرثیہ خوان ہی خوب جانتا ہے۔ حیدرآباد دکن کی مرثیہ خوانی کا طرز تمام بلاد ہندوستان سے بالکل علیحدہ ہے۔ یہاں کے استادوں نے بڑی محنت و مشقت سے مرثیہ کا طرز نئے رنگ پر قائم

کیا جس کو بعد کے آنیوالوں نے اور ترقی دیکر موجودہ طریقہ پر پہنچایا ہے۔ حضرات علماء کو یہاں کی مرثیہ خوانی سماعت فرمانے میں کوئی عذر نہیں ہوتا۔ اس کا تفصیلی واقعہ واحد خاں صاحب و حسن صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں ملاحظہ ہو۔

جماعت ایک مرثیہ خوان اور اسکے جواب(حضرات (بازوداران) کو ایک جماعت کہتے ہیں۔ ہر جماعت میں کم از کم دو بازو داروں کا ہونا لازمی ہے۔ سابق میں بازو داروں کو مرثیہ خوان کے آدھے معلومات حاصل ہوتی تھے علاوہ ساتھ پڑھنے کے بازو دار علیحدہ بھی ایک دو سوز اور سلام وغیرہ اچھی طرح پڑھ لینا تھا۔ اور کوئی بازو دار بغیر اجازت مرثیہ خوان کسی مجلس یا دنگل میں مرثیہ خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے بھی خاص شرائط مقرر تھے

مجلس ۔ جس محفل میں پانچ سے نو جماعت تک مرثیہ خوان پڑھیں اس کو مجلس کہتے تھے۔

دنگل ۔ جس میں دس جماعت سے زیادہ مرثیہ خوان ذاکری کریں وہ دنگل ہوتا تھا۔ بعض دنگل صبح سے شام تک ہوتے تھے اور بعض شام سے صبح تک۔ ایک دن میں آٹھ دس مقامات پر دنگل ہوتے تھے اور حیدرآباد کے تقریباً تمام مرثیہ خوان پڑھتے تھے۔ دنگلوں کے تفصیلی حالات سید غلام اصغر صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے حالات میں درج ہیں ملاحظہ ہوں۔

آخر میں مولف اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اقرار کرتے ہوئے اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر نواب میر سعادت علی خاں بہادر یم۔ اے کی دستگیری اور رہنمائی نہ ہوتی تو یہ کتاب اس خوبی کے ساتھ منظر عام پر نہ آسکتی تھی۔ نواب صاحب موصوف نے علاوہ قیمتی ہدایات دینے کے کتاب کی کتابت، طباعت، ترتیب و تہذیب میں اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر نگرانی فرمائی۔ نہ صرف مولف بلکہ گروہ مرثیہ خوانان نواب صاحب معز کی ممنون و مشکور رہے ہے۔ خدا و رسولؐ و آئمہ طاہرین علیہم السّلام نواب صاحب موصوف کو دین و دنیا میں جزائے خیر عنایت فرمائیں۔

مولف جناب مولوی رضا حسین خاں صاحب رشید ترابی کی خدمت میں بھی ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے کہ جناب والا نے باوجود اپنی انتہائی مصروفیت کے ناچیز کی خواہش پر "تعارف" کے چند صفحے تحریر فرمائے جو کتاب کی اہمیت میں اضافہ کا باعث ہیں۔

اس کتاب کو شائع کرنے کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی کوششیں زندہ رہیں اور ہماری آئندہ نسلیں ان تذکروں سے ترقی کا سبق حاصل کریں ۔ بخوف طوالت کتاب کی عبارت میں القاب و آداب عمداً حذف کردئیے گئے ہیں ذاکرین معاف فرمائیں ۔

ناظرین سے التماس ہے کہ کتاب کے ملاحظہ سے قبل اگر ممکن ہو سکے تو ذاکرین مرحومین مندرجۂ کتاب ہذا کی ارواح کو ایک سورۂ فاتحہ سے سرفراز فرماکر داخل حسنات ہوں ۔ عجیب اتفاق ہے کہ مولوی یاور خاں صاحب ذاکر نے گروہ مرثیہ خوانان میں جہاں اور بہت سے امور کی اصلاح و ترقی کی کوشش فرمائی وہاں یہ تذکرہ بھی انہی کے عہد سرگروہی کا ایک خاص کارنامہ کہا جائیگا ۔

اس سے زیادہ خوش نصیبی کا باعث یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ تذکرہ ایسے زمانہ میں شائع کیا جارہا ہے جبکہ ہندوستان کے طول و عرض میں واقعہ کربلا کی تیرہ سو سالہ یادگار منائی جارہی ہے ۔ اسی لئے یہ تذکرہ اسی مقدس ہستی کی یاد کے ساتھ معنون کیا گیا جس کے مرثیہ خوانوں کے ذکر کا وہ حامل ہے ۔

ناچیز

محمد علی خاں

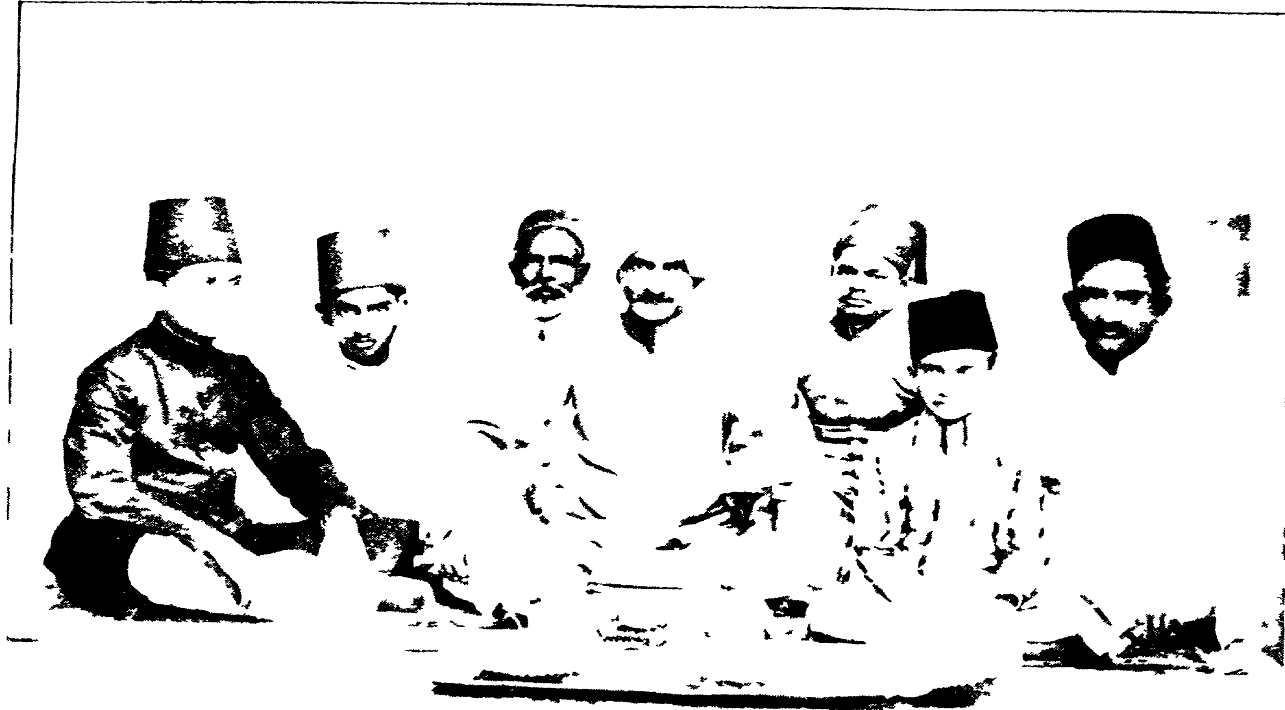
ابن

مولوی یاور خاں صاحب ذاکر و سرگروہ

مرثیہ خوانان حیدرآباد دکن

قریب الاوہ بی بی

۲۷ ذالحجہ ۱۳۶۰ھ



حیدرآباد دکن میں مرثیہ خوان کی جماعت کی نشست کا طریقہ

تمہید

گریہ و بکا کی فضیلت اور مرثیہ خوانی کا شرف

تاریخ لکھنے میں تحریر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی نبی یا رسول ایسا مبعوث نہیں ہوا جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب سُن کر گریہ و بکا نہ کیا ہو جس دن حضرت سید الشہدا پیدا ہوئے وہ دن روز شہادت سے کم نہیں تھا۔ اِدھر حضرت کی ولادت ہوئی اُدھر جبرئیل امین تہنیت کے ساتھ تعزیت کی خبر لائے۔ واقعہ شہادت سُن کر رسول خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا نے بہت گریہ و بکا فرمایا۔ گویا یہ پہلی مجلس تھی جس میں جبرئیل امین ذاکر تھے اور رسول خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ رونے والے تھے دوسری روایت میں تحریر ہے کہ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے دوستوں سے یوں ارشاد فرماتی ہیں طوبیٰ لکم یا احبائی ہ اے میرے دوستو تم میرے ایسے غریب فرزند کو روتے ہو جس کا کوئی رونے والا نہیں تھا تمہارا حق مجھ پر ہے میں تمہاری فردائے قیامت شفاعت کروں گی۔

تیسری روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام یوں ارشاد فرماتے ہیں من بکیٰ علی الحسین او ابکیٰ او تباکیٰ وجبت لہ الجنۃ ہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کے غم میں روئے یا رولائے یا رونے والوں کی شکل بنائے اوس پر جنت واجب ہوتی ہے۔

ابو عمارہ رحمۃ اللہ بہت سی معتبر سندوں کے حوالے سے ابو عمارہ منشد یعنے مرثیہ خوان سے روایت کی گئی ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو حضرت نے مجھے حکم دیا کہ میرے جد مظلوم

امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کے چند شعر پڑھو جوں ہی میں نے شعر پڑھنا شروع کئے حضرت رونے لگے میں مرثیہ پڑھتا تھا اور حضرت زار زار روتے جاتے تھے یہاں تک کہ صدائے گریہ حضرت کے گھر سے بلند ہوئی اور دوسری روایت کی بنا پر یوں مذکور ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم اپنی مجلسوں میں مرثیہ پڑھتے ہو اور روتے ہو اسی طرح پڑھو ابو عمارہؒ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسی طرح پڑھنا شروع کیا تو حضرت بید روئے پردیسے حضرت کے الحرم کے رونے کی آواز بلند ہوئی جب میں مرثیہ پڑھ چکا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کا کوئی شعر پڑھے اور کسی کو رولائے تو اوس پر بہشت واجب ہوتی ہے۔

جعفر بن عفانؒ۔ شیخ کشی رحمۃ اللہ علیہ نے زید شحام سے ۔روایت کی ہے کہ میں کوفہ کے کچھ لوگوں کو ہمراہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں جعفر بن عفانؒ خدمتِ امام میں حاضر ہوئے تو حضرت نے اون کی تعظیم کی اور اپنے پاس انھیں بٹھلایا اور فرمایا اے جعفرؒ۔ جعفر نے عرض کی لبیک خدا مجھے آپ پر فدا کرے فرمائے کیا ارشاد ہے حضرت نے فرمایا۔ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَقُوْلُ الشِّعْرَ فِي الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ تُجِيْدُ یعنے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میرے جدِ مظلوم امام حسینؑ کا مرثیہ کہتے ہو اور خوب کہتے ہو جعفر نے عرض کی فدا ہو جاؤں میں آپ پر جی ہاں میں شعر کہتا ہوں تو فرمایا اچھا مرثیہ کے کچھ شعر پڑھ کر سناؤ جعفر نے جب مرثیہ پڑھا تو تمام حاضرین رونے لگے اور امام علیہ السلام اس قدر روئے کہ محاسن شریف آنسو سے تر ہو گئی۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم ملائکہ مقربین یہاں حاضر ہوئے اور حسینؑ کا مرثیہ تجھ سے سنا اور جس قدر ہم روے اس سے زیادہ ملائکہ نے گریہ کیا اور بہ تحقیق کہ خداوند عالم نے اسی وقت بہشت کو اُس کی تمام نعمتوں کے ساتھ تجھ پر واجب کر دیا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا۔

کمیتؒ۔ عبقات الانوار میں فردوس مآب مولانا السید حامد حسین صاحب نیشاپوری اللکھنوی طاب ثراہ نے کتاب معاہد التنصیص سے یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن سہل جو کمیت کے مصاحب تھے وہ کہتے ہیں کہ میں اور کمیت ایک مرتبہ ایام تشریق میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گئے کمیت نے عرض کی کہ فدا ہو جاوں میں آپ پر سے اے میرے سید و آقا اجازت ہے کہ میں آپ کے حضور میں چند شعر عرض کروں فرمایا کہ یہ بہت محترم اور عظیم دن ہیں مطلب یہ تھا کہ ان دنوں میں شعر نہیں پڑھنا چاہیے کمیت نے عرض کی کہ یہ اشعار میں نے آپ ہی کے جد کے بارے میں عرض کئے ہیں یہ سن کر حضرت نے اپنے اہلبیت کو پردہ کے پاس بلایا کہ وہ بھی

شعر سنیں پس کمیت نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں اشعار پڑھنا شروع کئے تمام حاضرین پر گریہ طاری ہوا یہاں تک کہ ایک شعر پر حضرت نے دونوں ہاتھ اوٹھا کر کمیت کے لئے یوں دعا کرنا شروع کی۔ اللّٰھمّ اغفر للکمیت ما قدّم وما اخّر وما اسرّ وما اعلن واعطہ حتّی یرضی یعنے خداوندا کمیت کے گناہان گزشتہ اور آئیندہ اور جو چھپ کے گناہ کئے ہیں اور ظاہر بظاہر کئے ہیں ان سب کو بخش دے اور کمیت کو اتنی نعمتیں عطا کر کہ وہ راضی ہو جائے۔

سید حمیری۔ ابوالفرج نے کتاب آغانی میں علی بن اسمٰعیل تمیمی سے روایت کی ہے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی اوس نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں دربان نے آکر عرض کی کہ سید حمیری حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں حضرت نے اجازت دی اور ایک پردہ ڈلوا کر اپنے اہلبیت کو بھی پردہ میں بلوا کر بٹھایا اور فرمایا کہ سید حمیری کا مرثیہ جو انھوں نے مصیبت میں میرے جد مظلوم کے کہا ہے سنو، سید حمیری نے خدمت امام میں حاضر ہو کر سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے حضرت نے حکم دیا کہ مرثیہ پڑھو چنانچہ سید نے اپنے اشعار پڑھنا شروع کئے راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے آنسو جاری ہوئے اور اہل حرم کے رونے کی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت نے سید حمیری سے ارشاد فرمایا کہ بس کرو۔

یہ عجیب و غریب واقعہ سید اجل عالم کامل سید نصر اللہ حائری کے دیوان میں ہے کہ ان بزرگوار سے ایک معتمد اور ثقہ شخص نے بیان کیا کہ اہل بحرین سے کسی نیک عبادت گزار شخص نے خواب میں حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو دیکھا کہ عورتوں کے ایک گروہ میں بیٹھی ہوئی وہ معصومہ اپنے مظلوم فرزند امام حسین علیہ السلام پر رو رہی ہیں اور یہ شعر پڑھ رہی ہیں ؎

وَاُحُسَیْنَاہُ ذَبِیْحًا مِنْ قَفَاہُ ۔۔۔ وَاُحُسَیْنَاہُ غَسِیْلًا بِالدِّمَاءِ

حسین مظلوم کا مرثیہ خود فاطمہ زہرا نے پڑھا اور پڑھتی ہیں اس سے مرثیہ خواں اور مرثیہ گو دونوں کی عظمت اور شرف واحترام کا اظہار ہوتا ہے مداحان آل رسول مرثیہ گویوں اور مرثیہ خوانوں کے پیش خدا و رسول و آئمہ علیہم السلام بڑے مراتب ہیں۔

حالاتِ عزاداری عہدِ سلاطینِ قطب شاہیہ

حیدرآباد میں مجالس اور مرثیہ خوانی کی ابتدأ

حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قائم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا اٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامہ عزا سے تبدیل کر دیتے اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہوتا کہ کہیں کوس نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے۔ شاہی اور عام باورچیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہوجاتی۔ تاڑی سیندھی بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کردی جاتیں نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے۔

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہوجاتا تھا۔ بارہ اماموں کے لنگر میں (۶۰ ہزار) مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد (بارہ ہزار) اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ

تقسیم کے لئے روانہ کئے جاتے (تاریخ ظفرہ ص۲)

عزاداری کے شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانہ کے علاوہ ۱۰۳۱ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ تعمیر کرایا جس میں (ساٹھ ہزار روپیہ) صرف ہوئے (تاریخ گلزار آصفی ص۲۵) یہ عمارت بارہ گز (یعنی ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے چودہ علم استاد کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زریفتی تھان (جن میں شاہی شعرابافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیہ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی تھیں) ان علموں کو پہنائے جاتے اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنا دی گئی تھیں ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے تھے کہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ قاعدہ یہ تھا کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی اور دوسری شب میں پہلی دوسری صف اسیطرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ بقعۂ نور بن جاتا تھا۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پُر شاخ بنائے گئے تھے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام کیا جاتا تھا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا تھا اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قدِ آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی تھیں (تاریخ گلزار آصفی ص۲۵) (حدیقۃ السلاطین ص...)

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا خوش آواز ذاکر اور خوش خوان نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے تھے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقربوں مجلسیوں امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتے اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا اس وقت مرثیہ خواں مرثیہ خوانی کرتے اور آئمہ معصومین کی مدح کی جاتی۔

چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآواز بلند فاتحہ پڑھتا جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امراء و وزراء کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا اور یہاں سندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور شکر وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی (حدیقۃ السلاطین ص۱۱۲)

اسی طرح کے واقعات سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق بھی درج ہیں کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اوس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔ اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے۔ یہ اردو زبان کے پہلے مصنف مرثیہ ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اوس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے اکرام کے غم والم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک ان میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں، وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو دادمحل کے سامنے کا عظیم الشان منظر۔ یہ ایسی چیزیں تھیں جنھوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہیہ کا ایک ناقابل فراموش منظر بنا دیا چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں

چھٹی محرم کو الاوۂ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ تھا) میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں پر چراغاں کئے جاتے اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کر کے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کر کے لے آتے اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبان ائمہ اطہار ان میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

مرثیے اور مدح پڑھتے ہوئے وادمحل کے میدان میں آتے۔ وادمحل کے نیچے دو طرف چراغ روشن رہتے اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزادار اور ذاکر وغیرہ کھڑے ہوتے۔

وادمحل کی چوتھی منزل پر سے بادشاہ بھی ملاحظہ کرتا جب ماتمیوں کے پُردانح سینے اور عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی تو وہ سیاہ پوشاں ولگگار کے لئے اپنے یہاں سے نان ریزہ کے خوان روانہ کرتا اور کوتوال تمام مجمع کو یا ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا۔ اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک تمام شہر کے جملہ محلوں کے علم اسی میدان میں آتے۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا اور شہ نشین میں کھڑا ہوتا ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے۔ اور جملہ مجلسی امیر و وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے اوس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہندو مسلمان سب کو عام اجازت دی جاتی اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روز محشر کا نمونہ نظر آتا علموں کی ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے گذرتے اس وقت ماتمیوں کا نوحہ و ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا کہ عرش اعظم تک پہنچتا اس وقت علموں تابوتوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدان کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر آنکھوں میں پھر جاتا۔ اور بے اختیار رونے لگتے۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا اور ہر علم کو ایک ابریشمی دھٹی باندھی جاتی اور خادموں کو ایک خریطہ زر دیا جاتا۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانہ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی یعنے چارکمان کے میدان میں لے آتے اس رات کو بادشاہ پھول چڑھاتے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں، مقربوں اور حجاب عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی۔ سر خیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی اور تمام مجلسی سردار اعیان واکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے اور دروازہ الاوہ سے میدان دربار (چارکمان) تک بے شمار مشعلوں چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے میدان کے ایوان کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب و غریب

شکلیں بنا کر روشنی کی جاتی تھی اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کی جاتی اور تمام میدان میں لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے۔

محل کی اوس چوڑی دیوار پر جس کے برابر علموں کو میدان میں لیجاتے بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا اور آخر کار اوس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچکر وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کے منظر کو دیکھتا۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے عورت مرد سب ہی شامل ہوتے اس وسیع میدان میں جمع ہوکر چراغاں اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہوکر ذکر و مدح پڑھتے اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اوسی کمان اور دیوار پر چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہوتے۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پابرہنہ ہوجاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر مقرب وزیر ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیہ خواں مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوان الاوہ کے قرب کی مسجد میں پہنچتا۔ وہاں واقعۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم کے حالات سنتا جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتیں ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ با آواز بلند شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا کرتا اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا پھر زیارت حضرت سید الشہدا اور روز عاشورہ کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا کہ دو سو یتیم سیدزادوں کو پیش کریں جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقات محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا اور یہی سب باتیں کم و بیش تمام خاندان قطب شاہیہ میں جاری رہیں۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ از سید محی الدین قادری زور

عہد

حضرت آصف جاہ اوّل

مغفرت مآب رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۱۱۲ تا سنہ ۱۱۶۱

فہرست

نمبر | صفحہ



عہد

حضرت آصف جاہ اول

چونکہ آپ کی سلطنت کا زمانہ زیادہ تر اورنگ آباد میں گزرا ہے اس سبب سے حیدرآباد میں جو عزائے امام حسین علیہ السلام برپا ہوتی تھی اوس کا کچھ حال مورخین نے تحریر نہیں کیا بہرحال واقعات یہ بتاتے ہیں کہ عہد قطب شاہیہ میں سلاطین قطبیہ نے عزاداری میں جو حصہ لیا تھا اوس کی مثال عالم میں ہیں باقی مسلمان تو مسلمان اہل ہنود بھی سلطنت کے اثرات سے عزائے امام اپنے پر لازم کرلئے تھے اور ہزارہا روپیہ نذر و نیاز میں صرف کرتے تھے ممکن ہے کہ وہی مراسم عزاداری تھوڑی بہت کمی کے ساتھ اورنگ زیب کے دکن فتح کرنے کے بعد بھی حضرت مغفرت مآب کے عہد تک باقی رہے ہوں۔

بہرحال ہم کو صرف یہ بتانا منظور ہے کہ خاندان آصفیہ میں تمام سلاطین محبان اہلبیت گزرے ہیں حضرت آصف جاہ اول کو تو کمال عقیدت و محبت آل رسول تھی کہ صدہا بیت مدح اہلبیت میں تصنیف فرمائے تھی کہ اپنی غزلوں میں تک اپنے عقائد کا بسبیل تذکرہ ذکر فرما دیا جس کا ہر شعر اپنا آپ نظیر ہے اور اوس پر ہمارے ظل اللہ اعلحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ سلطنتہ نے ہر منقبت و ہر غزل کے مقطع پر نہایت وضاحت و عمدگی سے باعث خیر و برکت سمجھ کر نہایت شاندار شرح فرمائی ہے جو قابل ملاحظہ ہے ہم اوس کو اختصار کے ساتھ صرف دو منقبت معہ شرح اعلحضرت بندگان عالی یہاں نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

منقبت در شان امام الاولین حضرت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ فی یوم الدین

بوسہ گاہ لب افلاک بود جائے علیؑ	اوج امید گرفت است سراپائے علیؑ
خط ابروئے خوشش نافذ فرمان باشد	می شود کار جہان راست بہ ایمائے علیؑ
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی	حل مشکل شود از ناخن زیبائے علیؑ
مہر و مہ از پے دریوزہ نگاہ پودارند	پیش روشن گر آئینہ سیمائے علیؑ

برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است
چهره افروخت درین باغ سراپای علی

حاجت شمع ندارد شب این گلشن هیچ
سرو نوریست به گلزار چو بالای علی

این چه رویست و چه رخسار چه عارض چه جبین
چشم بکشاد دو عالم به تماشای علی

دامن گلشن او پر ز گل الوان است
جنت و خلد بود یک گل رعنای علی

الفت اوست چو ارکان مسلمانی من
شده ام شیفته و واله و شیدای علی

هست پیشانی او آئینهٔ لوح ازل
واقف علم لدنی دل دانای علی

نیست جز این قدر از اوج خرامش خبرے
برتر از عرش بود نقش کف پای علی

می شود زنده به حرفش تن بی جان بے شک
چشمهٔ آب حیات است سخن های علی

همه با وعدهٔ آن جلوه قناعت کردند
محو دیدار بود دیدهٔ بینای علی

راه مقصود به این نور به بیند همه کس
روشنی داد به خورشید و به مه رائے علی

می برد قیمتش افزون ز دو عالم شاکر
بے بهاست ز بس گوهر یکتائے علی

سبحان الله چه منقبت فرموده که یک ایک شعر و مصرعه او از عقیدت و محبت لبریز است و تعریف و توصیف این از حد امکان بشری خارج لاریب۔

دیگر این منقبت گفتهٔ بانی سلطنت حیدرآباد سزاوار است که هر سال بر موقع عید امیر (۱۳ رجب) از زبان خوانده می شود تا که باعث خیر و برکت شود ایصال ثواب آن به ارواح مقدسه رسانیده باشد۔

(رهبر دکن مورخه ۲۶ آبان ۱۳۴۳ ف)

وله منقبت در شان ابن عم صاحبهم علیه صلوٰة الی یوم المیقاة

کجاست غیر جناب تو ام پناه دگر
برین سخن تو گواهی و دل گواه دگر

بهر ولایت و هر کشوریست سلطانے
به عالم دل ما نیست جز تو شاه دگر

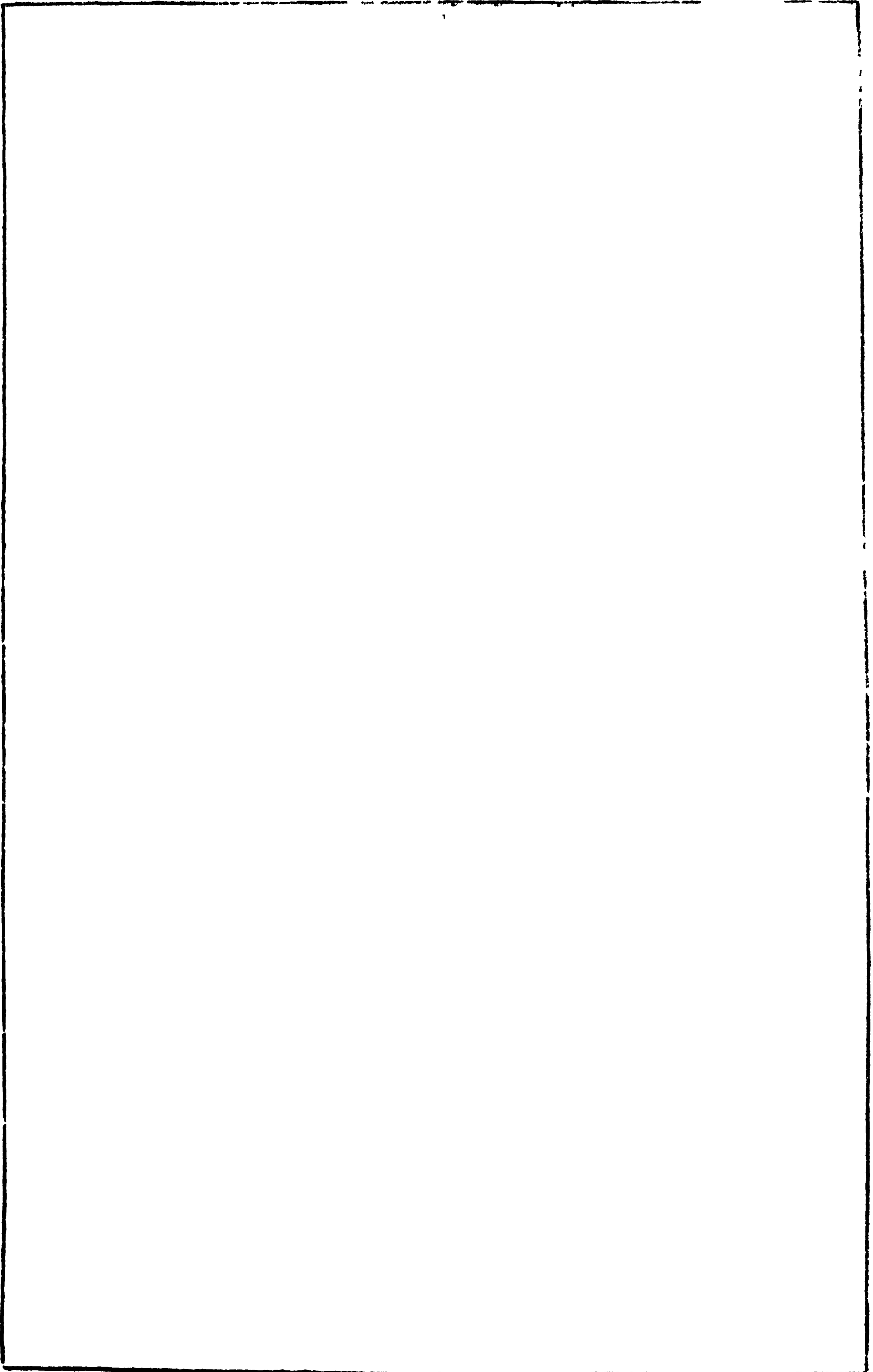
به شوکت تو چه نسبت شکوه شاهان را
تراست خسروی دیگر و سپاه دگر

بهر رهے که به آن جلوه رو برو کردم
بجز وداع دلم نیست رهٔ و راه دگر

بہ محفلے کہ نباشد فروغ رخسارت | نمایدم بنظر شمع برقِ آہِ دگر
کسے بہ بارگہ کبریا نبرد غرور | بہ پیش ہمچو تو لٰی عاجزیست جاہِ دگر
شعرٰ غرور بادہ ندارد کلاہِ گوشۂ فخر | بس است بر سرِ ما تا کہ این کلاہِ دگر

سبحان اللہ کہ چہ علم و فضل و چہ آزاد مشرب داشتی کہ بر آن ہنوز خاندان ناز می کند و ماکہ ذرات بے مقدار پیش وجود ذی جود ہستیم ز آن پر تو افتاب کسب ضیا می کنیم کہ آخر ما حاشیہ بوس بساط آصفجاہی ایم

(رہبر دکن مورخہ یکم آذر ۱۳۴۴ ف)



عزاداری

بہ عہد

آصف جاہ ثانی

نواب نظام علی خاں بہادر

غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ھ

فہرست

نمبر | صفحہ

عہد حضرت آصف جاہ ثانی

صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ زمانہ نواب نظام علیخاں بہادر سے نواب ناصر الدولہ بہادر تک حیدر آباد فرخندہ بنیاد میں عزاداری امام حسین علیہ السلام ایک حالت پر رہی بلکہ سلطنت کی جانب سے جو معمولات نذر و نیازات مقرر تھے وہ سب حسب حال باقی رہے بلکہ ہر عہد میں اضافہ ہی ہوتا رہا حیدر آباد میں عزاداری اور سامان محرم کی مثال تمام عالم میں نہیں ملتی۔ حیدر آباد میں ہر مذہب و ملت کے لوگ امیر و غریب ہندو مسلمان شیعہ سنی اپنے حوصلہ سے زیادہ حصہ لیتے تھے یہ سب عہد قطب شاہیہ کا اثر ہے کہ انھوں نے عزائے امام کو اتنا عروج دیا کہ ضبط تحریر نہیں ہو سکتا اسی سبب سے غیر اقوام کے لوگوں نے بھی اپنے پر عزاداری کو لازم کر لیا تھا جب دیکھا کہ ان کے غلام اور جان نثار اپنے بچے بیچ بیچ کر اور مصیبتیں اٹھا اٹھا کر سر انجام عزا کرتے ہیں تو خود بھی بڑے شوق و ذوق سے حصہ لینے لگے۔

جب نواب ارسطو جاہ بہادر کے دو فرزند معرکہ جنگ میں کام آئے تو نواب صاحب اپنی ضعیفی کے زمانے میں بہت رنجیدہ و پریشان ہو گئے یہ دیکھ کر نواب نظام علیخاں بہادر نے عزت افزائی فرما کر اپنے دو لخت جگر پارہ دل شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب کیواں جاہ بہادر کو ارسطو جاہ بہادر کے سپرد فرمایا کہ "آج سے یہ دونوں تمہارے فرزند ہیں" نواب ارسطو جاہ بہادر نے عرض کیا کہ "سرکار یہ میرے مالک ہیں جس طرح میں سرکار کا خانہ زاد ہوں اوسی طرح یہ دونوں شہزادوں کا بھی خانہ زاد ہوں"، جب نظام علیخاں بہادر نے بہت اصرار فرمایا تو عرض کرنے لگے "کہ سرکار غلام کا مذہب امامیہ ہے اور سرکار کا مذہب حنفیہ بہتر یہ ہے کہ دونوں شہزادے سایۂ حضرت ظل اللہ میں رہیں پہلے پھولیں اور بامراد ہوں" اس پر نواب نظام علیخاں بہادر نے ارشاد فرمایا کہ "جو تمہارا مذہب ہے وہی ان کا بھی مذہب ہوگا کیا ہم اہلبیت علیہم السلام سے محبت نہیں رکھتے" بہر حال اس دن سے یہ دو تو شہزادے نواب ارسطو جاہ بہادر کے پاس ہی رہنے لگے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خود نواب ارسطو جاہ بہادر خاص طور پر اپنے بچوں سے زیادہ نگرانی فرماتے تھے

بہرحال ان دونوں شہزادوں کا مذہب امامیہ ہی رہا۔ نواب ارسطو جاہ بہادر کو یہ دوسرا شرف حاصل ہوا کہ نواب نظام علی خاں بہادر نے اپنے ولی عہد بہادر کے لئے جہاں پرور بیگم صاحبہ کو تجویز فرمایا جو نواب سیف الدولہ مالی میاں مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ اور نواب ارسطو جاہ بہادر کی پوتی تھیں ان کی شادی بڑی دھوم سے نواب سکندر جاہ بہادر سے ہوئی۔ جس طرح نواب نظام علی خاں بہادر عاشق امام حسین علیہ السلام تھے اسی طرح نواب سکندر جاہ بہادر بھی عاشق و شیدائے امام تھے اور اکثر اپنی بی بی کی منعقدہ مجلس عزا میں شریک ہوتے تھے۔

عہد ہمایون آصف جاہ ثانی میں پہلے نواب رکن الدولہ بہادر نے عہدہ جلیلہ مدار المہامی کو انجام دیا ان کے بعد وزیر با تدبیر نواب ارسطو جاہ بہادر ہوئے یہ دونوں وزیر اپنے اپنے زمانہ حکومت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ملک و مالک کے بہی خواہ ثابت ہوئے اپنی خوش اعتقادی سے ہمیشہ اپنی جان و مال کو محبت اہلبیت علیہم السلام پر نثار کرتے رہے تمام عمر میں ایک ساعت کے لئے بھی اپنے مذہب و ملت پر زوال آنے نہیں دیا خداوند عالم ان بزرگواروں کے درجات عالی فرمائے اور یہ جس کے عاشق و شیدا تھے ان ہی کے ساتھ محشور فرمائے۔

نواب نظام علیخاں بہادر کے عہد سلطنت میں بیس جماعتیں مرثیہ خوانوں کی سرکاری تھیں اسی طرح ہر امیر نے اپنے حسب حوصلہ جماعتیں تیار کی تھیں جن کی تعداد ایک سو سے کم نہیں تھی۔ الغرض سرکاری جماعتوں کو خود نواب نظام علی خاں بہادر ہر سال ماہ محرم آنے سے پہلے ان کی تیاری ذاکری کو سماعت فرمالیتے تھے اس کے بعد عشرہ شریف میں جس کو حکم ہوتا دہ ہر روز مرثیہ خوانی کرنے کا شرف حاصل کرتا۔ اسی طرح اربعین تک مجالس کا سلسلہ جاری رہتا تھا تمام مرثیہ خوانوں کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوئے بعض کے تفصیلی اور بعض کے مجمل تحریر کئے جاتے ہیں۔

عہد آصفی کا عشرہ محرم

زمانہ نواب نظام علیخاں بہادر سے عہد نواب ناصر الدولہ بہادر تک کے حالات کو اس طرح صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے پہلے حسینی علم اور نعل مبارک اور بی بی کا علم استادہ کرتے ہیں اور سلطنت سے سرکار کی سلامی کے سہرے پہونچائے جاتے ہیں قدیم سے معمول ہے کہ سہرہ سلامی حضور پر نور کے ساتھ نشان کا ہاتھی اور جلوس کی دوسری چیزیں از قسم پلٹن وغیرہ ہجوم خلائق سے گزرتی ہیں لوگ سبز و سیاہ لباس پہنے اور سر کھلے پا برہنہ اعتقاد کے ساتھ سہرہ کی کشتی سر پر اٹھائے ایک ایک قدم پر لوگ بدلتے ہمراہ شربت کے ساغر اور کھانے کی دیگیں رہتی تھیں حسینی علم استادہ ہوتے ہی سہرہ باندھ کر فاتحہ دیکر واپس ہوتے اسی طرح جلوس و تکلف اور کثرت اژدہام کے ساتھ شہر کے تمام مرثیہ خواں اپنے مرثیوں کی قبولیت کے لئے روشنی اور آتشبازی کے تکلف کے ساتھ ہر جماعت مرثیہ خواں آ آ کر پانچ پانچ بند مرثیہ کے نمبر گاہ پڑھتے۔ خلائق کی کثرت کی وجہ اکثر جماعتوں میں مدبھیڑ ہو جاتی۔

اسی دن تمام شہر کے امراء و غرباء کے مکانوں میں علم اور تعزیہ استادہ ہوتے جابجا ماتمی نوبت بجائی جاتی تمام شہر میں لوگ ماتمی لباس سیاہ پہنتے اور اپنے بچوں کو بھی پہناتے دس یوم ہر گھر میں واقعات شہادت بیان ہوتے اور تعزیہ داری کرتے لذیذ کھانے کھلاتے اور غم امام علیہ السلام کو بدرجہ کمال پونچاتے بعضے لوگ بالکل ترک لذات کرتے اور غذا بلا گھی اور بغیر نمک کے کھاتے اکثر اس قسم کے پرہیز اور تعزیہ داری کا طریقہ شریف عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔

عشرہ کے بعد مرثیہ خوانی کے دنگل اور منقبت خوانی بہت ہوتی لذیذ کھانے پکاتے اور کھلاتے ہیں۔ عشرہ محرم میں بھی دس دن راتوں کو معززین کے مکان میں ہر رات واقعہ خوانی حدیث خوانی و مرثیہ خوانی تعزیہ کا معمول ہے لیکن عشرہ کے بعد دنگل بہت زیادہ ہوتے ہیں ہر روز رات میں دس دس مکانوں میں مرثیہ خوانی کے دنگل ہوتے ہیں۔

دسویں تاریخ بی بی کے علم کی سواری مبارک (جو جناب سیدہ علیہا السلام کے نام سے موسوم ہے) اپنے عاشور خانہ سے ایک بجے دن کے برآمد ہوتی ہے سواری کے ساتھ جلوس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ سامنے نشان کا ہاتھی اوس کے پیچھے اکثر علم اور تعزیہ اور براق اور دو لال قبریں کاغذ کے آپس میں ملے ہوئے (غالباً عون محمد کی قبریں ہیں) اون کے پیچھے تابوت اور ان کے پیچھے شرفا امیر زادے اور منصبدار ہندو مسلمان ہزارہا کی تعداد میں سر اور پا برہنہ ماتم کرتے ہوئے اور حلقہ میں حسین حسین کہتے ہوئے علم مبارک کے ہمراہ عاشور خانہ سے چادر گھاٹ کی جانب موسیٰ ندی تک جاتے ہیں ہر ہر قدم پر نذر و نیاز اور پھولوں کے سہرے گزرانے جاتے ہیں۔

علم مبارک لکڑی کا ہے اور پیتل اور خالص لال سونے کا ملمع ہے لیکن ثقہ اور معتبر قدیم لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس علم مبارک کی لکڑی کا تختہ وہ ہے جس پر جناب امیر علیہ السلام نے جناب سیدہ علیہا السلام کو غسل میت دیا تھا عرب کے کاریگر یہ علم تیار کر کے اتنا دکر تے تھے اس کے بعد قطب شاہیہ بادشاہوں کو یہ علم کربلائے معلیٰ سے دست بدست ہاتھ لگا تو انھوں نے تانبا پیتل چاندی وغیرہ ملا کر اوس کی آرایش کی اور اوپر سرخ سونے کا ملمع کیا چنانچہ اسی طرح سے وہ اب تک قائم ہے۔ اس علم کے پیچھے سات بڑے علم جو بارہ امام علیہ السلام کے نام سے موسوم ہیں قدیم فولادی قطب شاہیہ زمانے کے تیار شدہ ہیں ان علموں کے پیچھے پانچ سو عورتیں سر و پا برہنہ ماتم کرتے ہوئے اور سروں کو پیٹتے ہوئے روتے ہوئے دوڑتی ہیں اس سے قیامت کی صورت ظاہر ہوتی ہے محرم کا دسواں دن حیدرآباد کے لئے قیامت کا دن ہوتا ہے۔

اسی طرح سے جب علم مبارک عاشور خانہ قدم رسول میں پہنچتا ہے گویا کہ اپنے باپ سے فریاد و استغاثہ کے لئے آتا ہے عجیب و غریب سماں منظر ہوتا ہے اوس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ بہر حال اس قدر گریہ و بکا ہوتا ہے کہ اکثر لوگ روتے روتے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر جناب فاطمہ علیہا السلام انصاف چاہنے کے لئے آئیں گی تو خداوند عالم انصاف فرمائے گا اوس وقت امت کا حال کیا ہوگا لیکن یقین ہے کہ وہ حسب وعدہ ان کو اختیار عطا فرمائے گا یہ اپنے فرزند کے ماتم داروں اور رونے والوں کی شفاعت فرمائینگی خداوند عالم ان پر اور ان کی اولاد پر ہمیشہ درود و سلام بھیجے الغرض بعد فاتحہ علم مبارک عاشور خانہ قدم رسول سے برآمد ہوتا ہے اور موسیٰ ندی میں وہ علم مبارک ٹھنڈا ہوتا ہے کشتی ہاتھی پر رکھ کر الوداع

پڑھتے ہوئے بارہ بجے رات کو لوگ عاشور خانہ بی بی میں واپس آتے ہیں۔

چہلم کے روز مرثیہ خوانی ہوتی ہے اور معمول یہ ہے کہ سال بھر ہر پنجشنبہ کے روز سر شام سے رات کے ایک بجے تک علم مبارک باہر کشتی میں بغیر نیزہ کے رکھتے ہیں مراد مند نذر و نیاز لاتے ہیں زیارت کرتے ہیں تمام سال اسی طرح سے علم مبارک کی زیارت ہوتی ہے نواب ناصر الدولہ بہادر نے جب سے جواہر کے گوشوارے چڑہائے یہ طریقہ جاتا رہا ہے۔

"تاریخ تزک قطب شاہیہ میں لکھا ہے کہ یہ علم مبارک سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں بادشاہ کی والدہ حیات ماں صاحبہ کے حکم سے قلعہ گولکنڈہ میں استاد کرتے تھے اس کے بعد شاہی ملازموں سے ایک شخص جس کا نام حیدر تھا اس علم مبارک کی خدمت پر مامور تھا۔ سالہا سال یہ علم الاوہ حیدر کے نام سے موسوم رہا لیکن اس زمانہ میں بی بی کا علم مشہور رہے اور سرکار سے اس عاشور خانہ کے لئے جاگیر اور نوبت مقرر تھی۔ اور اکثر مرتبہ خود بدولت بغرض زیارت اور طواف تشریف لائے ہیں اور مکان عاشور خانہ جس میں علم مبارک استاد کرتے ہیں جمال صاحب نے جو عظمت جنگ ظفر الدولہ مبارز الملک کے وکیل تھے تعمیر کیا ہے۔ اور عاشور خانہ قدم رسول و پنجہ شاہ کی بھی انہی کے زیر نگرانی تعمیر ہوئی ہے۔ صاحب گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ :۔

نعل مبارک کی سواری شب عاشور نکلتی ہے جس کی نظیر ساتوں ولائتوں میں نہیں ہے۔ ساتوں ولائیتوں کے لوگ قائل ہیں کہ کسی ملک میں یہ طریقہ عزا نہیں ہے جو حیدر آباد میں ہے۔ نعل مبارک کی سواری کے ساتھ بہت تکلفات رہتے ہیں آفتابیں اور مشعلیں ہزار ہا اقسام کے ہوتے ہیں جس کا قیاس کرنا ناممکن ہے نئے نئے وضع و قطع کے تیار کیے جاتے ہیں جس سے عقل حیران ہوتی ہے۔ علم مبارک کے ساتھ لاکھوں آدمی ضعیف جوان بچے رہتے اور ساتھ دوڑتے ہیں مگر کسی کو بھی اذیت نہیں پہونچتی اس کے سوا کیا کہئیے کہ تائید غیبی ہے عاشورہ کے دن قریب مغرب الاوہ بیتیاں کی ضریح اٹھائی جاتی ہے جو بیرون دبیر پورہ ہے۔ سواری جلوس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چار کونے والی ضریح لکڑی کی ہوتی ہے اس پر باریک سفید کپڑا چڑھایا جاتا ہے اور تختہ کے اوپر کے حصہ پر دو قبریں بنائی جاتی ہیں اور پھولوں کی چادر ڈالی جاتی ہے اور بڑے شامیانے کے نیچے لوگ اوٹھاتے ہوئے لیجاتے ہیں۔ ہزارہا شرفا ماتم کرتے ہوئے ساتھ رہتے ہیں اور دو تیز گھوڑوں کے

اوپر وہ لباس وہ جامہ جس پر خون چھڑکا ہوا ہوتا ہے ڈالکر لیجاتے ہیں اور نوحہ خواں نوحہ پڑھتے اور علم اوٹھائے ہوئے لیجاتے ہیں جس کا مطلع ؎ آہ حسین است شاہ شہیداں پا بستہ بہ زنجیر جملہ یتیماں۔ جلوس کے ساتھ نشان کا ہاتھی ہوتا ہے اور ہمراہ جلوس پلٹن بھی ہوتی ہے دبیرپورہ کے دروازے کے راستہ سے چادر گھاٹ موسی ندی کو لیجاتے ہیں۔ ضریح آدھی رات کو ندی میں پہونچتی ہے ماتم کے بعد ضریح ریتی پر رکھتے ہیں۔ ریتی پر رکھنے کے وقت اور پھر اٹھانے کے وقت بڑا ہنگامہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ زخمی ہوجاتے ہیں زمانہ سابق سے اس کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص اپنا مطلب رکھتا ہے اوس کے حاصل کرنے کے لئے ایک کلیا لاتے ہیں دل میں مطلب تصور کرکے ریتی ضریح کے نیچے سے اٹھاتے ہیں اور کلیا میں ڈالتے اور سال بھر اپنے گھر میں رکھتے ہیں دلی مراد پوری ہوتی ہے تو شیر برنج یا مٹھائی کے کونڈے بھر کر فاتحہ دے کر لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ اس رات کو چادر گھاٹ سے نئے پل تک ہر جگہ کونڈے دکھائی دیتے ہیں اور جابجا روشنی نظر آتی ہے۔ الغرض فاتحہ کے بعد ہائے ضریح کو زیارت اور بوسہ دینے کی وجہ سے اوس کے چاروں ٹکڑے علیحدہ ہوجاتے ہیں غسل دے کر الوداع پڑھتے ہوئے عاشور خانہ کو واپس آتے ہیں الوداع یہ ہے۔ ؎ الوداع الوداع شاہ شہیداں الوداع۔

اے حسین ابن علی دوجگ کے سلطان الوداع

یہ عاشور خانہ بھی قطب شاہی زمانے سے ہے اس الاوہ میں سوائے عصمت مآب عورتوں کے کوئی مرد باقی نہیں ہے سواری روشنی اور جلوس وغیرہ کا انتظام سرکاری جانب سے ہوتا ہے اور خود بدولت جب وہ ضریح پرانی حویلی کے نیچے سے گزرتی ہے ملاخطہ فرماتے ہیں اور سرکار سے نذر و نیاز کے علاوہ معمول دو سو روپیہ عنایت ہوتے ہیں۔ اور امرائے دیوانی اور مہاراجہ بہادر کی جانب سے بھی نذر و نیاز روشنی وغیرہ بھیجی جاتی ہے اور یہ ضریح حضرت مسلم علیہ السلام کے یتیموں کے نام سے موسوم ہے جو زمانہ سلاطین قطب شاہیہ کی ابتدا سے ہے۔

اسی طرح دروازہ علی آباد کی طرف بھی ہزارہا لوگوں کا مجمع رہتا ہے علم اور تعزیوں کے دیکھنے کے لیئے یتیموں کے الاوہ کے بعد لوگ اس طرف جاتے ہیں شاہ علی بنڈہ سے علی آباد کے دروازہ تک اور وہاں سے ایک کوس کے فاصلے تک مخلوق خدا کا اژدہام اور ایک ہجوم رہتا ہے اور جابجا بہت روشنی اور آتشبازی چھٹتی ہے۔ ایک بڑی باؤلی میں جو حضرت نذیہ عمدہ بیگم صاحبہ مرحومہ والدۂ غفران مآب کے باغ کے متصل ہے علم ٹھنڈے ہوتے ہیں اس سمت کے رہنے والے جو ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے رہتے ہیں اس طرف

ہی اپنے علم اور تعزیہ ٹھنڈے کرتے ہیں۔

اسی طرح اکثر شہر کے علم اور تعزیہ براق شہادت کے روز پرانے پل کی طرف لیجاتے ہیں اور موسیٰ ندی میں ٹھنڈے اور دفن کرتے ہیں ہر ایک تعزیہ جلوس اور تکلف سے جاتا ہے چار مینار سے موسیٰ ندی تک ایک لاکھ آدمی کا مجمع رہتا ہے اس کے علاوہ بنگلوں پر عمارتوں اور کوٹھیوں اور دوکانوں پر بے حساب لوگ رہتے ہیں اکثر امراء موسیٰ ندی میں ڈیرے ڈال کر آدھی رات بلکہ صبح تک روشنی وغیرہ کا تماشہ دیکھتے ہیں پوری ندی لوگوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے کچھ لوگ فراغت پاکر اور میتیوں کے الادہ کی زیارت کرکے علی آباد کے دروازہ کی طرف آتے ہیں کچھ لوگ امام باڑہ کے علم دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔

امام باڑہ پرانی عیدگاہ کے قریب واقع ہے اسی طرح وہاں بھی لوگوں کا ہجوم بہت ہوتا ہے بادشاہ کی طرف سے اس عاشورخانہ کے اخراجات کے لئے چار ہزار روپیہ کی جاگیر مقرر ہے یہاں ہر وقت پانچ ہزار شمعوں کی روشنی ہوتی ہے بادشاہ خود تشریف لاکر ملاحظہ فرماتے ہیں چھوٹے بڑے علموں کی تعداد دو سو سے کم نہیں ہے جس وقت قلعہ سدہوٹ فتح ہوا تھا تو اس مقام کے علم سرکاری ضبطی میں آئے تھے اور رحمان یار خاں جس کا عرف مراج شاہ ثانی جو ترک دنیا سے قبل ہرکاروں کے داروغہ تھے اون کی استدعا پر امام باڑہ کی بنیاد قائم ہوئی اور چار ہزار کی جاگیر حضرت غفراں ماب کے زمانے میں ارسطوجاہ کی کوشش سے مقرر ہوئی کہ اخراجات محرم میں صرف ہوں جو اب تک بحال وقایم اور جاری ہے۔

اسی طرح تعلیم بلیڈ کے سرطوق کا علم بھی جو آخر شب میں نکلتا ہے بہت روشنی رہتی ہے قدم قدم آہستہ آہستہ دریا کی طرف جاتا ہے جس طرف بھی نظر کیجئے لوگوں کا مجمع اسی طرح نظر آتا ہے اور قدرت خدا معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح حسینی علم کے پھول بھی شہادت کے روز صبح میں نوحہ پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ ندی کی طرف لے جاتے ہیں عقیدت مند زمین پر پانی کی مشکیں چھڑوتے ہیں تاکہ لوگوں کے پاؤں نہ جلیں دوپہر کے وقت دریا پر پونچتے ہیں لوگوں کے اژدہام کی وجہ ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہوجاتا ہے پھولوں کو موسیٰ ندی میں دفن کرکے فاتحہ کے بعد تین پہر کو واپس آتے ہیں اور واپسی کے وقت الوداع پڑھتے ہیں۔

اسی طرح سے راجہ راؤ رنبھا جیونت بہادر کے مکان میں شہادت کے روز تعزیہ دفن کیے جاتے ہیں ہزارہا آدمی کا مجمع ہوتا ہے اور چہلم کے روز سے پھر نئے تعزیہ کی تیاری کرتے ہیں جو سال بھر تک تیار ہوتے رہتے ہیں

دوہزار روپیہ تعزیہ کی تیاری کے لئے خرچ ہوتے ہیں اور روزانہ ایک ہزار روپیہ کی روشنی کے حساب سے گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں دس دن میں دس ہزار روپیہ صرف ہوتے ہیں اور گھی بارش کے پانی کی طرح بہتاہے غربا اپنے گھر کے چراغ جلانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ اور دو پلے ہوئے اور سدھائے ہوئے شیر تعزیہ کے دو جانب کھڑے ہوئے گویا پہرہ دیتے ہیں مجال نہیں کہ کسی کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھیں۔

مہاراجہ چندولال بہادر کے جلوخانے میں آرائش وزیبایش روشنی اور بادشاہوں کی تصویریں اور آتشبازی وغیرہ دیکھنے کے لئے جس طرح لوگ جمع ہوتے تھے۔ اسی طرح حسین یار جنگ عرض بیگی میر عالم مدار المہام کے عاشور خانہ میں قد آدم بلکہ اس سے بھی زیادہ طول وعرض کے آئینہ لگائے جاتے جس سے عاشور خانہ کی زینت ہوتی اور روشنی بے حد کی جاتی ہے۔ روشنی کا تکلف جو امین الملک اور مرتقا بائی طوائف کے عاشور خانہ میں علم استادہ کرنے کے موقعہ پر ہوتا ہے وہ عمارت کی سادگی نقاشی اور سفیدی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

جعفر علی صاحب کا تعزیہ جو ایک ذی مقدور ملازم سرکار رہا ہی تھے نئے طرز کا سونے اونٹ کی صورت ضریح کی وضع پر بنایا جاتا ہے اس کی سنہری آنکھوں کو خنکی بخش ہوتی ہے۔ اسیطرح سے دوسرے مکانات وبازارات ومحلجات کی آرایش وروشنی وغیرہ قیاس وگمان سے باہر ہے الغرض شہر کے تمام لوگ عشرہ محرم میں بے حساب اخراجات کرتے ہیں۔

مجالس وروضہ خوانی ہر جگہ وہر گھر میں ہوتی ہے جس کا شمار وبیان ممکن نہیں لیکن مخصوصیت سے علی یاور خاں صاحب المتخلص بہ اقبال جو عام طور سے مرزا مہدی کے نام سے مشہور ہیں مرشد قلی خاں صاحب کے نواسے بنگال کے عالی خاندان سے ہیں کسی شہر ودیار میں کوئی شخص اس کمال سے حدیث خوانی اور واقعہ بیانی احوال امام علیہ السلام کی کرتے ہوئے نظر نہیں آیا۔ جب کہ ممبر پر پڑھتے ہیں تو ہزارہا مخلوق خدا چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان ان پر اس قدر رقت عظیم طاری ہوتی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرلیں ان کی قوت بیانی اور انداز کلام مثل آبدار موتی کے ہوتا ہے جو دنیا میں منتخب روزگار ہیں۔ تمامی بلدہ کے لوگ امیر غریب ہندو مسلمان ان کے عاشور خانہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایام عشرہ محرم کے سوا بھی ان کے مکان میں لوگوں کا ہر مجلس میں بہت مجمع ہوتا ہے جب خاں صاحب موصوف کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے کلام کے ہزار ول اشعار چھوڑے از قسم نوحہ جات قطعات ورباعیات وقصائد اور منقبت وغیرہ جو کہ تصنیف فرمائے ہیں۔

بہر حال ۱۶ رجب ۱۲۳۹ھ کو ان کا جنازہ ان کی حسب خواہش ہمراہ صندل مبارک حضرت امیر المومنین علیہ السلام کوہ شریف کے دامن میں وزیر خاں صاحب کے مقبرہ کے متصل لایا گیا اور وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بڑے فرزند مہدی یاور خاں صاحب نے ایک سال تکلف کے ساتھ تعزیہ داری کر کے عین عالم جوانی میں ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا ان کے مرنے کا تمام لوگوں کو بڑا افسوس ہوا لیکن انہی دنوں میں مہدی ضامن خاں بہادر جو مشہور ضامن صاحب کے نام سے ہیں جن کے والد کا نام دوجی خاں اقبال تھا ان کی لسانی اور فصاحت بیان ہمارے بیان سے باہر ہے ہر چیز کو عمدگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں تعزیہ داری اور واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اپنے والد کے طرز بیان اور لب ولہجہ میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا تمام پرانے اساتذہ قائل ہو کر انہی کا دم بھرتے تھے۔

مرثیہ خواناں و مجالس و نگل حیدرآباد بعہد نواب نظام علیخاں بہادر

عہد سلطنت نواب ناصر الدولہ بہادر میں صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ زمانہ نواب نظام علی خاں بہادر میں نواب ارسطو جاہ کی زندگی تک مرثیہ خواناں کی بڑے زور شور کی جماعتیں تھیں حضور والا کی پیشی کے لئے بیس جماعتیں تیار کی گئیں تھیں جس کے داروغہ و سرگروہ مرثیہ خواناں نوازش علی خاں شیدا تھے اور خود اعلیحضرت نواب نظام علیخاں بہادر محرم سے قبل ان جماعتوں کی ذاکری کو سماعت فرماتے تھے اور ہر مرثیہ خوان کی طرز و طرح پر خاص توجہ فرماتے تھے کہ اہل ہند کی زبان میں اس کو سوز کہتے تھے اور محرم کے عشرہ میں چاندرات سے شب عاشور تک مجلس کرکے برابر مرثیہ خوانی کو سنتے تھے اور گریہ فرماتے تھے اور جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ ہوتا تھا اس کو انعام دیتے تھے اعظم الامرا بہادر کو مرثیہ خوانی کا بہت شوق تھا اور جماعتوں کو تیار کرواتے تھے مرثیہ خواناں اکثر اندھیری راتوں میں ایک دوسرے سے پوشیدہ طور پر ربط اور مشق کرتے تھے اکثر جماعتیں ایک دوسرے کے محلہ میں جاکر سنتے تھے اور سوز ان کا پسند کرکے اپنے مرثیوں کو اسی سوز سے مجالس و نگل میں پڑھتے تھے اس لئے اکثر مرتبہ مرثیہ خوان اس معاملہ میں جھگڑا کرتے تھے۔

حضور پرنور اور مدار المہام سرکار کو نئے نئے مرثیوں کا بہت شوق تھا اس لئے امرا و اقربا و سرکار جماعتوں کی تیاری اور طرح طرح کے نئے مرثیئے شعرا دہلی و لکھنو کے زر کثیر صرف کرکے منگواتے تھے اور اچھے اچھے مرثیہ حاصل کرنے میں مشغول رہتے تھے اسی لئے ظفر الدولہ احتشام جنگ بہادر کی جماعتیں مثل میر زنگو صاحب و میر داود صاحب اور بھکن خاں صاحب دہلوی وغیرہ کی جماعتوں کی طرح یعنی طرز اور نئے مرثیہ بے حد لطف کے ساتھ پڑھتے تھے اور ارسطو جاہ بہادر کی ستر جماعتیں اور سرکاری بیس جماعتیں جو نوازش علی خاں صاحب سرگروہ کے بعد حمایت اللہ خاں صاحب کی تحویل میں تھیں (غالباً یہ اس وقت سرگروہ تھے) اور دوسری جماعتیں جن کو شہریار الملک بہادر نے علی جان صاحب اور مہر علی خاں صاحب کی نگرانی میں جو اپنے فن کے یگانہ تھے تیار کروایا تھا اس کے علاوہ ہر امیر کے پاس دو دو چار چار جماعتیں مقرر تھیں اور ہر جماعت میں چار پانچ شخص معہ جوابی دینے جواب خوان کے ہوتے تھے اور ہر شخص نہایت تکلف سے اپنے کمال کو ظاہر کرتا تھا۔

ہر ونگل میں جہاں کہ جماعتیں جاتی تھیں ہر جماعت کے لئے ایک ابرق کی قندیل علیحدہ علیحدہ نقشہ کی مقرر تھی اور آتش بازی بھی راستے اور ونگل میں جلائی جاتی تھی تاکہ معلوم ہووے کہ جماعت ونگل میں آ رہی ہے اور ہر جماعت کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمی سے کم نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ بار پر لینے پڑھنے کے وقت پہلے اور بعد کے متعلق جھگڑا اور فساد ہوتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ ہر شخص اپنے بار پر مجلس پڑھے یعنی جس طرح آیا ہے اوسیطرح پڑھے ونگلیں شب کے وقت میں علی العموم ہوتے تھے مکان وغیرہ کو بے حد آراستہ پیراستہ کیا جاتا تھا اور قہوہ چار پان سپاری الائچی وغیرہ اور عمدہ عمدہ قسم کے طعام لذیذ عام طور پر ہوتے تھے۔

آج کل سب سے زیادہ مشہور مرزا عباس صاحب لکھنوی ہیں کہ مہاراجہ چندولال بہادر کے پاس سے ان کی ذات کو چار سو روپیہ ماہوار ہے اور عشرہ محرم میں دو دو تین تین روز رات کو چند سوز خوان ان کی مجلس میں پڑھتے تھے اور دوسرے قریب بیس جماعتوں کے مہاراجہ بہادر کے جو نوکر ہیں عشرہ محرم میں ہر رات کو وہ مجلس پڑھتے ہیں جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ ہوتا ہے وہ انعام پاتے ہیں۔ ان جماعتوں میں ہندی اور دکھنی ایک دوسرے کے شریک ہیں جس وقت کہ مرزا صاحب مذکور سوز پڑھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوالوں کے استاد کبت یا دھرپت قدیم استادوں کے موافق گاتے ہیں یہ اپنے فن میں یکتائے زمانہ ہیں۔ کار خیر و حسنہ میں خصوصاً اہل ہند کے معاملہ میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ شجاع الدولہ حاکم لکھنو کی اولاد میں سے دو تین شخص کو ماہانہ ایک ہزار اور پانچ سو روپیہ کی تنخواہ پر ان کے توسط سے مہاراجہ بہادر کے پاس نوکر ہیں

نقیر محمد صاحب تنہا کے بیٹے خوب پڑھتے ہیں اور مشہور ذاکر ہیں۔ منور علی صاحب بوہرہ اپنے وقت کے ممتاز آدمی ہیں لکھنو جا کر مرثیہ خوانی کر کے آئے ہیں وہاں ان کی ذاکری بہت پسند کی گئی اور ان کو بہت فائدہ ہوا اور دوسرے مقامات پر بھی مثلاً چینا پٹن وغیرہ میں بھی مشہور ہو کر مالی فائدہ اٹھا کر آئے ہیں۔

میر تہور علی صاحب سوز خوان لکھنوی اور مفضل علی صاحب مرثیہ خوان حیدرآبادی کی ذاکری مقبولیت کے درجہ پر پہونچی ہے مرزا عارف بیگ صاحب لکھنوی اور میر روشن علی صاحب ذاکر دکھنی حیدرآبادی اور دوسرے بھی اپنے زمانہ کے منتخب لوگوں میں سے ہیں اور سوائے متوتین جماعتوں کے جو اپنے شوق سے مجلس پڑھتے ہیں اور محلہ بلدہ کی جماعتوں کی تعداد اس وقت ایک سو سے کم نہیں ہے۔

لیکن بادشاہی عاشور خانہ میں شب اربعین حسب عادت قدیم رات کو ونگل ہوتا ہے لذیذ کھانے معہ لوازم

کے ہوتے ہیں اور قہوہ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ رقعہ مجلس رنگل حسب دستور سابق بھوائے جاتے ہیں اور تمام جاتوں سے وعدہ لیا جاتا ہے اب امرائے وقت کے پاس یہ طریقہ متروک ہے اور اگر ہے تو بہت کم ہے صرف اطلاع دی جاتی ہے سابق میں جس جگہ رنگل ہوتا تھا دعوت کے رقعہ ہر ہر مرثیہ خواں کے گھر بڑی شان سے معہ نشان ہاتھی اور جلوس تاشہ مرفہ اور کشتی میں رقعہ رکھ کے جس کے اوپر شامیانہ ہوتا تھا - پہونچائے جاتے تھے۔

اسی طرح سے سال تمام میں نوچندی اور تاریخیں مقرر تھیں اور مرثیہ خوانی اُن دنوں میں ہوتی تھی۔ بمثال کے طور پر ہر مہینے کی دسویں تاریخ عاشور خانہ آغا فرہاد صاحب میں جو شاہ علی بنڈہ پر واقع ہے مجلس ہوتی تھی بڑے پنجہ میر باقر علی صاحب ذاکرین جو آغا فرہاد صاحب کے خاندان سے اس وقت بقید حیات ہیں بہت سلیقہ کے ساتھ تکلف سے مجلس کرتے ہیں اور روشنی وغیرہ کے انتظام سے عاشور خانہ کو سب آراستہ کرتے ہیں مشہور ہے کہ یہ عاشور خانہ اور علم مبارک زمانہ قطب شاہیہ کے ہیں اور ایک بڑی باولی بھی عاشور خانہ کے متصل ہے جس کی تعمیر ۱۰۹۱ھ میں ہوئی ہے اور وہ عاشور خانہ میں بڑے علم کو دس دن استاد کرتے ہیں اور شہادت کے روز رات میں روشنی کیساتھ موسیٰ ندی کو لے جاتے ہیں بہت صرفہ کرتے ہیں گو کہ متوکل ہیں۔

تمام مہینے میں دوسری تاریخوں میں اور مجالس و تعزیہ داری ہندوستانی اور دکھنی لوگوں میں شہر اور بیرون شہر بہت مقرر ہیں علی الخصوص اکیس ۲۱ تاریخ کو مرزا عباس صاحب مذکور کے مکان میں مجلس ہوتی ہے الغرض دنیا تعزیہ داری امام مظلوم حسین شہید علیہ السلام سے خالی نہیں ہے یہ غم ہر روز تازہ ہے۔

اسی طرح رمضان المبارک کی اکیس ۲۱ تاریخ کی رات کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ضریح مبارک اونٹ پر رکھ کے پنجہ شاہ اور قدم رسول تک لیجاتے تھے ہزارہا مخلوق خدا ساتھ رہتی تھی۔

اسی طرح ملا رضی صاحب کے عاشور خانہ سے جو اس ضریح کے بانی تھے اپنے مکان کمال ایلچی بیگ سے ماتم کرتے ہوئے براہ اعتبار چوک پنجہ شاہ تک ضریح لیجاتے ہزارہا شریف و نجیب لوگ ہمراہ رہتے تھے اتنا مجمع ہوتا کہ تل برابر جگہ نہیں ملتی تھی۔ ضریح مبارک پھولوں کے سہروں سے بھر جاتی تھی۔ ضریح کے آگے آگے ماتم و منقبت پڑھتے ہوئے پنجہ شاہ کے دروازہ پر پہونچتے فاتحہ پڑھ کر مکان کو واپس ہوتے روشنی اور تکلفات جلوس معہ نذر وغیرہ سرکار سے اور دیوانی سے اور امیروں کے پاس سے برابر حاصل ہوتی ہے۔

محرم کے علم مبارک بھی ملا رضی کے مکان میں چہلم تک استادہ رہتے اور چہلم کے روز اٹھاکر مکان سے ایلچی بیگ کی کمان تک لاتے اور پھر واپس مکان میں لیجاکر ٹھنڈے کرتے ہیں۔

لیکن عاشورخانہ اعتصام الملک بہادر عرض بیگی حضور کے مکان میں تکلف کیساتھ روضہ خوانی و مرثیہ خوانی اور لذیذ کھانے اور نذر و نیاز سادات زوار و حجاج وغیرہ کے لئے انتظام ہوتا تھا۔ عشرہ محرم میں دس روز ان کے پاس بے انتہا گریہ وزاری ہوتی تھی اور خود نواب صاحب موصوف وش روز تک بے انتہا غم و الم کی حالت میں رہتے تھے نواب صاحب موصوف کے دلمیں جو محبت تھی وہ دوسرے کسی شخص میں ظاہر ہونا ناممکن بلدہ میں ہزارہا تعزیہ خانے موجود ہیں سب میں برابر تعزیہ داری ہوتی ہے لیکن ان کے پاس کے مجالس میں گریہ وزاری حد سے زیادہ ہوتی ہے۔

بادشاہی عاشورخانہ کہ جس کا ذکر سابق میں ہوچکا ہے عجیب و غریب بے نظیر عاشورخانہ ہے۔ وہاں امام علیہ السلام کے چہلم کے روز عاشور محرم تازہ ہوتا ہے اور روشنی تکلف کے ساتھ کی جاتی ہے اور علموں کی سواریاں جابجا سے آتی ہیں اور دنگل تمام رات ہوتا ہے بلدہ کی تمام جائیں روضہ خوانی اور مرثیہ خوانی کرتی ہیں اور لذیذ کھانوں کی دیگیں از قسم بریانی مزعفر مشکی خوشبودار اور روٹی قلیہ گلاب ڈالی ہوئی میٹھی شیر برنج حضور پر نور کے حکم سے سرکاری باورچی خانہ سے آتی ہے اور خلقت خدا کھاتی ہے بقول کسے

ادیم زمین سفرۂ عام اوست ۔۔۔ برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

چندا بی بی المخاطب ماہ لقا بائی صاحبہ

یہ بی بی اعلیٰ درجہ کی سوز خوانی کرتی تھیں جسطرح اپنے کمال میں مشہور تھیں اوسیطرح ذاکری میں انکا مثل و نظیر نہیں تھا اور جسطرح خداوند عالم نے اِس کو خوبصورت بنایا تھا اوسیطرح آواز بھی خداداد پائی تھی اور اوس پر بڑے بڑے اوستادوں سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اہل مجلس ہمیشہ اس کی سوز خوانی سننے کے لئے دور دور سے بہت اشتیاق کے ساتھ آتے تھے اس کے عاشور خانہ میں ہزاروں کا مجمع رہتا تھا اور اس کی سوز خوانی اہل مجلس خاص توجہ سے سماعت کرتے تھے خوب مال کار حاصل ہوتا تھا۔ بلکہ اثناء ذاکری میں یہ خود بھی مصروف گریہ و بکا ہوتی تھی بڑی عاشق حسین تھی غرۂ ماہ محرم سے ماہ صفر تک دو مہینے سوائے سوز خوانی کے گانا بجانا بالکل ترک کر دیتی تھی بعض خاص خاص موقعہ و محل پر بہ مجبوری سلطنت اگر گانے بجانے کے لئے جاتی بھی تھی تو زیارت امام کے بعد جاتی تھی۔ خوش حال خاں صاحب اس کے اوستاد تھے سوز خوانی کے موقعہ و محل پر ہمیشہ ان سے زیادہ مشورہ حاصل کرتی تھی بلکہ انھیں کی رائے پر عمل کرتی تھی۔ اِس کے مختصر حالات ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں تفصیلی حالات حیات ماہ لقا بائی گلزار آصفیہ اور تزک محبوبیہ وغیرہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سامان عزاداری

جس وقت ماہ محرم نظر آتا تو لذیذ غذائیں ترک کر دیتی تھی اور بلدہ کے تمام عاشور خانوں میں (جن کا شمار ناممکن تھا) ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک نقد نذر و نیاز گزرانتی تھی۔ سادات کرام و محبان اہل بیت علیہم السّلام کو ہزارہا روپیہ حسب مرتبہ نذر کرتی تھی غرۂ محرم سے زیارت تک عزاداری کے خاص اہتمام ہوتے تھے اِن کا مکان عالیشان موسومہ حویلی خاصہ رنگ میں جو قریب کمان ایلچی بیگ واقع تھی۔ اکثر تعلیم رقص و سرود ہوتی تھی اِس لئے بہ پاس آداب عاشور خانہ حضرت امام حسین علیہ السّلام برائے استادگی علم مبارک اپنے محل کے محاذی ایک عاشور خانہ تعمیر کروایا تھا وہاں بجز فاتحہ خوانی کیلئے شخص کے کوئی دوسرا جانے نہیں پاتا تھا اور یہ بھی تاکید تھی کہ کوئی شخص سرخ لباس سے نہ آنے پائے عاشور خانہ میں تمام فرش و منڈھا سیاہ مخمل کا ہوتا تھا ایک طرف ممبر استادہ کیا جاتا تھا دوسری طرف مرثیہ خوانان کے لئے خاص انتظام کیا جاتا تھا اور روشنی اِس قدر ہوتی تھی کہ تمام عاشور خانہ

بقعہ نور نظر آتا تھا۔ شام سے مرثیہ خوانی ہوتی تھی اور اکثر ذاکرین سوز خوانی کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی ذاکری کرتی تھیں اونکے بعد روضہ خواں وحدیث خوان پڑھتے تھے اس کے بعد تعزیہ داری سینہ زنی ہوتی تھی جس سے ہنگامہ حشر نمایاں ہوتا تھا اکثر لوگ بیہوش ہوجاتے تھے بعد ختم مجلس دسترخوان بچھائے جاتے۔ تمام شرکاء مجلس اقسام کے کھانے کھاتے۔ برابر دس روز یہی عمل رہتا تھا لاکھوں روپیہ عزاداری میں خرچ کیئے جاتے تھے۔

جشن حیدری

اسی طرح ۱۳ رجب کو ہر سال جشن حیدری منعقد ہوتا تھا منقبت خوانی ہوتی تھی اور ہر طرح کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہمہ اقسام کے نفیس کھانے تیار کئے جاتے اور کثرت سے مومنین وامراء مدعو ہوتے تھے۔

عرس کوہ شریف

اگرچہ عرس کوہ شریف ۱۷ رجب کو ہوتا ہے مگر مہ لقابائی بعد جشن حیدری کوہ شریف کو جاتی تھی اور بعد ختم عرس کوہ شریف واپس آتی تھی اور سینکڑوں آدمی مہمان رہتے عرس میں ہر گروہ کے فقراو مشائخین وغیرہ وغیرہ کو چار روز تک برابر دو وقت اقسام کے کھانے کھلائے جاتے تھے اور رخصت کے وقت ہر فقیر کو ایک روپیہ نقد اور بعض کو بقدر مراتب پانچ روپیہ تک خیرات کرتی تھی اور مشائخین کو پچاس سے سو روپیہ تک نقد بعنوان نذر عطا کرتی تھی اور خدام ومجاورین درگاہ شریف کو نقد روپیہ اور پارچہ وغیرہ عطا کرتی تھی اس کے علاوہ ہر ماہ میں حسب معمول کوہ شریف پر جاکر مبلغ پانصد روپیہ نقد نذر مانتی تھی۔ بہرحال عرس کوہ شریف میں بھی لاکھوں روپیہ کے اخراجات ہوتے تھے۔

یازدہم شریف

۱۱ ربیع الثانی کو نہایت اہتمام سے طرح طرح کے کھانے محتاجوں اور مساکینوں کو عام طور پر کھلائے جاتے تھے علاوہ بریں مساکین وفقراء کو نقد روپیہ و پارچہ تقسیم کیا جاتا تھا

کھٹ درسن کا میلہ

ہر سال ایک میلہ کھٹ درسن کے نام سے کیا جاتا تھا پہلے روز حفاظ ومشائخین وغیرہ کی دعوت ہوتی تھی اور تمام مشائخین وحفاظ وغیرہ کے مکانوں پر فی کس ایک سیر مٹھائی کے حساب سے بھیجی جاتی تھی اگرچہ گھر میں تیس آدمی کیوں نہوں۔

دوسرے روز تمام فقراء مداری وقادریہ وچشتیہ وغیرہ وغیرہ جملہ چودہ خانوادہ کی دعوت ہوتی تھی اور شیرینی تقسیم کی جاتی تھی سو سو کوس کے فقراء جمع ہوتے تھے نیز روز غربا ومفلوج ومعذور لوگ جمع ہوتے تھے جن کی تعداد

قریب ستر ہزار کے ہوتی تھی بعد کھانا کھلانے کے فی کس آدھ سیر شیرینی تقسیم کی جاتی۔ چوتھے روز جوگی اور بیراگی وغیرہ
جمع ہوتے تھے ان کو بھی اچھی طرح مال پوری کھلائی جاتی تھی۔ بہر حال عجب عالی ہمت اور فیاض عورت تھی کہ کوئی
قوم یا جماعت و مذہب کے لوگ محروم نہیں رہتے تھے اس نے اپنی زندگی نہایت کامیابی سے گزاری ہمیشہ اس کا ستارۂ
اقبال اوج پر ہی رہا۔

ماہ لقا بائی کی والدہ کا نام میدہ بی بی عرف راج کنور بائی تھا یہ ایک شریف خاندان کی لڑکی تھی اس کے
باپ کا نام خواجہ محمد حسین خاں تھا جو قصبہ بارہہ کے رہنے والے تھے اور احمد آباد میں بڑی خدمت پر ملازم تھے جب
خواجہ محمد حسین خاں پر کچھ سرکاری مطالبہ ہونے کی وجہ سے وہ روپوش و فرار ہو گئے تو اون کی اولاد میں دو لڑکے اور
تین لڑکیاں تھیں جب لڑکے بھی کہیں نکل گئے تو لڑکیاں سرگرداں ہو کر احمد آباد سے قصبہ دیولیہ پہونچے وہاں بھگتیوں
کے مہمان ہوئے چونکہ یہ سب حسین و خوبصورت تھے بھگتیوں نے ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینا شروع کی اونھوں
نے بھی بمقتضائے وقت رقاصی کا پیشہ اختیار کر لیا پھرتے پھراتے حیدرآباد آئے تو ان کا تعلق ایک امیر نامدار
نواب لسالت خاں بہادر بخشی عرف خاص آصف جاہی سے ہو گیا ایک زمانے کے بعد راج کنور بائی کو حمل قرار پایا
تو جناب امیر علیہ السلام کی زیارت کے لئے کوہ شریف پر حاضر ہوئی۔ شاہ تجلی علی صاحب مولف تزک آصفیہ بھی
بلحاظ تابعداری ساتھ تھے دفعتاً کوہ شریف کے مقام پر اسقاط حمل کے آثار نمودار ہوئے شاہ تجلی علی صاحب نے
آستانہ مرتضوی سے ناڑا اور تھوڑی سی عودی لا کر ناڑا کمر میں باندھا اور عودی کھلائی فوراً حمل قایم ہو گیا جب ایام
حمل پورے ہوئے تو بتاریخ ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۱ھ روز دوشنبہ لڑکی پیدا ہوئی منجموں نے چندا بی بی نام رکھا
راج کنور بائی کی بڑی لڑکی مہتاب کنور بائی تھی نواب رکن الدولہ بہادر مدار المہام سلطنت حیدرآباد نے
راج کنور بائی کو راضی کر کے مہتاب کنور بائی کو اپنے عقد شرعی میں لیا اور صاحب جی صاحبہ کا خطاب عطا کیا اُن کی
عزت و وقعت بہت بڑھ گئی تھی اور روز بروز ان کا چاہ و پیار زیادہ ہونے لگا بڑے بڑے امرائے نامدار
منصبداران شاہی مثل ظفر الدولہ بہادر شمشیر الدولہ بہادر زنانی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر مراسم سلام و نیاز اور عیدین کے
مبارکباد بجالاتے تھے اور محل سرا سے سب کو پاندان رخصت عنایت ہوتے تھے علاوہ بریں خود رکن الدولہ بہادر
کے بھائی شرف الدولہ بہادر اور ارسلان یار جنگ بہادر و حشمت جنگ بہادر بھی کمال ادب سے آداب بجا
لاتے تھے۔ صاحب جی صاحبہ بڑی نیک نفس شریف پرور تھیں جب گوشہ نشینی اختیار کی تو ہمیشہ نماز و روزہ و وظایف

تسبیح و تہلیل میں تمام عمر بسر کی مگر کوئی اولاد موجود نہ تھی اس لئے راج کنور بائی نے چندا بی بی کو صاحب جی صاحبہ کے آغوش میں دیدیا اور خود عبادت الٰہی میں مشغول ہوئیں۔ آخر شب سے ایک پہر دن تک وظایف میں رہتی تھیں اور بمقتضائے قدردانی و نیک نامی حاجتمند و سائلین کو دس دس ہزار روپیہ تک نقد عطا کرتی تھی علاوہ انعام زر و جواہر تک عطا کرتی تھیں بہرحال کوئی سائل محروم نہیں جاتا تھا۔ علاوہ زہد و تقویٰ کے صاحب تصرفات و کمالات بھی تھیں بہرحال ۱۹ محرم سنہ کو راہی روضۂ رضوان ہوئیں اور کوہ شریف مرتضوی کے پائین دفن کی گئیں ہر سال ماہ لقا بائی بہت اہتمام سے عرس کرتی تھیں دو وقت پخت کر کے تمام فقرا و مساکین کو کھلاتی تھیں اور روشنی وغیرہ کا اعلے انتظام کیا جاتا تھا۔ الحاصل ماہ لقا بائی صاحب جی صاحبہ کی آغوش محبت میں پرورش پائیں اور ہر ایک علم و فن میں اعلے درجہ کا کمال حاصل کیا اور علم موسیقی میں یکتائے روزگار ہوئیں بارگاہ شاہی میں ہمیشہ باریابی کا فخر حاصل رہتا تھا اکثر سیر و شکار و مہمات میں بھی رہنے کی اجازت تھی جب نواب نظام علیخاں بہادر مع انگریز سفر پانگل سے معاودت فرمائے تو سنہ ۱۲۱۰ھ میں حیدرآباد پہونچکر ایک جشن مرتب فرمایا اور تمام امرا و منصبداروں کو خطاب و منصب علم و نقارہ سے سرفراز فرمایا اور بسبب نام کے چندا بی بی کو ماہ لقا بائی کا خطاب اور نوبت و گھڑیال و جاگیر وغیرہ سے سرفراز فرمایا۔

نواب نظام علیخاں بہادر جب بعمر ۲۔ سال ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ھ کو ۴۴ سال حکمرانی کے بعد راہی روضۂ رضوان ہوئے تو نواب میر اکبر علیخاں بہادر سکندرجاہ ثالث مسند نشین ہوئے اور نواب ارسطو جاہ بہادر حسب سابق مدار المہام ہوئے اور ماہ لقا بائی کا بھی ستارہ عروج پر رہا وہی نوازشات شاہی شامل رہے جب نواب ارسطو جاہ نے رحلت پائی تو نواب میر عالم بہادر مدار المہام ہوئے اور ماہ لقا بائی اون کی مصاحب خاص ہوگئیں چونکہ نواب میر عالم بہادر قدرداں اہل کمال تھے اس لئے ماہ لقا بائی کی صحبت سے کمال محظوظ ہوتے تھے اکثر شعر گوئی کی صحبت گرم رہا کرتی تھی اور ماہ لقا بائی نے شاعری میں نواب میر عالم بہادر کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا تھا ماہ لقا بائی کو شعر گوئی کا بیحد شوق تھا اور جناب امیر علیہ السلام سے کمال اعتقاد رکھتی تھیں چنانچہ اون کا طبعزاد ایک مختصر سا دیوان اردو میں طبع و شائع ہوچکا اور نام گلزار ماہ لقا بائی ہے تمام غزلیات بالالتزام پانچ شعری ہیں اور ہر ایک مقطع میں جناب امیر علیہ السلام سے توسل حاصل کیا ہے پانچ مقطع ذیل میں ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

بجز حق کے کوئی کب واصفِ وصفِ ائمہ ہو | رہا حیدا فلک پر بھی یہی نکتہ نہاں گویا
نازِ حیدا کو نہ ہو کیوں نوجوانی پر فلک | جس کو ہر دم ہے بھروسہ مرتضیٰ[۴] سے پیر کا
نہ حیدا کو طمع جنت کی نہ خوف جہنم ہے | رکھے ہے دو جہاں میں حیدرِ کرار[۴] سے مطلب
یا علی[۴] حشر میں دو حیدا کو | آب کوثر کی خوش گوار شراب
کر کے حیدا تو جبیں سائی شہِ مردان سے | مانگ لے دولت کونین عنایات کے وقت

بہرحال باوصف ساماں ثروت وحشمت اخلاق وتواضع بہت بڑے ہوئے تھے اکتساب علم کے لئے اکثر فصحا، علما، شعرا کی صحبت گرم رہتی تھی چونکہ طبیعت موزوں پائی تھی اس لئے لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں شہرۂ آفاق تھیں ہمیشہ مکلف لباس سے آراستہ وپیراستہ رہتی تھیں اکثر کتب وسیر وغیرہ کا مطالعہ کرتی تھیں کتاب خانہ ہر ایک علم وفن کے کتب سے مملو تھا متعدد کاتب ملازم تھے جو کتاب نئی نظر آجاتی فوراً اوس کی نقل کر لی جاتی تھی ہر روز ہزاروں فقرا ومساکین کا ہجوم رہتا تھا اور سادات کرام ومشائخین عظام کو بعنوان نذر دنیاز بہت کچھ عطا کرتی تھیں۔

اپنے وقت کی بہت پابند تھیں۔ روزانہ علی الصباح بیدار ہوتی تھیں بعد وضو نماز ادا کر کے وظائف میں مشغول ہوتیں اور صحیفہ کاملہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام پڑھ کر طلوع آفتاب کے بعد کلام مجید کی تلاوت میر علی عرف لاڈلے صاحب سے کرتی تھیں جب چاشت کا وقت آتا دسترخوان چنا جاتا تھا۔ قسم قسم کے کھانے ہوتے تھے خود بہت کم خوراک تھیں تھوڑا سا کھانے کے بعد وہ کھانا تمام خویش ورفقا میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

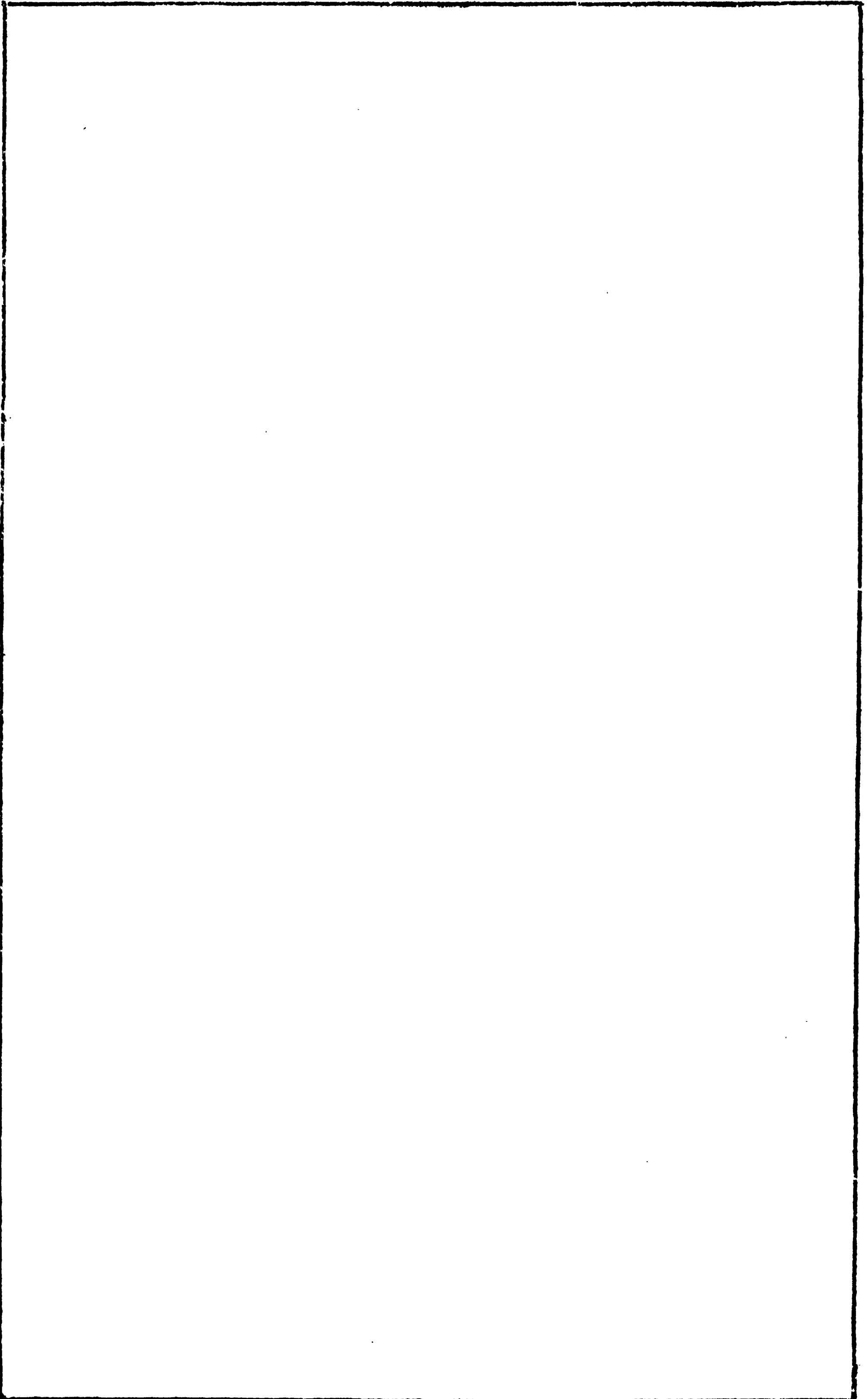
اس کے بعد بالاخانہ پر تھوڑی دیر سو جاتیں پھر نماز ظہرین کے بعد تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتی تھیں سہ پہر میں منشی متصدی اور اہل کارخانہ جات حاضر ہو کر افراد حسابات ملاحظہ میں گزرانتے جب اس سے فراغت پاتیں تو دو بزرگ حاضر ہوتے۔ اون سے روضۃ الصفا، حبیب السیر، جلاء العیون، نادر نامہ وغیرہ مطالعہ کرتی تھیں جب شام ہوتی تو نماز مغربین ادا کرتی تھیں بعد ازاں فن موسیقی کے اساتذہ حاضر ہوتے اور رقص وسرود کی تعلیم شروع ہوتی۔ چنانچہ کنیزان مہ پارہ مردنگ وسارنگ وجلترنگ وغیرہ بجاتے جو خوش الحانی میں ہم آواز رباب وچنگ تھے۔ خود بھی علم موسیقی میں کامل الفن تھیں لیکن پھر بھی خوش حال خاں صاحب سے اوس کے نکات ودقیقہ دریافت کرتی رہتی تھیں۔

مہ لقا بائی کا انتقال سنہ ۱۲۴۰ھ میں ہوا کسی نے کیا خوب تاریخ نکالی ہے جو اس کے مقبرہ پر کندہ ہے۔ اس حساب سے غالباً ان کا سن (۵۹) سال کا تھا۔ تاریخ انتقال ذیل میں درج ہے

ہاتف غیبی ندا داد بتاریخ او ❊ راہی جنت شدہ ماہ لقائے دکن
۱۲۴۰ھ

یہہ مقبرہ پائین کوہ شریف ایک اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور خانہ باغ بھی ہے۔ باغ کے دروازوں کے سامنے جلوہ خانہ بطور سرا کے مستحکم ہے۔ اب تک ہزارہا آدمی ہمیشہ عرس کے موقع پر اس سے راحت و آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور کوہ شریف پر بھی ایک عاشور خانہ نہایت مستحکم بنایا جو ابتک اچھی حالت میں ہے اور آس میں علم مبارک استادہ ہوتے ہیں۔ بہر حال ماہ لقا بائی کے تین سو کنیز اور متعدد خانہ زاد تھے منجملہ ان کے دو چھوکریاں موسوم بہ حسین افزا بائی و حسین لقا بائی سربرآوردہ و ممتاز تھیں چنانچہ بعد انتقال ماہ لقا بائی یہی دونو جیاں تمام مال و اسباب کی مالک ہوئیں علاوہ عمارات و باغات و زر و جواہر و اسباب وغیرہ کے ایک کروڑ روپیہ نقد تھا مزید برآں پنیال، سید پلی، حیدر گوڑہ، چندا پیٹھ، پلے پہاڑ مقطوعہ پلی باغ، مقطوعہ اڈی میٹ جاگیرات بھی تھیں چنانچہ بعد انتقال ماہ لقا بائی نواب سکندر جاہ بہادر نے مہاراجہ چندو لال بہادر کے نام حکم صادر فرمایا کہ ماہ لقا بائی کی تمام جائیداد و جاگیرات نگرانی میں لے لئے جائیں اور کنیزوں خانہ زادوں کو حسب مناسب تنخواہ کر دی جائے پس حسب فرمان مہاراجہ بہادر نے شاہی ضبطی کے احکام جاری کئے اس کے بعد کنیزوں کو اور خانہ زادوں کو فی نائکہ دس روپیہ فی کنیز پانچ روپیہ فی خانہ زاد ساتھ روپیہ کے حساب سے تنخواہیں اجرا فرمائیں۔

جب نواب ناصر الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت ہوئے تو حسین افزا اور حسین لقا بائی کا ستارا اوج کمال پر آیا اور ماہ لقا بائی کا تمام مال و اسباب ان دونوں کو واپس فرمایا اور جاگیرات بھی بحال کر دیے گئے چنانچہ یہ دونو اپنے زمانہ زندگی تک نجیب پرور صاحب سلوک و قدرداں و فیاض رہیں اور اعلےٰ درجہ کی سوز خوانی کرتی تھیں ان کی فیاضی و قدردانی بھی مشہور و معروف ہے حسین افزا بائی نے سنہ ۱۲۶۰ھ میں انتقال کیا اور حسین لقا بائی نے سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی ان دونو کے بعد شیرازہ پریشان ہوگیا تمام لوگ سرگردان ہوگئے۔



ھلع

آصف جاہ ثالث نواب سکندر جاہ بہادر

مغفرت منزل رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۱۸ھ - ۱۲۴۴ھ

فہرست

(مضمون) (صفحہ)

عہد آصف جاہ ثالث

آپ کے عہد میں بھی حسب سابق سرکاری ہیں جماعتیں مرثیہ خوانوں کی تھیں اوس کے جملہ مصارف سلطنت سے متعلق تھے سب کو کافی ماہواریں جاری تھیں تعلیم کے لئے باقاعدہ اوستاد مقرر تھے۔

شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب کیواں جاہ بہادر صاحبزادہ گان نواب نظام علیخاں بہادر جن کو نواب ارسطوجاہ بہادر نے تعلیم و تربیت فرمایا تھا۔ اس عہد ہمایون میں اپنی خوش اعتقادی اور شوق سے اپنے عاشور خانہ میں مرثیہ خوانی فرماتے تھے مگر نواب سلیمان جاہ بہادر کو مرثیہ خوانی سے بہت زیادہ شوق تھا جن کے حالات آیندہ تحریر ہیں۔

حضرت جہاں پرور بیگم صاحبہ کے محل میں ہمیشہ ایام عزا میں مجالس و تعزیہ داری ہوتی تھی اور خود نواب سکندر جاہ بہادر بھی کبھی کبھی تشریف لاکر شرکت فرماتے تھے۔

آپ کے عہد سلطنت میں کچھ دن نواب ارسطوجاہ بہادر وزیر اعظم رہے اوس کے بعد نواب میر عالم بہادر اون کے بعد نواب منیر الملک بہادر اور اس کے بعد مہاراجہ چندو لال بہادر عہدۂ جلیلہ وزارت پر ممتاز ہوے یہ سب وزرائے سلطنت بھی اپنے اپنے دور حکومت میں بڑی جد و جہد کیساتھ عزاداری امام مظلوم میں حصہ لیتے رہے اس کے علاوہ امرائے سلطنت بھی اپنے حوصلہ سے زیادہ اپنی خوش اعتقادی سے روز بروز عزاداری کو ترقی دیتے رہے۔

نواب رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر

شہزادہ نواب رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب سیف الملک کیواں جاہ بہادر یہ دونوں شہزادے اعلیٰ درجہ کی مرثیہ خوانی فرماتے تھے خصوصاً شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر کو رات دن یہی شوق و ذوق تھا اور یہی شغل رہتا تھا اور ہمیشہ مرثیہ ہی فرماتے تھے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے لکھنو سے عمدہ عمدہ مراثی منگوا کر اور اچھے اچھے خوشنویسوں سے لکھوا کے جمع فرمائے تھے اور بڑے بڑے استادوں کو تعلیم ذاکری حاصل کرنے کے لئے مقرر فرماتے تھے ان کے پڑھنے کے اکثر مرثیہ (۸۰ یا ۹۰) بند کے ہوتے تھے ہر سال اپنے عاشور خانہ کے عشرۂ اول میں خاص اہتمام کے ساتھ خود ذاکری فرماتے تھے اور اس کے علاوہ اربعین تک متعدد مجالس پڑھتے تھے۔

یہ دونوں شہزادے اپنے مذہب کے بڑے جوشیلے تھے ان کی تعلیم و تربیت نواب رسطو جاہ نے اعلیٰ اصول پر فرمائی تھی۔ ان کی اولاد میں بعض شیعہ مذہب رکھتے ہیں اور بعض اہل سنت ہیں اب ان کا عاشور خانہ نامدار النسا بیگم صاحبہ کی دیوڑھی میں سرکاری طور پر استادہ ہوتا ہے ان کی ہستی قابل قدر اور یادگار تھی بہت بڑے ذی علم صاحب فہم اور زیرک و مدبر سمجھے جاتے تھے اور لیاقت بھی ان کی مانی ہوئی تھی مگر امور سلطنت میں کبھی دخل نہیں دیا معاملہ کو بہت سوچ سمجھ کر انجام دیتے تھے ان کا عاشور خانہ اور محل اور دیگر شاندار عمارتیں اب تک موجود ہیں اکثر مکانوں میں اس وقت سرکاری دفاتر موجود ہیں گو اس وقت بہت کچھ خراب ہو گئے مگر موجودہ عمارت سے بھی شان و شوکت ظاہر و نمایاں ہوتی ہے ان کا مزار جیاگوڑہ میں ہے سرکاری ذریعہ سے نواب سلیمان جاہ مرحوم کا عرس بہ نگرانی محکمہ امور مذہبی علاقہ صرف خاص مبارک (۲۷) ذیحجہ کو صندل اور (۲۸) ذیحجہ کو چراغاں ہوتے ہیں۔

از سوانح نواب سلیمان جاہ بہادر (قلمی)

خوشحال خاں صاحب سوز خواں

یہ بہت بڑے صاحب کمال تھے اور اپنے فن علم موسیقی میں یکتائے روزگار ہونے کی وجہ خطاب کلاونت حاصل کیا تھا جس طرح اپنے فن میں کامل تھے اسی طرح سوزخوانی میں بھی ان کا مثل و نظیر نہیں تھا سوزخوانی بہت کم کرتے تھے لیکن ماہ محرم و صفر میں اکثر مجالس میں اعتقاداً ذاکری کرتے تھے جب اون کی ذاکری کی کوئی مجلس منعقد ہوتی تھی تو لوگ جوق جوق سننے کے لیے دور دور سے شریک مجلس ہوتے خوب مال کار حاصل ہوتا ان کی ذاکری میں ایک اثر خاص تھا اور مقبول ذاکر تھے۔ بڑے خوش اعتقاد آدمی تھے اپنا مال ہمیشہ نیک کاموں میں صرف کیا۔ مہ لقا بائی ان کی بڑی عزت و وقعت کرتی تھیں ان کے شاگرد بہت تھے مگر مشہور و معروف مہ لقا بائی سے کوئی زیادہ نہیں ہوا۔ امام حسین علیہ السلام کے حالات میں زبان سنسکرت میں متعدد دوہے کہے تھے۔ ان کے مختصر حالات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں تفصیلی حالات تاریخ ورکن گلزار آصفیہ وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

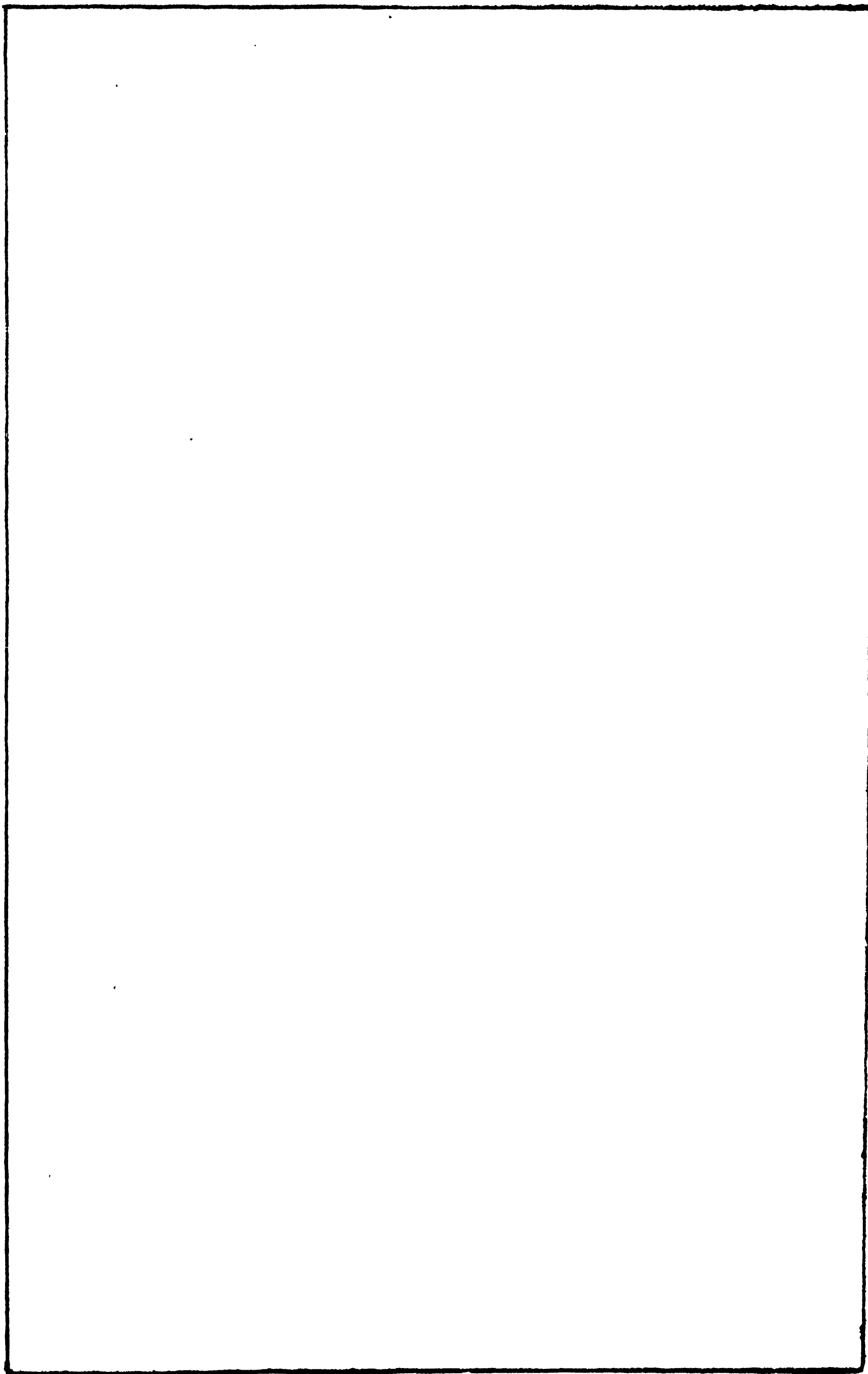
اکبر بادشاہ کے عہد میں میاں تان سین (جو قوم کا راجپوت کوت کھندارا تھا) نے علم موسیقی میں کمال تجربہ حاصل کیا تھا چنانچہ اس کمال کے بدولت بادشاہ کے بارگاہ سے (کلاونت) خطاب حاصل کیا اور اس کے بعد تان سین کا نواسا میاں نعمت مشہور بہ سدا رنگ جو میاں تان سین کا ثانی بلکہ اوس سے بھی ممتاز رہتا اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں فن موسیقی کی وجہ سے مقرب و مصاحب ہوگیا تھا اور منصب پنج ہزاری و خطاب خانی و خطاب (کلاونت) سے بھی سرفراز ہوا تھا گانے بجانے میں سدا رنگ کی تعریف و توصیف خارج از بیان ہے چنانچہ بادشاہ کے مصاحبت میں اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ ہر وقت بارگاہ حضروی میں باریاب رہتا تھا بلا قید اوقات باریاب ہونے کی اجازت تھی اس کے بعد فیروز خاں مشہور بہ ادا رنگ جو میاں نعمت سدا رنگ کا شاگرد تھا علم موسیقی میں بے نظیر اور شہرہ آفاق ہوا چنانچہ فیروز خاں ادا رنگ کے نغمات مثل ابونصر فارابی کے تھے جس وقت چاہتا اپنے گانے سے رونے والوں کو ہنسا دیتا تھا اور اوسی راگ کو ایسا مقلوب کرتا کہ ہنسنے والے کو رلا دیتا تھا۔ اس کے پانسو شاگرد تھے۔ ہر ایک اپنے فن میں کامل تھا لیکن ان میں کریم خاں قوم راجپوت کوت کھندارا جو رشتہ میں تان سین کا نواسا تھا منتشئے اور کامل تھا جس کا شہرہ تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ جس وقت نواب

حیدر علی خاں (حیدر ناٹک) ملک کرناٹک (دکن) پر حکمران تھا اوس کا ایک عزیز حلیم خان افغان میانہ سانور میں حاکم تھا جس نے کمال اشتیاق کے ساتھ کریم خاں کو معقول رقم بھیج کر ہندوستان سے طلب کیا تھا چنانچہ کریم خاں حسب طلب وارد دکن ہوکر حلیم خاں کی ملازمت اختیار کیا چونکہ حلیم خاں علم موسیقی سے ماہر نہ تھا صرف سننے کا شوق رکھتا تھا اس لئے کریم خاں بر داشتہ خاطر ہوکر حیدرآباد آیا اور نو سال تک راجہ ارگھنا تھ داس وراجہ بھوانی داس جو راجہ چندولال بہادر مدارالمہام کے چچازاد بھائی تھے اون کی سرکار میں بوجہ جوہر شناسی وقدر دانی کے ملازمت اختیار کی اس کے بعد دس سال تک نواب شکوہ جنگ بہادر جو نواب نظام علی خاں بہادر حضرت غفراں مآب کے بھانجے داماد تھے انکی سرکار میں بسر کیا بعدازاں بتقضاء الٰہی انتقال کیا ان کا مزار کوہ شریف کے راستہ میں موجود ہے۔ مرحوم کے دو فرزند تھے ایک رضا خاں دوسرے خوشحال خاں ان کا تخلص انوپ تھا فرزند آخرالذکر علم موسیقی اور زبان ہندی مثل برج بھاکا وتصنیف کبت و دوہرہ وغیرہ میں اپنے باپ سے بہتر اور کامل تھے جس کی تصدیق ہر ایک ماہر خاص نے کی تھی لیکن چند روز کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ مگر ماہ لقابائی نے بمقتضائے قدردانی جانے نہ دیا۔ چنانچہ خوشحال خاں نے اوس کی قدردانی پر حویلی خاصہ رنگ میں جو ماہ لقابائی کا مکان تھا سکونت اختیار کی۔ اگرچہ مہاراجہ چندولال بہادر مدارالمہام نے خوشحال خاں کو پچاس سوار ومنصب سے سرفراز فرمایا تھا لیکن سکونت ماہ لقابائی کے پاس ہی تھی۔ کبھی کبھی یادآوری کے موقع پر مہاراجہ بہادر کے پاس جاتے تھے اس کے سوا عیدین کے موقع پر نذر کے لئے حاضر ہوتے تھے اور مہ لقابائی ان کی دلدہی اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتی تھی اور ہزار ہا روپیہ سے سلوک وسلوک کرتی تھی خوشحال خاں نے ماہ لقابائی کے گھر میں ہی انتقال کیا ان کی قبر پائین کوہ شریف اپنے مقبرہ میں ہے کسی نے ان کی تاریخ رحلت کیا خوب نظم فرمائی ہے۔

تاریخ خوشحال خاں صاحب

خوشا نصیب کہ خوشحال خاں بکوہ شریف	کمان ومسجد عاشور خانۂ ذیشاں
بہ حسن نیت پاک وز راہ صدق وصفا	سرا وتکیہ برائے خدا چوں کردبنا
خردوبال بناہا بگفت مصرعہ خوش	بناہاد بہ قانون خوب روا فنرا

ان کی ایک مسجد سر بفلک یادگار خوشحال خاں بلدہ میں قریب زنانی پھاٹک موجود ہے اور مسجد خوشحال خاں
کے نام سے موسوم ہے اور مقام کوہ شریف ایک عاشور خانہ عالی شان اور ایک مسجد اور ایک کمان عالی شان
کمان خوشحال خاں انہی کے نام سے مشہور ہے اور کمان کے سامنے ایک جلوہ خانہ اور اطراف مسافرین وزایرین کوہ
شریف کے لئے ایک پختہ سرا ہے جس میں اب تک ہمیشہ رات دن مسافرین وزایرین نذر ونیاز کرتے ہیں مگر
فی زمانہ اکثر عمارت جا بجا سے منہدم ہو گئی ہے۔



عہد

حضرت غفراں منزل رحمتہ اللہ علیہ

نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع

سنہ ۱۲۴۴ تا سنہ ۱۲۷۳

فہرست

نمبر — صفحہ

صفحہ
عہد حضرت آصف جاہ رابع

آپ کے عہد میں عزاداری امام کے لئے سلطنت سے ہزار ہا روپیہ کے اخراجات مقرر تھے اور ہر شخص امیر و فقیر با اطمینان تمام نہایت خلوص سے عزاداری کرتا تھا چنانچہ خود بدولت بھی اِس میں بہت حصہ لیتے تھے اور جو جو چیزیں قدامت سے جاری تھیں وہ سب برقرار رہیں اس کے علاوہ آپ نے نذر و نیازات میں بہت کچھ اضافہ فرمایا آپ کو عزاداری کا بہت خیال تھا اور آپ حضرت امام حسین علیہ السلام سے قلبی محبت رکھتے تھے آپ کو جہاں پرور بیگم صاحبہ نے پرورش فرمایا۔ اور بہت اچھی طرح باقاعدہ تعلیم و تربیت میں حصہ لیا تھا جو نواب سپہدار جنگ سیف الدولہ بہادر عرف مالی میاں کی دختر اور نواب ارسطو جاہ بہادر کی پوتی تھیں حالانکہ ان کے فرزند نواب میر تفضل علیخاں بہادر عرف میر بادشاہ تھے مگر بیگم صاحبہ نے نواب ناصر الدولہ بہادر کو پرورش فرمایا تھا اِس سبب سے اپنے بیٹے پر ترجیح دے کر نواب ناصر الدولہ بہادر کو تخت سلطنت پر جلوہ افروز فرمایا یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔

بیگم صاحبہ کے پاس ہمیشہ عزاداری ہوتی تھی آپ کے مجالس میں اکثر نواب سکندر جاہ بہادر بھی شرکت فرماتے تھے بیگم صاحبہ کی دو صاحبزادیاں تھیں ایک ناکتخدا انتقال فرمائیں دوسری کی شادی میر ابو القاسم صاحب نواب نصیب الدولہ بہادر سے نواب ناصر الدولہ بہادر نے اپنے عہد میں کردی۔

آپ نے اپنے عہد سلطنت میں سلاطین قطب شاہیہ کے قبور کے لئے بغرض عود و گل معمول جاری فرمایا اور درستگی مقبرہ کی طرف متوجہ ہوے اور حفاظ برائے ختم قرآن مقرر فرمائے جس کا سلسلہ آج تک جاری و قایم ہے

آپ اکثر الاوہ بی بی کو علم مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے

آپ کے عہد سلطنت میں ضریح الاوہ بیتاں ماتم کے ساتھ اوٹھائی جاتی تھی بلکہ آپ خود حویلی قدیم سے زیارت فرماتے جو سرکار سے نذر و نیازات و معمول مقرر تھے اوس کے علاوہ دیوانی سے بھی علحدہ معمول مقرر فرمایا۔

آپ کی توجہ کی وجہ سے مہاراجہ چندو لال بہادر مدار المہام بھی عزاداری امام علیہ السلام میں بہت حصہ لیتے

تھے مہاراجہ بہادر کے پاس بیس اکیس مرثیہ خوانوں کی جماعتیں ملازم تھیں۔ محرم میں روزانہ شب میں مجلس ہوتی تھی جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ وزاری ہوتی اوس کو انعام دیا جاتا اور دوشالہ اوڑھایا جاتا تھا۔

سلطنت کی جانب سے بھی سترہ یا بائیس جماعتیں مرثیہ خوانی کرتی تھیں جن میں سے منتخب اور اعلیٰ درجہ کے مرثیہ خوان ہمیشہ باریاب رہنے اور پیشی مبارک میں مرثیہ خوانی کا شرف حاصل کرتے نذر و نیازات اور مذہبی امور زیادہ تر انہیں مرثیہ خوانوں کے ذریعہ انجام پاتے۔

بہرحال آپ کا زمانہ مثل اپنے بزرگوں کے نہایت امن و امان سے گزر رہا تھا ہندو مسلمان سنی اور شیعہ اپنے فرائض مذہبی کو باآزادی تمام انجام دیتے تھے اور سلطنت کی جانب سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی تھی، اور عزاداری میں ہمیشہ ہندو مسلمانوں سے زیادہ میدان عمل میں آگے آگے رہتے تھے، سنی اور شیعہ تو بالکل ایک تھے مگر کچھ ناعاقبت اندیش سلطنت کے دشمنوں نے محض بغض اللہ لوگوں کو فراہم کرکے ایچ پیچ بناکر اور ہزارہا روپیہ صرف کرکے مذہبی جھگڑا چھیڑ دیا جس کی وجہ سے سنی و شیعہ فساد ۱۲۶۱ھ میں برپا ہوگیا مگر واہ رے منتظم سلطنت نواب سراج الملک بہادر مدارالمہام اور نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال نے نہایت فراست و دانائی اور حکمت عملی سے اس واقعہ کو فرد کردیا ورنہ بہت کشت و خون ہوتا جس کا تفصیلی حال آئندہ مرزا عباس صاحب سوز خاں کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہرحال آپ کو اہلبیت علیہ السلام سے بہت محبت تھی اور عزاداری امام حسین علیہ السلام سے خاص دلچسپی تھی آپ کے معلومات بہت وسیع تھے اور آپ بڑے ذی علم لایق و فایق تھے عربی و فارسی میں آپ کا مثل و نظیر نہیں تھا اچھے استادوں سے تعلیم حاصل فرمائی تھی۔

آپ کے عہد میں پہلے مہاراجہ چندو لال بہادر دیوان رہے اوس کے بعد کچھ دن راجہ رام بخش نے دیوانی کا کام انجام دیا اس کے بعد نواب سراج الملک بہادر مدارالمہام ہوئے پھر کچھ دن کے لئے وہ ہٹا دیئے گئے اور شمس الامراء بہادر وزارت کا کام کرنے لگے جب ان سے نہیں سنبھلا تو نواب سراج الملک بہادر دوبارہ وزیر اعظم ہوئے ان کے انتقال کے بعد نواب مختار الملک بہادر کو اپنے چچا کی جگہ سرفرازی ہوئی۔

واحد خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بلدہ حیدرآباد دکن کے بہت بڑے ذاکر تھے اور ذاکری میں کامل مہارت و اعلےٰ درجہ کی قابلیت رکھتے تھے۔ ان کے معلومات بھی بہت وسیع تھے اپنے ہمعصروں میں ان کا مثل و نظیر نہ تھا ایک سوز کو پچاس قسم سے پڑھتے تھے ان کی عزت و وقعت بلدہ میں بہت تھی اور اطراف و اکناف حیدرآباد بلکہ تمام بلاد ہندوستان میں ان کا نام نامی مشہور تھا۔ یہ بہت سلیس سلیس مرثیہ پڑھتے تھے مگر ان کے سلیس مرثیہ تیر و خنجر کا کام کرتے تھے ان کی مجالس میں زیادہ حضرات اہل سنت شوق سے شریک ہوتے تھے اور ان کا پڑھنا بہت پسند کرتے تھے اکثر اہل سنت موسیقی اور مرثیہ خوانی میں ان کے شاگرد تھے۔ اُن کو بہت غصہ تھا اور غصے والے مشہور تھے۔ اُن کے اہل و عیال اُن سے بہت ڈرتے تھے یہ ہمیشہ چیں بہ جبیں رہتے تھے اور بہت کم بات چیت کرتے تھے مگر ان کا کمال ایسا تھا کہ ہر شخص ان کا شیدا تھا اور دل سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

اوائل زمانہ شباب میں یہ بہت بدگو تھے مگر اس قدر محنت شاقہ کی کہ بیان سے باہر ہے وطن چھوڑا۔ بیرون ممالک میں رہے طرح طرح کی آفت و مصیبت جھیلی جب اتنا نام ہوا کہ قدیم لوگ اس وقت تک یاد کرتے ہیں کہ عجب ہستی تھی ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں بلکہ یکتائے روزگار ہوئے اور تمام بلاد ہند میں مشہور ہو گئے ان کا نام نامی سن کر ایک دفعہ نواب محمد غلام غوث خاں بہادر والی مدراس نے حیدرآباد سے دو مرثیہ خوانوں کو طلب فرمایا ایک واحد خاں صاحب دوسرے حسن صاحب مرثیہ خوان۔ مدراس جانے کے بعد نواب صاحب بڑی عزت و توقیر سے پیش آئے اور مجالس عزا مقرر کئے تمام شہر میں اعلان کیا گیا لوگ جوق جوق آنے لگے ہزارہا آدمی کا مجمع ہوا پہلا دن حسن صاحب کے لئے دوسرا دن واحد خاں صاحب کے لئے مقرر ہوا مگر پہلے دن حسن صاحب ذاکری کر نہ سکے کچھ رعب مجلس ہو گیا تو نواب صاحب نے یہ دیکھ کر واحد خاں صاحب کو بلوا کر پڑھوایا خوب مجلس ہوئی نواب صاحب بہت خوش ہوئے پھر دوسرے دن حسن صاحب نے ذاکری کی یہ بھی خوب مجلس ہوئی مگر واحد خاں صاحب کے نام کا سکہ جم گیا۔

نواب صاحب نے یاد فرما کر اپنا ایک قصیدہ مرحمت فرمایا کہ اس پر سوز رکھ کر پڑھو واحد خاں صاحب

نے ہر شعر ایک خاص طور پر رکھ کر پڑھا جس سے نواب صاحب اور علم موسیقی کے جاننے والوں نے خوب تعریف کی اور بہت خوش ہوے۔ نواب صاحب نے جاتے وقت بہت انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اہل مدراس ان کے مرید خاص ہو گئے، سیکڑوں آدمی شاگرد ہوئے ہر قسم کا سلوک مسلوک تحفہ و تحائف ساتھ کئے۔

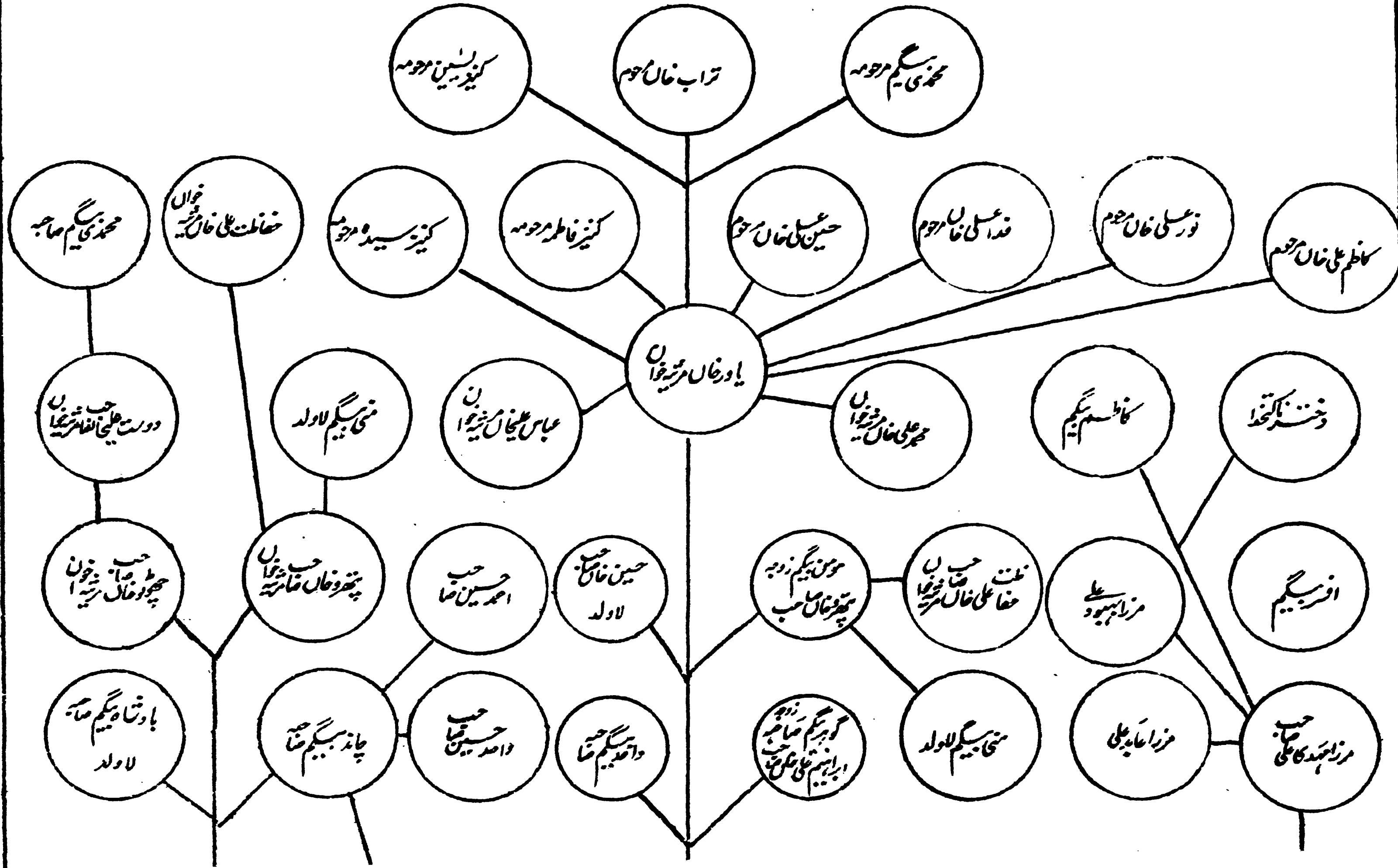
ان کے شاگرد علاوہ حیدرآباد دکن و مدراس کے مچھلی بندر و بنگن پلی و ہندوستان میں کثرت سے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حیدرآباد میں بہت کم رہتے تھے ہمیشہ محرم و صفر کے بعد سفر اختیار کرتے تھے بہرحال تمام عمر انکی سیاحت میں گزری۔

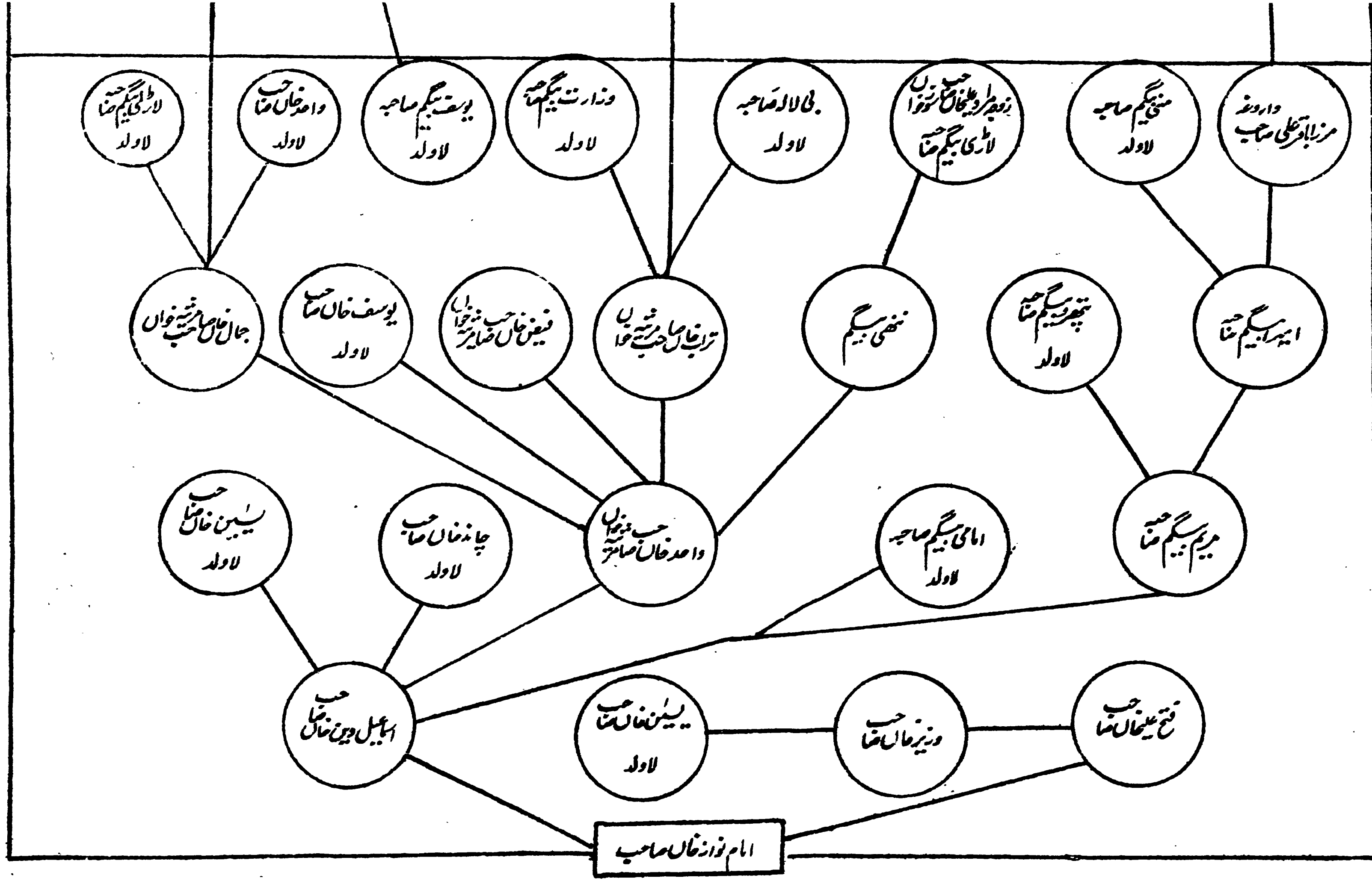
حیدرآباد دکن کی طرز سوز خوانی کے موجد واحد خاں صاحب و حسن صاحب یہ دو نو بزرگوار ہیں انھوں نے بہ پاس خاطر علمار کرام اپنے طرز سوز خوانی کو بڑی حکمت سے بدل دیا اور ایک نئی صورت ایسی اختیار کی کہ جس کو علمار اکرام نے پسند فرماکر سماعت فرمانے میں دریغ نہیں فرمایا۔ موجودہ طرز کے سوز مرثیہ جو اس وقت ذاکرین حیدرآباد پڑھتے ہیں وہ تمام و کمال واحد خاں صاحب و حسن صاحب مرثیہ خوانان کے ایجاد کردہ ہیں، انھوں نے ایک ایسا طریقہ نکالا کہ تمام بلاد حیدرآباد کے ذاکرین نے اسی کو رواج دیکر رونق دی۔

ان کی ذاکری کا عروج زمانہ سلطنت (غفراں منزل) یعنے نواب ناصر الدولہ رحمۃ اللہ علیہ تھا اور اُسی زمانہ میں انتقال کئے ان کا مکان بمقام گولی گوڑہ قریب مسجد پتھر تھا وہاں سے میت لے جا کر تکیہ جان اللہ شاہ صاحب میں دفن کئے گئے ہزاروں آدمی میت کے ساتھ تھے جہاں قدیم سے ان کا ہڈوارا تھا مگر بعد طغیانی قبروں کا پتہ نہیں چلتا تمام قبور طغیانی میں نذر موسیٰ ہو گئے۔ قدیم سے یہ طرز تھا کہ آخر سال ماہ ذیحجہ میں مرثیہ خوانان بلدہ اپنی اپنی سالانہ مجلس کسی نہ کسی الاوہ میں کرتے تھے اور اپنے کمالات اور نئے نئے مرثیہ اور نئے نئے سوز حاصل کرکے مومنین کو جمع کرکے سناتے اور تمام سوز خوانان و مرثیہ خوانان اوس کی داد دیتے تھے۔ چنانچہ ان کی مجلس سالانہ ۲۱ ذیحجہ کو بمقام نعل مبارک واقع پتھر گٹی ہوا کرتی تھی کثرت سے مجمع ہوتا تھا جس کا اہتمام سال بھر ہوتا تھا لوگ مدعو ہوتے تھے کھانے وغیرہ کا خاص انتظام کیا جاتا تھا اس قدر وعدے لئے جاتے تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے

ان کے جد اعلےٰ نواب نور الامرا بہادر مرحوم کے ساتھ دہلی سے آئے تھے ان کا اصلی وطن (سمانہ) بیان کیا جاتا ہے انکے آباء و اجداد کی کئی پشت حیدرآباد میں گزری۔ ان کے جد امجد کا نام (امام نواز خاں بہادر) تھا مہاراجہ راؤ رنبھا کی فوج کے سپہ سالار تھے مہاراجہ کا ان پر بہت بھروسہ اور اعتماد تھا اکثر معرکوں میں ساتھ رہے اور جہاں گئے خداوند عالم

کامیاب کیا چنانچہ اُن کو (خان بہادر) کا خطاب بھی حاصل ہوا تھا بڑی عزت و وقعت تھی ان کے دو فرزند تھے
ایک اسماعیل دین خاں صاحب دوسرے فتح علی خاں صاحب ان کا تعلق بھی مہاراجہ بہادر کے پاس سے تھا۔
اسماعیل دین خاں صاحب کو تین فرزند اور دو لڑکیاں تھیں بڑے فرزند واجد خاں صاحب اُون سے چھوٹے
یسٰین خاں صاحب اون سے چھوٹے چاند خاں صاحب تھے آخر الذکر یہ دونو بھائی لاولد انتقال کئے۔
بڑی لڑکی کی شادی رستم علیخاں صاحب کے ساتھ ہوئی یہ نواب رزیڈنٹ بہادر حیدرآباد کے داروغہ
تھے یہ اوس زمانے میں بہت مالدار سمجھے جاتے تھے اُن کی بھی دو لڑکیاں تھیں بڑی لڑکی کی شادی مرزا اعظم
علی صاحب سے ہوئی اُون سے مرزا باقر علی صاحب مہتمم باغات مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیدا ہوے اب باقر
علی صاحب کی اولاد کا سلسلہ مرزا مہدی علی صاحب سے جاری و قایم ہے۔
دوسری چھوٹی لڑکی تا کتخدا انتقال کی۔
فتح علی خاں صاحب کو ایک فرزند وزیر خاں صاحب تھے اُون سے ایک فرزند یسٰین خاں صاحب
پیدا ہوا یہ بھی لاولد انتقال کئے۔
واحد خاں صاحب کی دو شادیاں ہوئیں پہلے بی بی مولوی سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار علاقہ سرکار عالی
کی بہن تھیں اُن سے جمال خاں صاحب مرثیہ خوان و یوسف خاں صاحب پیدا ہوے یوسف خاں صاحب
لاولد انتقال کئے جمال خاں صاحب کا ذکر آیندہ تحریر کیا جائے گا۔ دوسری بی بی سے تراب خاں صاحب و
فیض خاں صاحب اور ایک لڑکی پیدا ہوی۔ اس لڑکی کی شادی مراد علی خاں صاحب
سوز خوان مرحوم سے ہوئی وہ بھی لاولد انتقال کی۔ تراب خاں صاحب و فیض خاں صاحب کا حال آیندہ تفصیل
سے تحریر کیا جائے گا۔
سمجھ میں آنے کے لئے شجرہ کی صورت خاندانی نام آیندہ صفحہ پر درج ہیں ملاحظہ فرمائیں۔


تراب خاں مرحوم
محمدی بیگم مرحومہ
محمدی بیگم صاحبہ
حفاظت علی خاں مرثیہ خواں
کنیز سیدہ مرحومہ
کنیز فاطمہ مرحومہ
حسین علی خاں مرحوم
فدا علی خاں مرحوم
نور علی خاں مرحوم
کاظم علی خاں مرحوم
یاور خاں مرثیہ خواں
عباس علیخاں مرثیہ خوان
محمد علی خاں مرثیہ خواں
منی بیگم لاولد
افسر بیگم
احمد حسین صاحب
حسین خاں صاحب
لاولد
واحد حسین صاحب
چاند بیگم صاحبہ
بادشاہ بیگم صاحبہ
لاولد
منی بیگم لاولد
مرزا عابد علی



امام نواز خاں صاحب
اسماعیل دین خاں صاحب
یٰسین خاں صاحب
لاولد
وزیر خاں صاحب
فتح علیخاں صاحب
یٰسین خاں صاحب
لاولد
چاند خاں صاحب
لاولد
واحد خاں صاحب مرثیہ خواں
امامی بیگم صاحبہ
لاولد
مریم بیگم صاحبہ
جمال خاں صاحب مرثیہ خواں
یوسف خاں صاحب
لاولد
فیض خاں صاحب مرثیہ خواں
تراب خاں صاحب مرثیہ خواں
ننھی بیگم
چھوٹی بیگم صاحبہ
لاولد
امیرا بیگم صاحبہ
لاڈلی بیگم صاحبہ
لاولد
واحد خاں صاحب
لاولد
یوسف بیگم صاحبہ
لاولد
وزارت بیگم صاحبہ
لاولد
بی لالہ صاحبہ
لاولد
زوجہ مرزا ولی علیخاں صاحب مرثیہ خواں
لاڈلی بیگم صاحبہ
منجھلی بیگم صاحبہ
لاولد
داروغہ
مرزا باقر علی صاحب

حسن صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حیدرآباد دکن کے منتخب اور اعلےٰ ذاکرین میں مشہور تھے اور فن ذاکری یعنے سوز خوانی میں کافی مہارت اور اعلےٰ قابلیت رکھتے تھے ان کے سوز مرثیہ آج تک مرثیہ خوانان حیدرآباد میں بہت زیادہ رائج ہیں ان کے شاگرد بلدہ میں اور اطراف واکناف بہت تھے منجملہ اون کے مومن علی صاحب مرثیہ خواں ساکن کالی روا وسید دلدار علی صاحب مرثیہ خواں خاص شاگردوں میں مشہور تھے۔

یہ بہت سنجیدہ عقلمند اور دور اندیش متین آدمی تھے نہایت متانت سے اپنی زندگی بسر کی کبھی کسی امیر کے پاس نہیں گئے اور نہ کبھی اپنی حاجت کسی سے ظاہر کی خود اہل فن واہل کمال انکے پاس روزانہ جمع ہوتے تھے اور اپنے فن ذاکری کے چرچے ہوا کرتے تھے۔

آخر سال ماہ ذیحجہ میں مرثیہ خوانان سالانہ مجلس کرنے کا طریقہ قدیم سے مقرر تھا ہر مرثیہ خوان اپنی مجلس بڑے اہتمام سے کرتا تھا اور نیا مرثیہ اور نیا سوز ایجاد کرکے پڑھتا تھا اور اپنے ہمعصر ذاکرین کو جمع کرکے سناتا تھا علاوہ مرثیہ خوانان کے دوسرے حضرات بھی دور دور سے یہ مجالس سننے کے لئے اشتیاق کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔

سال بھر اس مجلس کا انتظام کیا جاتا تھا اور ہر مرثیہ خوان اپنے اپنے کمال کا اظہار کرتا تھا۔ بہرحال انکی مجلس (۲۷ ذیحجہ) کو دایرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں حضرت کی قبر پر ہوتی تھی۔ ایک سال کا اتفاق یہ ہے کہ انکے ایک شاگرد رشید سید دلدار علی صاحب مرثیہ خوان نے ان کا مرثیہ اور نیا سوز جو اس سال کے لئے یاد کیا گیا تھا پیش خوانی میں بیٹھ کر پڑھ دیا حسن صاحب کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ مرثیہ خوب پھلا پھولا خوب رقت ہوئی لوگوں نے حسن صاحب کی خوب تعریف کہ آپ کا کیا خوب شاگرد ہے اس کے بعد حسن صاحب کو لوگوں نے مجبور کیا کہ آپ بھی کچھ پڑھیں حسن صاحب نے کہا مجلس خوب ہوگئی میں پڑھتا تو کیا اور میرا شاگرد پڑھا تو کیا ایک ہی بات ہے۔ بہرحال حسن صاحب نے نہیں پڑھا اور سید دلدار علی صاحب سے کہا کہ یہ جوانا مرگی کے چلے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ دن بعد وہ نوجوان شباب کے عالم میں انتقال کیئے۔

حسن صاحب کو کوئی اولاد ذکور نہیں تھی صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی سید اولیان صاحب مرثیہ خوان سے ہوئی تھی، عین شباب کے عالم میں سید اولیان صاحب کا انتقال ہونے پر ان کی بی بی نے کربلائے معلی کو ہجرت کی مدت العمر وہیں رہیں اور وہیں انتقال کیا حسن صاحب کا انتقال بلدہ میں ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قدس سرہ میں دفن ہوئے۔

حسن صاحب کے بعد انکی مجلس سالانہ اون کے داماد سید اولیاں صاحب فرزند ولی صاحب مرثیہ خوان کرنے لگے جب اون کا بھی انتقال جوانی میں ہوگیا تو یہ مجلس سید ولی صاحب مرثیہ خواں کرنے لگے کہ یہ مجلس میرے فرزند کی یادگار ہے جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو کچھ دن درویش علی صاحب برادر ولی صاحب مرثیہ خوان کرنے لگے۔

سید ولی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ بہت سید ھا سید ھا مرثیہ پڑھتے تھے حیدرآباد کے مشہور مرثیہ خوانان میں ان کا شمار تھا امرائے بلدہ میں ان کی بڑی عزت ووقعت تھی بڑے بڑے لوگوں میں آمدورفت تھی تمام مرثیہ خوانان اون کو اوستاد سمجھتے تھے سرکاری ملازم تھے گھر کے بھرے پورے تھے اس لئے اپنی زندگی نہایت شان وشوکت سے ضعیفی کے عالم تک بسر کی یہ اور ان کے چھوٹے بھائی سید غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان دونوں مل کر بگروہی مرثیہ خوانان کا کام انجام دیتے تھے مگر زیادہ حصہ انتظام سید غلام اصغر صاحب کے ذمہ تھا کبھی کبھی بعض مقامات پر بوجہ ضرورت یہ بھی شریک کار ہوجاتے تھے۔

یہ نہایت سنجیدہ دوراندیش باریک بین محتاط آدمی تھے اس کے علاوہ بہت سیرچشم بھی تھے۔ جب کبھی ان کے پاس کوئی تقریب مثل مجلس وغیرہ کے ہوتی تو مرثیہ خوانان کو پڑھواکر دوشالہ یا رو ال اوڑھاتے تھے اور نذر بھی دیتے تھے مگر تراب خاں صاحب مرثیہ خوان سے بہ نسبت دوسرے مرثیہ خوانان کے زیادہ محبت کرتے تھے اور تراب خاں صاحب بھی اون کا بہت ادب اور پاس ولحاظ کرتے تھے بہرحال یہ بڑے وقعت کے آدمی تھے۔

ان کی سالانہ مجلس ۲۰ ذیحجہ کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوا کرتی تھی۔ یہ خود تا زندگی اوسی حالت ضعیفی میں نہایت متانت سے نیا مرثیہ پڑھتے تھے گویا ہر قمری سال میں یہ مرثیہ خوانوں کی آخری مجلس تھی اس مجلس کا بڑا انتظام کرتے تھے بہت سے آدمی علاوہ مرثیہ خوانوں کے مدعو ہوتے تھے تکلف سے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا اور اس مجلس کے لئے علاوہ صرف خاص مبارک سے سالانہ (ماہانہ ۱۲۵ یا صرف ۱۱)بطور امداد سرکاری معمول بھی مقرر تھا مگر یہ اس سے زیادہ اپنی ذات سے بھی شریک کرتے تھے۔

حیدرآباد کے اکثر مرثیہ خوان ان کے شاگرد تھے اور جملہ مرثیہ خوانان ان کا سید غلام اصغر صاحب سے زیادہ ادب ولحاظ کرتے تھے ان کی بات بڑی وقعت کی سمجھی جاتی تھی۔

یہ دونو بھائی واحد خاں صاحب کے شاگرد تھے بعض اس کے خلاف بھی بیان کرتے ہیں اعلم عنداللہ۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ دنگل کوہ شریف میں حسب عادت گروہ مرثیہ خوانان ذاکری کرتے ہوئے قنادیل لیجا رہے تھے۔ حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ کوہ شریف پر باغ ابن صاحب میں تشریف رکھتے تھے۔ مرثیہ خوانی کی آواز سنکر ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے عرض کیا کہ سالانہ سرکار کی سلامتی کی ایک ایک قندیل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن علیہ السلام پر مرثیہ خوانان چڑھا کر تین دن (۲۵ و ۲۶ و ۲۷) ربیع الاول کو مجلس و دنگل کر کے بعد ختم دنگل سرکار اور صاحبزادگان بلند اقبال واہل ملک کے لئے دعا کرتے ہیں۔

یہہ سلسلہ زمانہ سلاطین قطب شاہیہ سے برابر جاری و قائم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا سب کو ٹہراؤ میں شریک ہوتا ہوں۔ بہر حال اپنی شرکت سے گروہ مرثیہ خوانان بلدہ کی عزت افزائی فرمائی اور حکم فرمایا کہ آج تو دنگل ہے انجام دیا جائے۔ اس کے بعد کوئی مرثیہ خوان بغیر میری اجازت کے نہ جائے میں سب کو سنوں گا۔ بہر حال تینوں دنگل کے بعد سرکار نے سب مرثیہ خوانوں کو یاد فرمایا اور ایک ایک مرثیہ خوان کی ذاکری سماعت فرمائی۔ بعض مرثیہ خوانوں سے متعدد مرثیہ سنے اور سب کی تعریف فرما کر عزت افزائی فرمائی اور فرمایا کہ میں جب تک رخصت نہ کروں کوئی مرثیہ خوان یہاں سے نہ جائے۔ تمام مرثیہ خوان اپنے ذاتی مصارف برداشت کر کے قریب ایک ماہ یا اس سے زیادہ کوہ شریف پر مقیم رہے۔ سید ولی صاحب اور غلام اصغر صاحب روزانہ باریاب ہوتے تھے۔ سید ولی صاحب موقع محل کے طالب تھے اور شاہی آداب سے بھی واقف۔ ان کی باتیں بھی نہایت متانت کی ہوتی تھیں۔ اگر کوئی بات دریافت فرمائی۔ اس کا جواب نہایت ادب سے عرض کیا۔ ورنہ خاموش رہے۔ اسی طرح روزانہ حاضر رہتے تھے مگر غلام اصغر صاحب زیادہ کوشاں تھے کہ جو کچھ بھی ہو جلد ہو۔ ہم کب تک یہاں رہیں۔ ہمارا نقصان ہو رہا ہے۔ مجالس جا رہے ہیں ہماری ذات سے کہاں تک کھائیں۔ ایک ایک سے ملتے تھے اور موقع کے طالب تھے۔ ان کا کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ مجبور تھے اور ان ایام میں حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ کو جناب سردار بیگم صاحبہ سے فرزند پیدا ہوا تھا۔ ہر روز عید اور ہر شب شب برات تھی۔ نہایت خوش و خرم تھے۔ خیر و خیرات بہت جاری تھی۔ ہزار ہا غریب و فقیر عطیہ سلطانی سے مالا مال ہو رہے تھے۔ مرثیہ خوانان کے متعلق خود بدولت کا خیال بہت اچھا تھا اور کئی مرتبہ ارشاد بھی فرماتے تھے کہ یہہ لوگ فخر اکرام ہیں

ان کو عزت کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے اور اکثر مرتبہ نواب محبوب یار جنگ مرحوم کے سامنے اظہار خیال بھی فرما چکے تھے کہ عنقریب ان کی رخصت کا انتظام کیا جائے اور اپنے دست مبارک سے سب کے نام بھی نوٹ فرمائے تھے مگر غلام اصغر صاحب کو انتہا کی جلدی تھی۔ کبھی کبھی یاددہی بھی کرتے اور نواب محبوب یار جنگ مرحوم سے زیادہ اصرار تھا کہ آپ جلدی کوئی صورت نکالیں۔ نواب صاحب موصوف ہمیشہ تشفی دیتے تھے کہ انشاء اللہ دیر آید درست آید۔ جلدی نہ کرو میں بھی موقع کا طالب ہوں۔ سرکار نے وعدہ فرمایا ہے۔ موقع دیکھکر عرض کرتا ہوں۔ اور یہی جواب نواب افسر الملک مرحوم نے بھی دیا۔ سید ولی صاحب ہرچند روکتے رہے مگر ایک دن غلام اصغر صاحب نے موقع پاکر عرض ہی کر دیا کہ سرکار ہم کو رخصت فرمائیں اور جو کچھ ہو مجھے ملے۔ میں سب کو تقسیم کردوں گا۔ میں سب کا سرگروہ ہوں۔ سرکار نے ایک دفعہ سنا اور چپ ہو گئے اس کے بعد غلام اصغر صاحب نے وزیر صاحب فراش سے ملکر اور کچھ وعدہ وعید کرکے ایک درخواست پیش کردی۔ اس وقت وزیر صاحب کی کمان بہت چڑھی ہوئی تھی۔ درخواست پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ہاں مجھ کو ان لوگوں کا بہت خیال ہے۔ انشاء اللہ اس کے لئے انتظام کرتا ہوں۔ جب اس کو دس بارہ روز کا عرصہ ہوا تو ایک دن موقع پاکر غلام اصغر صاحب نے پھر عرض کیا۔ اب کیا تھا گستاخی کی پاداش میں وہاں سے نکال دیئے گئے۔ آنا جانا بند ہو گیا۔ تمام مرثیہ خوان کوہ شریف سے اسی طرح واپس ہو گئے بہرحال غلام اصغر صاحب کی جلد بازی نے خراب کیا ورنہ کچھ نہ کچھ ضرور لحاظ کیا جاتا۔ سید ولی صاحب کو اس قدر صدمہ اور رنج ہوا کہ بیان سے باہر مگر کیا کرتے۔ اس کے بعد وہ شہزادہ جو حضرت سردار بیگم صاحبہ سے تولد ہوا تھا اس کا بھی انتقال کوہ شریف پر ہی ہو گیا اور خود بدولت بھی کوہ شریف سے واپس بلدہ ہو گئے۔ سرکار کو اس بچہ کا بہت رنج ہوا۔

سید ولی صاحب کے ایک فرزند نامی سید اولیاں صاحب مرثیہ خوان تھے۔ ان کا عین شباب کے عالم میں انتقال ہو گیا۔ ضعیف باپ کو جوان بیٹے کا صدمہ پناہ بخدا کیا کرتے جو مشیت ایزدی۔ بہرحال بہت بڑا صدمہ پہنچا۔ ان کے فرزند کا تفصیلی حال آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ اس کے بعد ضعیفی کا عالم۔ پھر غلام اصغر صاحب چھوٹے بھائی بھی شہید ہوئے۔ یہ غم بالائے غم ہوا۔ ان کا ذکر بھی آیندہ تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائیگا۔

بہرحال یہ دونوں صدمے اٹھانے کے بعد ضعیفی میں یہ بھی انتقال کئے۔ وقت انتقال ان کا سن غالباً

(۹۰) سال کا ہوگا۔ میت میں تمام مرثیہ خوانان و مومنین کا کافی مجمع تھا۔ ایرانی گلی میں ان کا مکان ذاتی تھا وہیں انتقال کئے۔ ان کی قبر دائرۂ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں واقع ہے۔

ان کا قد بہت بلند و بالا تھا۔ بالکل دبلے پتلے منحنی تھے۔ مگر رعب و داب ایسا تھا کہ لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے۔ یہ قدیم وضع کے آدمی تھے۔ ان کا لباس بھی قدیم وضع کا تھا۔ ہمیشہ انگرکھا کلی وار پہنتے تھے اور شملہ چھینٹ کا پگڑی کی وضع کا باندھتے تھے۔ نہایت خوبصورت اور بلند حوصلہ کے آدمی تھے ان کے خیالات بھی بہت اچھے تھے۔ معمولی چیزوں سے ہمیشہ کنارہ کشی کرتے تھے۔ مالی حالت بھی اچھی تھی۔ درویش علی صاحب ان کے بعد مالک و قابض و متصرف ہوئے۔

سید غلام اصغر صاحب شہید مرثیہ خوان مرحوم

یہ حیدر آباد دکن کے مرثیہ خوانوں کے سرگروہ تھے۔ تمام بلدہ کے دنگل ان ہی کے اہتمام سے انجام پاتے تھے۔ اکثر امراء بلدہ میں بہت آمد و رفت تھی اور بہت صاحب عزت و وقعت سمجھے جاتے تھے اور اکثر مرثیہ خوانوں کے استاد بھی تھے۔ لوگ ان کا بڑا لحاظ و پاس اور احترام کرتے تھے۔ سید ولی صاحب ان کے بڑے بھائی اور ان پر سرکاری منصب آبائی جاری تھا۔ گھر کے بھرے پورے اور صاحب دولت مشہور تھے بلدہ کے دنگل تین چار قسم کے ہوتے تھے۔ قسم اول سرکاری تھے اوس میں جو معمول ایصال ہوتا تھا اس کا دو ثلث مرثیہ خوانوں کو تقسیم کرتے تھے۔ بقیہ ایک ثلث سے سرگروہ صاحب فائدہ حاصل کرتے تھے۔

قسم دوم نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے تھے اس میں ذاکرین کو زیادہ منفعت تھی۔ یہاں کے دنگل صبح کے آٹھ نو بجے سے شروع ہوتے تھے اور رات کے آٹھ نو بجے ختم ہوتے تھے۔ تمام بلدہ کے ذاکرین کی خانہ گی ہوتی تھی۔ خواہ مرثیہ خوان ہو یا سوز خوان یا حدیث خوان۔ جن جن کے نام درج فہرست ہوتے تھے وہ سب ذاکری کرتے تھے۔ ان کے علاوہ جو حضرات سفارشیں لاتے تھے وہ بھی سب پڑھائے جاتے تھے۔ قسم سوم امراء بلدہ اور متوسط حضرات کے پاس کے ہوتے تھے جو معمولی نذر ذاکری ایصال ہوتا تھا۔ اوس کو سرگروہ صاحب اپنے صوابدید پر حسب مراتب تقسیم کرتے تھے اور جو رقم باقی رہتی تھی وہ نذر قنادیل میں شریک کی جاتی۔

قسم چہارم عاشور خانہ جات و درگاہ جات و متفرق حضرات کے پاس کے تھے جو بہ نظر ثواب قربتاً الی اللہ پڑھے جاتے تھے۔ صرف نذر قنادیل حسب حوصلہ حاصل ہوتی تھی اور کہیں سے روٹی اور قورما بجائے نذر ذاکری حاصل ہوتا تھا۔ ایسے ڈنگل بہت ہوتے تھے جن کی رقم جمع کیجا کر بعد انتظام قنادیل ڈنگل کو وہ شریف مرثیہ خوانان کو توشہ ڈنگل کو وہ شریف کے نام سے حسب مراتب تقسیم کی جاتی تھی جو اخراجات آمد و رفت وغیرہ کے لیے بہت کافی ہوتی تھی۔

بہرحال نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے ڈنگلوں کی کوئی تاریخ معین نہیں تھی۔ وہاں کا انتظام ڈنگل ہمیشہ غلام اصغر صاحب اپنی ذات سے کرتے تھے۔ اور خود وہیں رہتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک وقت میں دو ڈنگل ہو جاتے تھے تو غلام اصغر صاحب خود نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے ڈنگل کا انتظام کرتے اور ولی صاحب مرثیہ خوان ان کے بڑے بھائی دوسرے ڈنگل کا انتظام کرتے تھے۔ اس طرح دونوں ڈنگل بخوبی انجام پاتے تھے۔

غلام اصغر صاحب پر حضرت زینت النساء بیگم صاحبہ والدۂ نواب مختار الملک مرحوم کی بہت عنایت تھی۔ ہر طرح سلوک و مسلوک فرماتی تھیں اور جو سفارش یہ کرتے تھے وہ قبول فرماتی تھیں۔ اس کے علاوہ بضمن ڈنگل وہاں کے زیادہ کاروبار ان سے متعلق تھے۔ اکثر مرثیہ خوانان نے اسی سبب سے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا تھا کہ یہ اپنے شاگردوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

یہ خود بہت کم مجالس پڑھتے تھے اور ان کے معلومات بھی زیادہ وسیع نہ تھے مگر خاص بات یہ تھی کہ ایک حکمت عملی سے نہایت رعب و داب کے ساتھ تمام مرثیہ خوانان کو لئے چل رہے تھے۔ کسی کو کوئی شکایت نہ ہوتی تھی۔ اگر شکایت بھی کیا تو اوس کی مٹی خراب ہو جاتی تھی۔ بعض سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ منجملہ ان کے نواب خاں صاحب و جمال خاں صاحب و مومن علی صاحب و حسین خاں صاحب وغیرہ تھے۔

یہ بہت دولت مند مشہور تھے۔ ان کا ایک بازو دار خواجہ مومن نامی تھا۔ اس پر ان کی بہت شفقت و عنایت تھی۔ وہ اور اس کی زوجہ دونوں گھر میں مثل ملازمین کے رہتے تھے۔ ان دونوں کی ایک دفعہ نیت خراب ہوئی۔ خواجہ مومن اپنی زوجہ کے مشورہ سے کچھ سو ہیلے ہموار کر کے ایک دن نصف

شب میں آیا۔ پہلے سے وہ اپنی زوجہ کو مقرر کیا کہ میرے اشارہ پر دروازہ کھول دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خواجہ مومن معہ روہیلوں کے گھر میں داخل ہوا۔ غلام اصغر صاحب اور ان کی بیوی سو رہے تھے روہیلے تلواریں میان سے کھینچے کھڑے ہوے اور خواجہ مومن اور اسکی زوجہ دونوں ملکر سامان جو جو نقد تھا جمع کر رہے تھے کہ اتنے میں غلام اصغر صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ کچھ نئے آدمی تلواریں کھینچے کھڑے ہیں دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب نہیں دیا بلکہ ان پر ایک وار چلا دیا۔ ان کی بی بی بھی ہوشیار ہوئیں اور شور و غل مچانا شروع کیا۔ اب کیا تھا کہ ایک ہاتھ ان پر بھی چلایا گیا۔ دو تین ہاتھ غلام اصغر صاحب پر اور چلا کر سب کے سب فرار ہو گئے۔ پھر تو بلوہ ہو گیا کہ غلام اصغر صاحب مارے گئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۱۳۱۱ھ کو واقع ہوا۔ پولیس آئی اور نواب اکبر جنگ کوتوال کو خبر ہوئی۔ اور خود آئے اور حکم دیا کہ تمام مرثیہ خوان حاضر کئے جائیں۔ بہر حال سب آئے اور سب کا بیان لیا گیا۔

اس وقت اس گزر کے امین محمد جعفر صاحب اشجع تھے۔ انہوں نے بہت بڑا حصہ لیا مگر قاتل کا پتہ نہیں چلا تو آخر کار پھر حکم ہوا کہ تمام مرثیہ خوان حاضر کئے جائیں اور ان سے کارروائی ضابطہ کی جائے۔ یہ حکم سنکر تمام مرثیہ خوان پریشان ہو گئے۔ کہ دیکھئے کیا ہو۔ یہ زمانہ ماہ صفر کا تھا۔ مجالس کی کثرت اور مرثیہ خوانوں پر پولیس کا تشدد اور قاتلوں کا پتہ نہیں۔ افسران پولیس پریشان عجب آفت کا سامنا تھا۔ ایک دن حسب عادت جس طرح روزانہ آتا تھا اوسی طرح خواجہ مومن آکر پولیس کے تھانہ پر دریافت کیا کہ اب تک ہمارے استاد کے قاتل کا پتہ نہیں چلا۔ کیا غضب ہے۔ اشجع صاحب امین اس وقت بیٹھے ہوے تھے۔ ان کو شبہ ہوا۔ اس کو بلا کر ڈانٹے۔ پھر کیا تھا تمام کیفیت من و عن بیان کر دیا۔ تمام مرثیہ خوان یہ کیفیت سنکر خداوند عالم کا شکر ادا کئے کہ سر سے آفت ٹل گئی۔ اب اس کے ساتھ کارروائی ضابطہ ہونے لگی تمام قاتل گرفتار ہو گئے۔ سزائیں ہوئیں اور خواجہ مومن کالے پانی کو بھیجدیا گیا۔ اور وہیں جہنم واصل ہو گیا۔ غلام اصغر صاحب کی میت دائرۂ حضرت مومن صاحب قبلہ میں دفن کیگئی اور مرحوم کی بی بی۔ زیر علاج رہکر تندرست ہوئیں اور اپنا بقیہ حصۂ زندگی نواب خانخاناں بہادر کے محل میں بسر کیں۔

مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان ان کی تا زندگی کفیل رہے۔ ماہوارات لاتے اور جو جو ضروریات ہوں ہم پہونچاتے تھے۔ اس معظمہ کے انتقال کے بعد ان کے عزیز و اقارب اون کے مکان

ہوے ۔ تراب علی صاحب یا اور کوئی عزیز شوہر کے طرف کے اون کے مال سے محروم رہے ۔ کسی کو
کچھ نہیں ملا ۔

غلام اصغر صاحب کے بعد اون کے قائم مقام مرثیہ خوانی تراب علی صاحب اون کے بھتیجے ہوے ۔
غلام اصغر صاحب کو کوئی اولاد نہیں ہوی مگر تراب علی صاحب اور مرحوم کی بی بی میں خاندانی جھگڑے کی وجہ
سے صفائی نہیں تھی ۔ اس وجہ سے وہ اپنے کار و بار ہمیشہ مومن علی صاحب مرثیہ خوان کے ذریعہ جو ان کے
شوہر کے شاگرد تھے ۔ سرانجام کراتی تھیں ۔

تراب علی صاحب بعد انتقال غلام اصغر صاحب اون کے خدمت سرگروہی مرثیہ خوانان پر حسب
رائے و مشورہ مرثیہ خوانان مجبوراً فائز ہوئے ۔ اوس کی مفصل کیفیت آیندہ تحریر کی جائیگی ۔ انتقال
کے وقت ان کا سن غالباً (۷۵ یا ۸۰) سال کا ہوگا ۔

یہہ قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے ۔ سر پر شملہ چھینٹ کا مثل پگڑی کے باندھتے تھے اور ہمیشہ
انگرکھا پہنتے تھے ۔ پستہ قد نہایت خوبصورت تھے ۔ اور مرثیہ کے انتخاب میں خاص کمال رکھتے تھے

کریم صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ حیدرآباد دکن کے مرثیہ خوان تھے ۔ اکثر امرائے بلدہ میں ذاکری کرتے تھے اور زیادہ مقررہ
مجالس اور دنگلوں میں پڑھتے تھے ۔ ۲۶ ربیع الاول کو درگاہ قدم رسولؐ میں بنام دنگل ایک مجلس کرتے
تھے ۔ آخر میں خود کھڑے ہو کر ایک سلام جناب مرزا فصیح صاحب مرحوم کا (اے وادی السلام یہ جا سلام ہے)
پڑھتے تھے ۔ کثرت سے مومنین کا مجمع ہوتا تھا ۔ قریب مغرب دنگل ختم ہوتا تھا ۔

یہ بیچارے سیدھے سادھے مسلمان تھے اور نواب مختار الملک مرحوم کے دواخانہ یونانی کے دواساز بھی تھے
وہاں سے ماہانہ ماہوار بھی مقرر تھی اور درگاہ قدم رسولؐ واقع بلدہ میں ان کا مکان تھا ۔ وہیں رہتے تھے ۔ ان کے
ایک فرزند مدار صاحب نامی تھے وہ اپنے باپ کی زندگی تک ساتھ بازو میں پڑھتے تھے ۔ بعد ازاں
علیحدہ پڑھنے لگے ۔ ان کا حال آیندہ تحریر ہوگا ۔

ان کا اپنے مکان میں ہی انتقال ہوا۔ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوے۔ قدیم وضع قطع کے آدمی تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے تھے اور چوبغلہ پہنتے تھے اور دو فردی رومال کاندھے پر ڈالتے تھے مالی حالت اچھی تھی۔ ان کا سن وقت انتقال (۷۰ یا ۸۰) سال کا ہوگا۔

حاجی محمد خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہہ ہندوستان کے رہنے والے تھے لیکن حیدر آباد میں شباب کے زمانہ میں آئے اور بہت ضعیفی کے زمانہ میں انتقال کئے۔ ان کا سن وقت انتقال غالباً ایک سو یا اس سے زیادہ ہوگا۔ اس سن میں ذاکری کرتے تھے۔ جہاں دنگل ہو بڑی زحمت سے برابر آتے اور مرثیہ خوانی کرتے تھے آواز بہت کانپتی تھی۔ ہاتھ پیر میں اس قدر رعشہ تھا کہ قابو میں نہیں رہتے تھے۔ مشکل سے ہاتھ میں مرثیہ تھام کر پڑھتے تھے۔ چلنا پھرنا تو ایک بڑی تکلیف کا باعث تھا مگر اعتقاد ایسا تھا کبھی کوئی دنگل ناغہ نہیں کیا۔ لوگ منع کرتے تو کہتے کہ میں اپنی قبر کیلئے سامان درست کرتا ہوں۔ یہ دواسازی کا کام کرتے تھے۔ ان کی دوکان یونانی ادویہ کی حویلی قدیم کے کونہ پر مشہور تھی لیکن عجیب دیندار تھے کہ صبح سے شام تک ذکر خدا و رسولؐ میں زبان جاری رہتی تھی اور ہمیشہ مرثیہ بینی کرتے رہتے تھے۔ اپنی زندگی اس میں بسر کی اور ان کے پاس مرثیوں کا بہت ذخیرہ تھا۔ ان کے انتقال کے بعد تمام مرثیہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے حاصل کر لئے۔

یہہ حج بیت اللہ اور زیارت آئمہ ہدیٰ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ نماز اور روزہ کے بہت پابند تھے واحد خاں صاحب اور حسن صاحب کی ذاکری کے بڑے مداح تھے اور بڑے خوش اعتقاد عابد و زاہد عالی ہمت دیانتدار باخدا پرہیزگار مومن کامل تھے۔ اور کوئی اولاد نہ تھی۔ باقی حالات ہمدست نہیں ہوئے۔ دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوے۔

خادم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خوان تھے۔ ان کا انتخاب کیا ہوا مرثیہ مشہور اور زیادہ مقبول سمجھا جاتا تھا۔ ان کو مرثیوں کا بہت شوق تھا۔ جہاں مرثیہ ہوتا تھا بڑی کوشش اور محنت سے یا زرکثیر صرف کرکے حاصل کرتے تھے اور بڑی جانفشانی سے انتخاب کرتے تھے۔ اکثر مرثیہ خوان انہی سے مرثیہ حاصل کرتے تھے اور امراء بلدہ میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ ان کو کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک ان کے بازو دار نامی سید حسین صاحب نہایت شریف اور نجیب آدمی تھے۔ ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی جملہ اولاد کو خادم علی صاحب نے اپنی آغوش میں لیکر پرورش کیا تھا جن کے نام نامی یہ ہیں۔

بڑے سید ولدار علی صاحب اون سے چھوٹے سید زینت علی صاحب اون سے چھوٹے سید علی صاحب ان سے چھوٹی ایک لڑکی تھی۔ یہ تینوں حضرات بھی اچھے خاصے مرثیہ خوان تھے۔ ان کا حال آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

خادم علی صاحب کی زندگی میں یہ تینوں صاحبین کا انتقال ہوگیا۔ ۱۴ ذیحجہ کو ان کی سالانہ مجلس اور ہر ماہ میں ماہانہ مجلس اپنے مکان میں مثل دیگر مرثیہ خوانوں کے کرتے تھے۔ ان کی سالانہ مجلس میں بڑا مجمع ہوتا تھا لوگ نیا مرثیہ سننے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ ان کی مجلس سب سے مشہور تھی۔ بڑی جانفشانی سے مرثیہ خوانی کرتے تھے گو ضعیف تھے مگر معلوم ہوتا تھا کہ ایک نوجوان مجلس پڑھ رہا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ مجلس مجاور حسین صاحب ان کے داماد اپنی زندگی تک برابر کرتے رہے۔ سید دلدار علی صاحب کو یہ صلہ ذاکری سرکار علاقہ صرف خاص مبارک سے ماہانہ (سے) منصب جاری تھا۔ ان کے انتقال کے بعد وہ منصب خادم علی صاحب کا جاری ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد مجاور حسین صاحب پر اجرا ہوا۔ اب ان کی اولاد میں جاری ہے۔ مجاور حسین صاحب زائر حسین صاحب کے فرزند تھے۔ زائر حسین صاحب نواب تہور جنگ بہادر کے پاس کے داروغہ تھے

خادم علی صاحب کا ضعیفی کے عالم میں انتقال ہوا۔ ان کی تجہیز و تکفین مجاور حسین صاحب نے کی۔ اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں قریب دروازہ قبرستان ان کی قبر ہے۔ ان کی زندگی کے

مالک مجاور حسین صاحب ہوے۔

ان کے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا اوس میں سے اکثر مرثیہ کاظم علی صاحب مرثیہ خوان اور ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے مجاور حسین صاحب سے حاصل کیئے۔ بقیہ مراثی تلف ہوگئے۔

خادم علی صاحب مرثیہ خوان کے خاندانی حالات بدرستی نہیں ہوے بہرحال یہ بہت قدیم آدمی تھے اپنی زندگی نہایت آن بان سے گزاری وقت انتقال ان کا سن غالباً ۸۰ یا ۹۰ سال کا ہوگا۔ بڑے سیر چشم سخی بامروت آدمی تھے ان کی باتوں میں لوگوں کو ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ مرثیہ خوانی میں بہت ریاض کیا تھا اور وفتِ انتقال تک برابر مشق کرتے تھے بڑے خوش نصیب آدمی تھے اسی سبب سے ان کا نام بہت مشہور تھا۔

مرزا عباس صاحب سوزخوان شہید مرحوم

یہ لکھنو کے باشندے تھے مگر حیدرآباد میں چند سال سے مقیم تھے ہر قسم کی ذاکری کرتے تھے۔ مثلاً سوزخوانی و حدیث خوانی اور ممبر پر مرثیہ بڑی متانت سے تحت اللفظ پڑھتے تھے ان کا طرز سوزخوانی ہندوستان کے طریقہ پر تھا۔ بہت اچھے معلومات تھے اور فن سوزخوانی میں کامل مانے جاتے تھے۔ اکثر امرائے بلدہ میں آمد و رفت تھی خصوصاً مہاراجہ چندولال بہادر مدارالمہام سرکار عالی کے پاس پتنگ بازی اور مشاعرہ کے وقت زیادہ یاد ہوتی تھی۔ مہاراجہ بہادر بہت چاہتے تھے اون کے بعد راجہ رام بخش صاحب کی بھی عنایت رہی علاوہ انعام و اکرام کے پانچ ہزار روپیہ سالانہ اور ماہانہ چار سو روپیہ کی آمدنی و ماہوار مقرر تھی اور مصاحب خاص تھے ان کا مکان بھی روبروے ڈیوڑھی مہاراجہ بہادر واقع شاہ علی بنڈہ تھا جو اب تک کوچہ مرزا عباس شہید کے نام سے مشہور ہے ہمیشہ اہل علم و اہل فن و اہل کمال جو ہندوستان سے آتے تھے ان ہی کے پاس رہتے تھے اور ان ہی کے ذریعہ مہاراجہ بہادر کے دربار میں باریاب ہوتے تھے یہ بڑے مہمان نواز تھے۔ مسافروں کو اپنے پاس رکھ کر ہر طرح کی خاطر و مدارات اور ان کے ساتھ سلوک

سلوک کرتے تھے۔ بہرحال ان کے پاس اکثر اہل فن و اہل علم کی صحبت گرم رہتی تھی اوس میں اکثر اہل سنت بھی آجاتے تھے اور ہمیشہ علم کا چرچہ رہتا تھا اور مذہبی تذکرے ہوا کرتے تھے۔ گھر بیٹھے لوگ آ آکر سوال کرتے اور بحث و مباحثہ کرتے اور دندان شکن جواب پاتے تو عاجز ہو جاتے۔ اسی سبب سے لوگ حسد کرنے لگے اور ان کے جان کے دشمن ہو گئے اور ان کے شہر بدر کرانے کی کوشش کی لیکن جب اپنی کوشش میں ناکامیاب ہوئے تو مذہبی جھگڑے کی آڑ میں ان کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ان کے پاس عاشور خانہ بھی تھا برابر چالیس دن تک عزاداری ہوتی تھی مجالس کثرت سے ہوتے تھے اکثر دوسرے لوگ بھی مجالس میں آکر طرح طرح کے فساد برپا کرنا چاہتے اور لڑائی پر آمادہ ہوتے اون کو نہایت اخلاق و محبت سے سمجھایا کرتے تھے مگر اون کے دل میں شرارت تھی آخر کار آپس میں مشورہ کرکے ۱۰ یا ۹ محرم ۱۲۶۴ھ کو کثرت سے لوگ آمادہ فساد ہوئے گھر میں گھس گئے اور ہر طرف سے شور و غوغا مچا دیا ادھر سے بھی سیکڑوں شیعہ جمع ہوئے اور اودھر ہزاروں کی تعداد میں سنی آگئے۔ حیدرآباد میں سنی و شیعہ کا بہت بڑا جھگڑا ہوا اہل سنت نے گھر میں گھس کر ان کے عزیز و اقارب کو گرفتار کر لیا اور ان کے اہل و عیال کو بے پردہ کر دیا اور گھر جلا دیا مال و اسباب لوٹ لیا اور تاراج کر دیا بہرحال طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور اذیت پہنچائی آخر کار مکہ مسجد میں ان کا سر جدا کیا گیا اوس وقت انھوں نے بڑی ثابت قدمی سے اپنی جان کو اہلبیتؑ پر قربان و فدا کر دیا ایسے ثابت قدم تھے کہ زبان پر فضائل و مناقب اہلبیتؑ جاری تھے اور مذہب حقہ کی ہدایت کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

نواب ناصر الدولہ بہادر نے نواب سراج الملک بہادر و نواب طالب الدولہ بہادر کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ دیکھو جہاں تک ہو سکے جلد اس فساد کو فرو کرو آپس میں مسلمانوں کو لڑنے نہ دو مسلمان تمام بھائی بھائی ہیں یہ دونوں حضرات نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا سرکار ہر طرح سے اطمینان رکھیں۔ نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال تھے بہت بڑا انتظام فرمایا ورنہ بہت مشکل کا سامنا ہو گیا تھا کیونکہ اوس وقت علی آباد اور مغل پورہ اور شاہ علی بنڈہ میں کثرت سے شیعہ آباد تھے اور یہ محلے شیعوں کے مشہور تھے خصوصاً مغل پورہ میں اہل ایران کی اتنی کثرت تھی کہ بیان سے باہر۔ اہل ایران بالکل آمادہ پیکار ہو چکے تھے مگر نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال نے فساد کو فرو کیا اور نواب سراج الملک بہادر مدار المہام نے خود بہ نفس نفیس تشفی و دلاسا دے کر ایسے احکام

جاری فرمائے کہ امن و امان میں کوئی خرابی نہ ہونے پائے آخر کار بڑے ہنگامہ کے بعد امن و امان قایم ہوا
سینکڑوں اشخاص طرفین کے مارے گئے بڑی حکمت عملی اور ایک خاص پالیسی سے فساد کو فرو کیا ورنہ سلطنت
میں تہہ و بالا ہو چکا تھا مگر اس فساد کا اثر مجالس و دنگلوں اور علم و تعزیوں کے اوٹھانے پر زیادہ ہوا اور
زبردست نگرانی ہو گئی ایک زمانہ تک علانیہ کوئی مجلس یا دنگل نہیں کر سکتا تھا بعد میں رفتہ رفتہ اجازت خاص
خاص صورتوں میں دی جانے لگی اور زیر نگرانی سرکار شیعہ اپنے مذہبی رسوم مخفی طور پر ادا کرنے لگے بعد چند سال
کے ظاہر امجالس و دنگل ہونے لگے مگر سرکاری انتظام خاص طور پر رہتا تھا کہ کوئی بد انتظامی نہ ہونے پائے اور
کہیں دنگہ و فساد نہ ہو جائے جب یہ بھی زمانہ گزر گیا تو پھر امن و امان سے ہر شخص اپنے مذہبی رسوم با طمینان
تمام ادا کرنے لگا۔

بہر حال شیعوں نے مرزا عباس صاحب شہید کی لاش بڑی عزت اور وقعت کے ساتھ لا کر دائرہ
حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں عقب دائرہ نواب سر سالار جنگ بہادر جو چوکونی چبوترہ ہے وہاں دفن کیا
ان کے دیگر عزیز و اقارب کی قبریں بھی وہیں ہیں جو اس وقت مرزا عباس صاحب شہید کے ہڈواڑے کے نام
سے مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زمانے تک مرزا عباس صاحب شہید کا عرس ماہ شعبان میں نہایت
اہتمام اور تکلف سے ہوتا تھا مگر اب بہت دن سے موقوف ہے۔ ان کی اولاد کا حال من و عن معلوم نہیں ہو
مگر جس قدر حاصل ہوا وہ حسب ذیل ہے۔ مرزا عباس صاحب شہید کے چار فرزند تھے جن کے نام نامی حسب ذیل
ہیں۔

مرزا رستم علی صاحب و مرزا ہادی علی صاحب و مرزا مہدی علی صاحب چوتھے فرزند کا نام معلوم نہیں
ہو سکا۔ تین بیٹے باپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کا بھی سر کہ مسجد میں کاٹا گیا مگر مرزا مہدی علی صاحب کا سن
اس وقت بہت کم تھا یعنی (۱۰، ۱۱ سال کا تھا یہ بہت زخمی ہو گئے تھے۔ بہر حال جو اہل و عیال بچ رہے تھے
اون کی حفاظت کی اور سلطنت کی جانب سے بھی کافی نگرانی ہوتی رہی اور اسباب خور و نوش ہر طرح
مہیا کیا جاتا تھا اور نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال خود بہ نفس نفیس جویائے حال رہتے تھے مرزا مہدی علی
صاحب کے بھی چار فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں مرزا احمد علی صاحب و مرزا محمد حسین صاحب و مرزا عابد علی صاحب و مرزا محمد حسن صاحب جن میں سے
دو بھائی حیدرآباد میں نواب تہور جنگ بہادر مرحوم کے پاس رہے اون پر نواب صاحب مرحوم کی بہت

عنایت تھی ماہواریں پاتے تھے اور سلوک و سلوک ہوتا رہتا تھا جب نواب صاحب کی آمدنی بیگن پلی جاتی رہی تو نواب صاحب خود پریشان ہو گئے اوس وقت مولوی سید سرفراز حسین صاحب معتمد نواب سالار جنگ بہادر تھے اور نواب صاحب کا اسٹیٹ واگزاشت ہو گیا تھا تو مولوی سرفراز حسین صاحب نے سفارش کر کے اسٹیٹ سے ان دونوں بھائیوں کے نام یومیہ مقرر کروایا جو اس وقت تک جاری ہے۔

اب ان سب کی اولاد بمقام ریاست بڑودہ حکیم مولوی میر کاظم علی صاحب (جو مشہور و معروف حکیم تھے) کے یہاں رہتی ہے۔

مرزا عباس صاحب شہید کے ایک چھوٹے بھائی تھے اون کا نام مرزا فدا حسین صاحب تھا اون کو بھی چار فرزند اور چار لڑکیاں تھیں دو فرزند جو حیدرآباد میں رہے ایک سلطان مرزا صاحب تھے دوسرے کا نام معلوم نہیں دو فرزند جو کربلائے معلی کو چلے گئے تھے ان میں سے ایک کا نام مرزا احمد صاحب تھا اور دوسرے کا نام معلوم نہیں وہ دونوں وہیں انتقال کئے۔ اب اُن کی اولاد وہیں ہے سلطان مرزا صاحب کی دو بہنیں اِس وقت لکھنؤ میں موجود ہیں اور دو بہنوں کا انتقال ہو گیا۔ سلطان مرزا صاحب حیدرآباد میں مقیم رہے یہ بھی عمر بھر مرثیہ خوانی کرتے تھے اور پارچہ کی تجارت سے زندگی بسر کرتے تھے آخر میں بہت مالدار ہو گئے تھے اور اپنی لڑکی کی شادی ابراہیم علی صاحب مرثیہ خواں کے فرزند فیاض علی صاحب کے ساتھ کر دی اون کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب سلطان مرزا صاحب کی نواسی اور ابراہیم علی صاحب کی پوتی اور فیاض علی صاحب کی دختر موجود ہے اِس لئے دائرہ کا چبوترہ جس پر مرزا عباس صاحب شہید مرحوم کا ہڈواڑ ہے اب وہ ابراہیم علی صاحب کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

مہدی خانم صاحبہ والدہ سلطان مرزا صاحب مرحوم کو بہ صلہ ذاکری علاقہ پائیگاہ نواب سرآسمان جاہ بہادر سے ماہانہ ماہوار مقرر تھی ان کے انتقال کے بعد وہ ماہوار سلطان مرزا صاحب کی لڑکی پر اجراء ہوئی اور اون کی زندگی تک ایصال ہوتی رہی اب معلوم نہیں اون کی دختر کے نام اجراء ہے یا نہیں۔

سلطان مرزا صاحب مرحوم کی جو کچھ پونجی تھی اوسکی مالک اونکی دختر ہوئی اب سلطان مرزا صاحب مرحوم کا عاشور خانہ بلحاظ قدامت نواب میر راحت علیخان بہادر جاگیردار نبیرۂ نواب ارسلان جنگ مرحوم اپنے ذاتی مصارف سے آباد کرتے ہیں اور برابر چہلم تک ہر روز عزاداری کرتے ہیں

عہد

حضرت مغفرت مکاں رحمتہ اللہ علیہ

نواب افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس

سنہ ۱۲۷۳ھ

(تا)

سنہ ۱۲۸۵ھ

فہرست

عہد آصف جاہ خامس صفحہ (۷۱)



گھڑو خانصاحب سوز خوان



خادم حسین خانصاحب سوز خوان



مراد علی خانصاحب سوز خوان



سید باقر حسین صاحب سوز خوان



مدھار صاحب مرثیہ خوان

عہدِ آصف جاہ خامس

آپ کے عہد سلطنت میں تمام شہر کی عزاداری حسب حال قائم و جاری رہی جو امور مذہبی سابق سے مقرر تھے وہ بدستور حسب عادت اوسیطرح جاری رہے مذہبی معاملات میں نواب مختار الملک بہادر چونکہ مدار المہام تھے بہت احتیاط سے کام کرتے تھے۔

سلطنت کی جانب سے جو معمولات و نذر و نیازات علاقہ صرف خاص مبارک و دیوانی سے جاری تھیں وہ بھی بدستور جاری رہیں اس کے علاوہ حسب عادت ۵ محرم کو لنگر نکلتا تھا اوس کے ضمن میں پنج محلہ مبارک پرمعہ زنانہ خود بدولت برآمد ہوتے تھے یہاں رنگ اور مختلف تماشے وغیرہ جو مہیا رہتے تھے وہ بھی حسب عادت جاری رہے۔

وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی زیادہ باریابی رہتی تھی ان پر بہت عنایت خسروی تھی اکثر عرض و معروضہ میں یہ زیادہ حصہ لیتے تھے اور امور خیریہ مثل نذر و نیازات وغیرہ میں یہ بہت دخیل تھے بہرحال اُن کی بڑی عزت تھی اور زیادہ رسوخ تھا اور اکثر حضرات کو ان سے بہت فائدہ پہنچا۔

خود بدولت کی طبیعت کا رجحان زیادہ تر فقرا کی جانب مائل تھا اِس سبب سے آپ کے عہد میں فقرا زیادہ تر باریاب ہوتے رہے اور فقراو کے لئے بڑے بڑے ماہواریں وظیفہ جاری ہوئیں بلکہ اکثر فقرا کو تو جاگیرات بھی عطا ہوے جو اِس وقت تک اون کی اولاد میں باقی ہیں۔

آپ کے دِل میں ولائے آل رسول بھی تھی محرم یا غیر محرم کے موقعہ پر اکثر مرثیہ خوان کی بھی باریابی ہوتی رہی اون کی ذاکری سن کر نواب مختار الملک بہادر کے پاس روانہ فرماتے تھے کہ ان کے لئے جو مناسب ہو انتظام کریں نواب صاحب اون کی عزت افزائی و قدردانی حسب حوصلہ فرماتے تھے بعض کو ماہوار اجرا فرمائی بعض کو خدمت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے عہد ہمایون میں صرف نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم رہے آپ اپنے انتظام ملک میں یکتائے روزگار ثابت ہوے بلکہ تمام بلاد اسلام میں آپ کا نام نامی مشہور ہو گیا آپ کے عہد میں جو مرثیہ خوان ذاکری

کرتے تھے ان کے حالات کچھ مجملی اور کچھ تفصیل کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

وزیر علی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

ان کی پیدائش (۱۳ رجب المرجب ۱۲۳۲ھ) کو ہوئی یہ مچھلی بندر کے باشندے اور ایک شریف سپاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اپنی تنگ دستی و عسرت سے عاجز آکر حیدرآباد دکن آئے اور میر حسین صاحب بخشی (جن کا سلسلہ جدی سید حسن استرآبادی دستور معظم سلطان قلی قطب الملک سے ملتا ہے) کے یہاں ٹھیرے وزیر علی صاحب فطرتاً غریب طبیعت اور خوش گلو واقع تھے۔ ایک روز کا اتفاق ہے کہ حضرت مغفرت مکان نواب افضل الدولہ بہادر اعلی اللہ مقامہٗ افضل برآمدہ پر رونق افروز تھے وزیر علی صاحب راستہ سے خوش الحانی میں اپنا عرض حال کرتے ہوئے گزرے وزیر علی صاحب کی یہ آواز حضرت مغفرت مکان کو بہت پسند آئی مرحوم اعتماد نواز خاں کو حکم ہوا کہ فوراً اوس شخص کو حاضر کرو وزیر علی صاحب حاضر کئے گئے دریافت فرمایا گیا کہ تو کون ہے اور کیا کام کرتا ہے اوس وقت وزیر علی صاحب نے عرض حال کرتے ہوئے عرض کیا کہ فدوی مرثیہ خوانی کرتا ہے حکم ہوا کہ مرثیہ سنایا جائے وزیر علی صاحب تھوڑی دیر کی مہلت طلب کرکے گھر گئے اور واپس اپنے ہمراہ سید علی صاحب و شجاعت علی صاحب مرثیہ خوانان مدراس کو لے کر حاضر ہوئے سب نے مرثیہ سنائے اور وزیر علی صاحب نے یہ مرثیہ پڑھا (جب خواب میں حاکم کو پیمبر نظر آئے) یہ مرثیہ سماعت فرمانے کے بعد وزیر علی صاحب کو حکم ہوا کہ ڈیوڑھی مبارک میں ہی رہیں چنانچہ اس کے بعد سے وزیر علی صاحب کو چوبیس گھنٹوں کی باریابی کا شرف حاصل رہتا تھا اور اکثر و بیشتر پیشی مبارک میں مجالس پڑھا کرتے تھے علاوہ مجالس کے اکثر نذر و نیاز اور مذہبی امور انہی کے ذریعہ ادا ہوا کرتے تھے۔ وزیر علی صاحب کی ایک منٹ کی جدائی بھی حضرت مغفرت مکان کو ناگوار تھی اس کے بعد سے آئے دن عطایائے جہاں پناہی سے معزز و ممتاز ہوتے رہے اور ہر مشکل سے مشکل کام میں وقت اور محل کے لحاظ سے خلق اللہ کے لئے معروضہ کرکے کامیابی حاصل کرتے تھے اس لئے ہر دل عزیز ہو گئے تھے ان کے زمانہ میں اکثر و بیشتر حاجتمندوں کو فائدہ پہنچا کرتا تھا چنانچہ دفتر

سیاہہ دیوانخانہ مبارک میں اس کے داخلے موجود ہیں۔

اس کے بعد حضرت مغفرت مکان اعلی اللہ مقامہ کے ارشاد عالیہ سے میر حسین صاحب بخشی کی لڑکی لوہر بیگم ان سے بیاہی گئیں۔ وزیر علی صاحب کا انتقال غرہ محرم ۱۲۸۰ھ میں ہوا یہ لاولد فوت ہونے سے بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ روز چہار شنبہ باہتمام مردہہ خدمت گزار خاں پہرہ اول محمد حیات چوبدار کے ذریعہ حکم ہوا کہ ان کی پوری جائداد وغیرہ ضبط شدہ ان کے خسر میر حسین صاحب بخشی کے نام بحال کر دی جائے۔

وزیر علی صاحب کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تک ان کے خاندان میں مرثیہ خوانی ہوتی رہی ان کا مکان عالی شان امیرانہ معہ طویلہ وغیرہ محلہ دارالشفاء متصل عبادت خانہ واقع تھا۔ بلکہ اوس گلی کا نام کوچہ وزیر علی مرثیہ خوان اتنک مشہور ہے اب اوس مکان میں ایک صاحب زادہ صاحب شاہی خاندان کے رہتے ہیں ان کا خاندانی قبرستان یعنی ہڈواڑ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں واقع ہے مگر وزیر علی صاحب کی قبر حسب فرمان شاہی قریب درگاہ اوجالے شاہ صاحب بنائی گئی اور اب تک عود وگل کے لئے سرکاری ماہوار علاقہ صرف خاص مبارک سے جاری ہے ان کے والد کا نام محمد خیراتی صاحب تھا وہ فوجی ملازم تھے اور مچھلی بندر کے رہنے والے تھے ان کے چار فرزند اور تین لڑکیاں تھیں۔

۱۔ بڑے فرزند محمد زماں صاحب تھے لاولد انتقال کئے

۲۔ ان سے چھوٹے قادر علی صاحب تھے ان کے تین فرزند تھے بڑے فرزند خیرات علی صاحب کو ایک لڑکا حسین علی صاحب تھا وہ لاولد انتقال کیا۔ دوسرے فرزند محمد سالار صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کئے تیسرے فرزند قمر علی صاحب تھے ان کے دو فرزند اور ایک لڑکی تھی۔ بڑے فرزند مراد علی صاحب لاولد تھے چھوٹے فرزند خادم علی صاحب تھے یہ بھی مرثیہ خوان تھے اور حدیث بھی پڑھتے تھے خادم علی صاحب کو ایک فرزند مومن علی صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کئے اور ایک لڑکی تھی اوس کے حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

ہلال محرم یعنی شمشیر ماتم کو خادم علی صاحب نے بہت محنت سے طبع کروایا مگر افسوس کہ صحت کا

خیال نہیں رکھا۔ اور ایک ان کی ہمشیرہ تھیں جن کی شادی گولکنڈہ کی فوج کے ایک شخص سے کر دی گئی اون کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

۳۔ ان سے چھوٹے داوے علی صاحب تھے یہ زیر کوہ قدم رسولؐ دفن ہوئے ان کو ایک فرزند کاظم علی صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کئے

۴۔ سب سے چھوٹے وزیر علی صاحب مرثیہ خوان تھے ان کے حالات مفصل اوپر تحریر ہو چکے ہیں۔

(۱) بڑی لڑکی حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان کی بی بی تھیں۔ ان کے حالات آگے آئیں گے۔

(۲) دوسری لڑکی زوجہ محمد اسحاق صاحب تھیں ان کو مرثیہ خوانی سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس لئے اس کے حالات نہیں تحریر کئے گئے۔

(۳) تیسری لڑکی زوجہ میاں خاں صاحب تھیں ان کو دو فرزند تھے ایک محمد یعقوب صاحب لاولد گزرے دوسرے محمد سالار صاحب یہ جوانی میں مرثیہ خوانی کرتے تھے مگر ضعیفی کے عالم میں آنکھوں سے کم دکھنے کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے بہت ضعیفی میں انتقال کئے ان کے فرزند محمد اسماعیل صاحب محکمہ صفائی بلدیہ میں ملازم تھے ان کی بی بی میر مومن علی صاحب مرثیہ خوان کی ہمشیرہ زادی تھیں ان کا بھی انتقال ہو گیا یہ بھی لاولد تھے۔

مومنین کے سمجھ میں آنے کے لئے خاندانی شجرہ دیدیا گیا ہے وزیر علی صاحب کے تفصیلی حالات کتب و تواریخ میں درج ہیں صرف مرثیہ خوانی کیوجہ سے اس کتاب میں مجملی ذکر کیا گیا ہے۔

زوجہ ابراہیم علی صاحب
مرثیہ خوان
لاولد

مومن علی صاحب
لاولد

دختر

زوجہ مراد علی صاحب
لاولد

زوجہ تراب خاں صاحب
مرثیہ خواں

ناکتخدا انتقال کی

زوجہ نثار علی صاحب
ان کی اولاد ہے

دختر

دختر

دختر

دختر

زوجہ عبد النبی صاحب
ان کی اولاد ہے

زوجہ محمد سالار صاحب
ان کی اولاد ہے

مراد علی صاحب
لاولد

خادم علی صاحب
مرثیہ خواں

محمد اسمٰعیل صاحب
لاولد

دختر

دختر

عباس حسین صاحب مرثیہ خواں
ان کی اولاد ہے

مومن علی صاحب
مرثیہ خواں

حسین علی صاحب
لاولد

قمبر علی صاحب

محمد یعقوب صاحب
لاولد

کاظم علی صاحب
لاولد

ٹیپو صاحب

محمد حاجی صاحب
لاولد

خیرات علی صاحب

محمد سالار صاحب
لاولد

محمد سالار صاحب
مرثیہ خواں

وادے علی صاحب

زوجہ حاجی مرتضیٰ حسین صاحب
مرثیہ خواں

دختر

نذیر علی صاحب مرثیہ خواں
لاولد

قادر علی صاحب

زوجہ میاں خاں صاحب

دختر

محمد زماں صاحب
لاولد

دختر

محمد خیراتی صاحب

دختر

زوجہ محمد اسحاق صاحب
ان کی اولاد کا سلسلہ
ان سے قائم جاری ہے

محمد خیراتی صاحب ساکن لکھنؤ کے باشندے تھے انکے خاندان میں اکثر مرثیہ خوان ہوئے

سید عباس صاحب مرحوم

یہ مدراس کے مشہور مرثیہ خوان تھے اور جوانی میں اعلےٰ درجہ کی مرثیہ خوانی کرتے تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی نہایت خوش گلو تھے پہلے اپنے والد سید قمبر علی صاحب موسوی مرثیہ خوان سے تعلیم ذاکری حاصل کی اس کے بعد جب واحد خاں صاحب مرثیہ خوان حسب طلب نواب صاحب مدراس کو حیدرآباد سے گئے تو اس وقت ان کے والد نے واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروایا اسی سلسلہ میں متعدد اہل مدراس واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوے۔

سید عباس صاحب و سید شجاعت علی صاحب یہ دونو بھائی لکھے پڑھے بہت قابل و لائق تھے جب مدراس سے حیدرآباد میں آئے تو وہ زمانہ اوایل عہد سلطنت نواب افضل الدولہ بہادر کا تھا کسی ذریعہ سے سرکار تک رسائی ہوئی سرکار نے ان سے کچھ سوز و سلام و مرثیہ وغیرہ سماعت فرمائے اور عزت افزائی فرما کے احوال دریافت فرمایا۔

پھر نواب مختار الملک بہادر مدار المہام کے پاس روانہ کیا کہ ان کی ذاکری تم بھی سنو یہ بہت اچھے مرثیہ خوان ہیں۔

حسب الحکم سرکار نواب صاحب نے بھی سنا نواب صاحب کے پاس اس وقت سید عبد الوہاب صاحب داروغہ باورچی خانہ تھے یہ بڑے نیک آدمی اور عاشق حسین اور مرزا دبیر صاحب مرحوم کے شاگرد اور اچھے شاعر بھی تھے انھوں نے بہت کچھ سعی و کوشش فرما کے سید عباس صاحب و شجاعت علی صاحب کے نام ماہوار منصب جاری کروائی یہ دونو بھائی نواب صاحب کے سلام کو برابر حاضر ہوتے رہے۔ اس کے بعد ان کو سرکاری خدمت بھی سرفراز ہوئی۔

سید شجاعت علی صاحب ترقی کرتے کرتے تعلقداری کی خدمت پر فائز ہوئے اس کے بعد وظیفہ ہو گیا یہ بڑے نیک آدمی تھے اور نیک نامی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ان کو بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی ان کی تجہیز و تکفین وغیرہ سب ان کے بھائی سید عباس صاحب نے کی غالباً انتقال کے وقت ان کا سن (۹۰ یا ۹۵)

سال کا ہوگا۔

سید عباس صاحب کی بلدہ حیدرآباد میں بڑی وقعت تھی اور ان کے بہت بڑے اثرات تھے آخر میں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر پیشکار سرکار عالی کے مصاحب خاص ہو گئے تھے مہاراجہ بہادر کا ان پر بہت اعتماد و بھروسہ تھا ہزاروں آدمیوں کو ان سے بہت کچھ فائدہ پہونچا ہر شخص کے ساتھ سخنے قدمے درمے حاضر تھے لوگ اب تک مرحوم کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔

مدراس میں قدیم سے ۷ محرم کو حضرت قاسم علیہ السلام کے نام کے علم کی ایک سواری بڑے تزک واحتشام سے شہر میں نکلتی ہے اور بڑی دھوم سے وہ علم مبارک اٹھایا جاتا ہے جس کا انتظام گورنمنٹ خود کرتی ہے راستہ پر دو طرفہ باقاعدہ فوج کا انتظام رہتا ہے اور پولیس کی علیحدہ جابجا پہرہ بندی رہتی ہے جو لوگ سیاہ پوشش اور سر برہنہ ہوں ان کو اندر حلقہ میں جانے دیتے ہیں بہرحال سید عباس صاحب اوسی کی تتبع کر کے اپنے مکان میں بھی حضرت قاسم علیہ السلام کا علم مبارک بڑے اہتمام سے اٹھانے لگے پہلے مہندی لاتے ہیں پھر علم مبارک اوٹھانے میں خوب سینہ زنی ہوتی ہے اب یہ (۷ محرم) کی مجلس مقبول اور یادگار ہوگئی ہزارہا آدمی مردانہ وزنانہ کا بڑا اکثیر مجمع ہوتا ہے بڑے اعتقاد سے لوگ شریک مجلس ہوتے ہیں بلکہ حیدرآباد کی یادگار مجالس میں اس مجلس کا شمار ہے عباس صاحب ساتویں والے یا عباس صاحب مہندی والے اسی مجلس کی بدولت مشہور ہوگئے تھے بلکہ اب تک مشہور ہیں سید عباس صاحب ہمیشہ اپنے عاشورخانہ کی مجلس میں تراب خاں صاحب و جمال خاں صاحب و فیض خاں صاحب مرثیہ خواں یہ تینوں بھائیوں کو اپنی زندگی تک برابر پڑھاتے رہے اور کہتے تھے کہ ان کا حق میرے پر بہت کچھ ہے یہ میرے استادزادے ہیں ان کے بعد اون کی اولاد کو بھی پڑھاتے رہے اور پھترو خاں صاحب و چھوٹو خاں صاحب وباوزیرخاں صاحب تمام مرثیہ خوانان کو بھی برابر پڑھاتے تھے علاوہ نذر ذاکری کے ہر طرح سلوک و سلوک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے اوستادزادے ہیں اور ان کے پاس جب کبھی کوئی تقریب خوشی و غمی ہوتی ضرور جاتے اور شریک ہو کر حتی الامکان فائدہ پہنچاتے تھے ہر سال اپنے عاشورخانہ کی اخیر مجلس میں کسی نہ کسی کو دوشالہ اڑہاتے تھے دل کے بڑے فیاض تھے مثلاً کسی سے کبھی ایک سلام یا مرثیہ کی فرمایش کر دی تو اس کے ضمن میں کچھ نہ کچھ سلوک کر دیا بہرحال اسی طریقہ سے بہت سلوک کرتے تھے اور اس کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولوی سید سجاد علی صاحب تعلقدار بھی مثل اپنے

باپ کے ہر سال ایک شیروانی بنوا کر بیچھو خاں صاحب مرثیہ خوان کو مرحمت فرماتے تھے۔ بہر حال ان کے احسانات واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کی اولاد پر بہت ہیں۔

عباس صاحب کی دو بی بیاں تھیں ان سے متعدد اولاد پیدا ہوئی بڑی بی بی دختر محب حسین صاحب منتظم نواب سردار جنگ بہادر نواب والاجاہی تھیں ان سے سید سجاد علی صاحب تعلقدار پیدا ہوئے اور سید سجاد علی صاحب کی بی بی سید جعفر حسین صاحب مرثیہ خوان برادر حقیقی عباس صاحب کی دختر تھیں۔ سید سجاد علی صاحب کی اب متعدد اولاد ہے اور سب خوش حال بڑی بڑی خدمتوں پر مامور ہے دوسری چھوٹی بی بی مولوی سید غلام نبی اللہ احمد صاحب کی صاحبزادی صاحبہ تھیں اُن سے دو فرزند پیدا ہوئے بڑے سید تراب علی صاحب ناظم ٹپہ سرکار عالی چھوٹے فرزند نواب مہدی نواز جنگ بہادر ناظم بلدیہ ہیں ان کی شادی نواب سر عقیل جنگ بہادر صدر المہام کی صاحبزادی صاحبہ سے ہوئی اور صاحب اولاد ہیں۔ اور چھ لڑکیاں مختلف البطن تھیں وہ سب صاحب اولاد اور خوش و خرم ہیں۔

ان کے والد سید قمبر علی صاحب مرثیہ خوان ہوسوی تھے اور ان کی مرثیہ خوانی مدراس میں بہت مشہور تھی اور نواب علی خاں بہادر سپاہ دار جنگ اشرف الدولہ نواب والاجاہی کے مصاحب خاص تھے اور بڑے نقشہ اور چھوٹے نقشہ میں نواب صاحب کے ہاں مجالس پڑھتے تھے نواب صاحب بڑی عزت کرتے تھے اور خود ان کی ذاکری سننے کے لئے تشریف لاتے تھے سالانہ و ماہانہ معقول نذرانہ مقرر تھا۔

سید قمبر علی صاحب مرثیہ خوان کو چار فرزند اور تین لڑکیاں دو بی بیوں سے تھیں ایک بی بی سے سید جعفر حسین صاحب مرثیہ خوان اور سید عباس حسین صاحب مرثیہ خوان اور سید شجاعت علی صاحب تھے دوسری بی بی سے میر حسین علی صاحب مرثیہ خوان یہ مصاحب نواب عابد علی خاں صاحب بہادر نواب والا جاہی تھے اور تین بہنیں انکی حقیقی تھیں اور پانچ فرزند تھے یہ سب کے سب خوش حال اور اپنے گھر کے بھرے پورے تھے۔ بہر حال سید عباس صاحب کے خاندان میں چار مرثیہ خوانان اعلےٰ درجہ کے ذاکر مشہور و معروف گزرے ہیں۔

عباس صاحب بہت خوش نصیب تھے خداوند عالم نے بہ تصدق امام حسین علیہ السلام ان کو بہت خوش حال رکھا اور وہ اپنی زندگی اچھے طریقہ سے بسر کیئے جس وقت ان کا انتقال ہوا اس وقت انکا سن غالباً ایک سو سال

سے کچھ کم یا زیادہ ہوگا انھوں نے اپنی زندگی میں اپنی تجہیز و تکفین کا سامان سب تو دمہیا و درست کر لیا تھا یہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیے گئے جنازہ کے ہمراہ کثرت سے عزیز و اقارب و دوست واحباب و مومنین شریک تھے۔

سید عباس صاحب کے اس وقت تمام عزیز و اقارب اولاد سب کے سب بڑی بڑی خدمتوں پر مامور ہیں اور سب اپنے گھر کے بھرے پورے خوش حال ہیں۔ سید عباس صاحب کو جس وقت خداوند عالم نے صاحب ثروت فرمایا تو یہ ذاکری اپنی خوش اعتقادی سے ترک نہیں فرمائے اپنے گھر میں اعتقاداً ذاکری کرتے تھے۔ اسی سبب سے ان کا حال ذاکرین کے احوال میں تحریر کیا گیا

میر اسد علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ پروردہ مغل صاحب بی بی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مغل صاحب بی بی نے ان کو مثل اپنی اولاد کے بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا تھا ہزارہا روپیہ ان کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا تھا۔ بڑے بڑے اوستاد ماہر فن علم موسیقی کے ذریعہ سے تعلیم دلوائی تھی۔ ان کو بچپن سے مرثیہ خوانی کا زیادہ شوق تھا صرف ماہ محرم و صفر میں اپنے گھر کے عاشور خانہ میں مرثیہ خوانی کرتے تھے یا کسی کے اصرار پر کسی کے الاوہ میں نذری مجلس بغیر نذر کے پڑھتے تھے ان کے سننے کے لئے دور دور سے ہزارہا آدمی اشتیاق کے ساتھ چلے آتے تھے یہ اپنے فن میں کامل اور بے مثل تھے اور حیدرآباد دکن میں ان کی مرثیہ خوانی کا بہت شہرہ تھا۔ جب یہ خبر بادشاہ وقت نواب افضل الدولہ بہادر کے گوش گزار ہوئی تو ان کی ذاکری سننے کا بیحد اشتیاق ہوا بذریعہ نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم یاد فرمایا نواب صاحب نے مغل صاحب بی بی کے پاس کہلا بھیجا کہ میر اسد علی صاحب کی ذاکری سننے کے لئے سرکار نے یاد فرمایا ہے حسب الحکم میر اسد علی صاحب جب حاضر دربار ہوے تو بہت عزت کی گئی اور حکم ہوا کہ اچھا بیٹھو اور اچھے اچھے سوز سناؤ اور عمدہ عمدہ مرثیہ پڑھو پھر کیا تھا میر اسد علی صاحب نے خوب خوب

سوز سنائے اور مرثیہ بھی پڑھے تو نواب افضل الدولہ بہادر بہت خوش ہوے جب نذر ذاکری کا حکم فرمائے تو یہ معروضہ پیش کیئے کہ غلام ذاکری کرنے کے لئے ہمیشہ حاضر ہے مگر نذر ذاکری کی ضرورت نہیں سرکار جس وقت یاد فرمایئں غلام ذاکری کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے یہ جو کچھ عزت ہے سرکار کی دی ہوئی ہے جب یہ واقعہ مغل صاحب بی بی نے سنا نہایت خوش ہویئں اور ان کے لاڈ پیار پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگے اور بڑی تعریف و توصیف کیں مگر نواب افضل الدولہ بہادر نے بذریعہ چوبداران دو ہزار روپیہ مغل صاحب بی بی کے پاس روانہ فرمایا جو قبول کرنا پڑا۔

مغل صاحب بی بی بہت مالدار صاحب معاش ذی اقتدار نیک بخت بڑی خوش اعتقاد مومنہ کاملہ عاشق امام حسین علیہ السلام بی بی تھیں اور عزاداری امام مظلوم میں ہر سال اپنے حوصلہ سے زیادہ حصہ لیتی تھیں اور بہت کچھ اپنا مال مجالس میں صرف کرتی تھیں۔ ان کے بعد ان کی جملہ املاک کے مالک نواب مختار الملک بہادر ہوے اور مغل صاحب بی بی نے اپنے متعلقین و وابستہ کو نواب صاحب کے سپرد کیا ان کے پورے حالات نہیں ملے۔ نواب صاحب کو مغل صاحب بی بی سے قرابت بھی تھی۔

بہر حال میر اسد علی صاحب اعلےٰ درجہ کے مرثیہ خوان تھے خوب خوب ذاکری کرتے تھے۔ سوائے اپنے گھر کے اور کہیں مجلس پڑھنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ ان کے بازوداربھی متعدد تھے سب کے سب خوش گلو بلند آواز تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کی بھی تعلیم ذاکری بہت اچھی طرح ہوئی تھی میر اسد علی صاحب جب مجلس شروع کرتے تھے تو قریب دو ڈھائی گھنٹہ برابر پڑھتے تھے ان کا مرثیہ بھی کوئی (۶۰ یا ۷۰ یا ۸۰) بند سے کم نہیں ہوتا تھا اور مجلس میں جب تک خوب رقت نہ ہوتی تھی اوس وقت تک مرثیہ ختم نہیں کرتے تھے بعض اوقات مجلس میں رقت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اکثر لوگ روتے روتے بے ہوش ہو جاتے تھے خود بھی بہت باکی تھے ان کے بازوداربھی بجائے خود ہر شخص ایک مرثیہ خوان تھا اون کو اکثر دنگلوں میں علیحدہ بھی مجلس پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔

میر اسد علی صاحب خود مرثیہ خوانان بلدہ کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے جب مغل صاحب بی بی کے پاس دنگل ہوتا تھا تو یہ خود اپنی ذات سے ذاکرین کے لیئے اہتمام کرتے تھے ہر ذاکر کو اوس کی حیثیت سے نذر ذاکری گزرانی جاتی اور ذاکرین کی بڑی آو بھگت کرتے تھے اور بے حد اون سب کے ممنون

مشکور ہوتے تھے علاوہ نذرِ ذاکری کے کسی نہ کسی مرثیہ خوان کو جس کے مرثیہ پر رقت اچھی ہوتی دوشالہ یا شالی رومال اڑھاتے تھے اوس وقت عام طور پر دنگل میں دوشالہ یا شالی رومال اوڑھانے کا قاعدہ تھا نواب مختار الملک بہادر نے یہ مجلس پڑھنے کے بعد میر اسد علی صاحب کے لئے خدمت تحصیلداری پر تقرر فرمایا یہ کچھ روز وہاں جاکے ملازمت کئے اثناء ملازمت میں مقام مستقر سے علیل ہوکر بلدہ واپس ہوگئے علاج وغیرہ ہوتا رہا مگر صحت حاصل نہیں ہوئی مغل صاحب بی بی کی دیوڑھی واقع چار مینار میں (۴۲) سال کے سن میں انتقال کیا اون کو کوئی اولاد نہیں تھی باقی حالات خاندانی ہدست نہیں ہوئے

حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ مچھلی بندر کے مشہور مرثیہ خوان تھے اور منتخب ذاکرین میں ان کا شمار تھا جب واحد خاں صاحب واحد خاں صاحب مرثیہ خوان مچھلی بندر گئے یہ وہاں انکے شاگرد ہوے اور خوب محنت کی تو ان کی مرثیہ خوانی اول سے زیادہ رنگین ہوگئی ان سے وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی بڑی ہمشیرہ بیاہی گئیں تھیں وزیر علی صاحب نے ان کو مچھلی بندر سے بلوا کے شاہی دربار میں پیش کیا تو صرف ایک دفعہ ایک سلام سنے اور بخاطر وزیر علی صاحب مرثیہ خوان اون کے بہنوی ہونے کی وجہ سے اون کے نام ماہوار جاری ومقرر فرمائی وہ ماہوار اب تک علاقہ صرف خاص مبارک سے ان کے خاندان میں جاری ہے

یہ حج بیت اللہ الحرام زیارت حضرت خیر الانام سے اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی مشرف ہوے تھے اوس وقت حج وزیارت سے مشرف ہونا کار دارد کا مضمون تھا۔ بڑے بڑے مصائب وتکلیف کا سامنا ہوتا تھا اور اخراجات بھی زیادہ ہوتے تھے کئی مہینے سفر میں رہنا پڑتا تھا تراب نماں صاحب مرثیہ خوان سے انھیں خاص محبت اور نہایت خلوص تھا۔ ان کے والد حاجی محمد صاحب صوبہ دار فوجی ملازم علاقہ گورنمنٹ سرکار عظمت مدار تھے۔ ان کی بی بی وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی بڑی ہمشیرہ نصیب جان کا کربلائے معلیٰ جاتے ہوے یا واپسی میں بمقام مسقط انتقال ہوگیا اور وہیں دفن کی گئیں۔

مرحومہ کے بطن سے تین فرزند تھے بڑے محمد حاجی صاحب لاولد انتقال کئے ان سے چھوٹے محمد چھپو صاحب ان کو ایک لڑکا عباس حسین صاحب نامی تھا یہی مرثیہ خوانی کرتا تھا اور تراب خاں صاحب کا شاگرد تھا سب سے چھوٹے مومن علی صاحب مرثیہ خوان تھے یہ سب اپنے باڑہ واڑ واقع دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے۔

ان کا لباس و وضع و قطع بالکل قدیم مچھلی بندر کی تھی اور ان کا سن بھی غالباً (۶۵ یا ۷۰) سال کا ہوگا بہت نیک آدمی تھے نماز اور روزہ کے بہت پابند تھے زیادہ لکھے پڑھے نہیں تھے مگر سمجھدار عقلمند دور اندیش تھے انکے کلام کی بہت قدر تھی صاحب عزت بھی سمجھے جاتے تھے اور مرثیہ خوان بھی صاحب نعت اور باوقار سمجھے جاتے تھے۔

میر ضامن علی صاحب ضامن مرثیہ خوان مرحوم

یہ مچھلی بندر کے مشہور مرثیہ خوان تھے حیدرآباد میں وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کے زمانے میں آئے تھے اور انھوں نے ہی کوشش کر کے سرکاری ماہوار علاقہ صرف خاص مبارک سے بصلۂ ذاکری ان پر اجرا کروائی تھی ان کے باقی حالات کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ان کے زمانے میں کوئی خاص بات قابل تحریر دستیاب ہوئی۔ ان کا انتقال حیدرآباد میں ہی ہوا ان کے دو فرزند تھے ایک میر عباس علی صاحب مرثیہ خوان دوسرے میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان۔

میر عباس علی صاحب مرثیہ خوان اپنے والد کی جگہ بصلۂ ذاکری ملازم سرکار مقرر ہوئے اور تا زندگی ماہوار پاتے رہے باقی حالات ان کے بھی دستیاب نہیں ہوئے تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کی زندگی میں انکا انتقال ہوا ان کی تجہیز و تکفین ان کے چھوٹے بھائی میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان نے کی تمام مرثیہ خوان شریک جنازہ ہوئے۔

میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان بھی ذاکری کرتے تھے اور تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگردوں میں ان کا شمار تھا مگر چنداں مشہور نہ تھے اکثر زنانی مجالس یا دنگل میں مرثیہ خوانی کرتے تھے

یا کسی کے معاوضہ میں پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ بہر حال ان کی مالی حالت اچھی نہیں تھی سرکاری ماہوار بھی ان پر اجرا نہیں ہوئی پریشانی کے عالم میں عمر بسر کی ان کا مکان بیرون دریچہ پوورے شاہ صاحب تھا یہیں وفات
انتقال ہوا اور وہیں کے دائرہ میں دفن ہوئے ہر دو بھائی کو کوئی اولاد نہ تھی غالباً وقت انتقال ان کا سن (۴۵ یا ۵۰) سال ہو گا کوئی عزیز و رفیق ان کا بھی بلدہ میں نہ تھا دوست احباب اور مرثیہ خوانان نے ان کی تجہیز و تکفین کی خداوند عالم مرحومین کے درجات عالی کرے۔

تراب خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے منجلے فرزند تھے ان کی ذاکری حیدرآباد میں بہت مشہور تھی اور یہ منتخب ذاکروں میں تھے اپنے ہمعصر ذاکرین میں ان کا مثل و نظیر نہیں تھا زمانہ طفلی میں ان کے والد کا انتقال ہونے سے انھوں نے حیدرآباد کے ذاکرین کے علاوہ ہندوستان کے بھی سوز خوانوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوائل سن سے جوانی تک یہ جب زیر تعلیم تھے اپنے استادوں کی بہت خدمت کی ہمیشہ گھر کا کام کاج مثل نوکروں کے انجام دیا اور استادوں کے پاؤں دبائے حتیٰ کہ کھانا بھی پکایا اور ان کی دعائیں لیں جب خداوند عالم نے اتنا نوازا کہ یہ اپنے زمانہ کے فرد فرید ہوئے۔ کچھ دن ولی صاحب و غلام اصغر صاحب سے بھی سیکھتے رہے خادم حسین خاں صاحب سوز خوان سے جو اعلیٰ درجہ کے دھرپتیے اور اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے بہت سے سوز حاصل کئے اور عابد علیخاں صاحب سوز خوان لکھنوی سے بھی کچھ سوز وغیرہ حاصل کئے اس پر ہمیشہ ولی صاحب اور غلام اصغر صاحب دوسروں سے سوز خوانی حاصل کرنے کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم ہمارے شہر کے مشہور اور سربرآوردہ ذاکر ہو ایسا نہ کرو۔ اس پر وہ جواب میں یہ کہتے تھے کہ جس کے پاس جو چیز اچھی ہے ضرور حاصل کرنا چاہیئے، بہر حال ولی صاحب ان کو بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ کہتے تھے کہ تراب خاں صاحب حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں میں بے مثل ذاکر ہیں ان کی عادت تھی کہ دنگل میں جب اچھی طرح

مجمع ہوجاتا تو خود آکر لوگوں کو متوجہ کرتے کہ ذرا توجہ سے ان کی ذاکری سماعت فرمائیں یہ واحد خاں صاحب کے فرزند رشید ہیں ان کا مثل حیدر آباد میں نہیں ہے اب کیا تھا لوگ ہمہ تن متوجہ ہوجاتے تھے اور ان کی ذاکری حاصل دنگل سمجھی جاتی تھی۔ پھر کسی کا چراغ مشکل سے جلتا تھا یہ بھی ولی صاحب و غلام اصغر صاحب کا بہت ادب کرتے تھے اور اتنی اطاعت اور فرمانبرداری کی جو بیان سے باہر ہے۔

ایک دفعہ ماہ محرم میں ولی صاحب بغرض زیارت کربلائے معلّٰی گئے ہوئے تھے تراب خاں صاحب نے اپنے مجالس کے علاوہ اون کے مجالس بھی پڑھ کر نذر ذاکری جو کچھ حاصل ہوئی تھی ان کی واپسی پر اون کے سامنے پیش کردی اور نذر مجالس مسجد نواب فیاض الملک مرحوم بھی پیش کیا اس پر ولی صاحب نے ہزارہا دعائیں دیں اور یہ کہا کہ یہ نذر مسجد نواب فیاض الملک کی ضرورت کیا ہے۔ جب میں یہاں رہتا تھا خود حاصل کرلیتا تھا اس سال میں نہیں تھا وہاں کی نذر تم خود لیلو مگر تراب خاں صاحب نہیں لئے اس پر ولی صاحب نے کہا یہ بات بہت مشکل ہے جب سے تراب خاں صاحب مسجد فیاض الملک مرحوم میں مجالس پڑھتے ہیں ہر سال وہاں کی نذر ذاکری اون کی میں خود حاصل کرلیتا تھا اس سال نہیں تھا وہ خود حاصل کرکے مجھ کو پہونچائے اور نہ کبھی انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ مسجد کی نذر ذاکری نہیں ملی یہ حوصلہ معمولی مرثیہ خوان کا نہیں ہے ان کی ذاکری خصوصیت کے ساتھ حضرات اہل سنت بھی بہت پسند کرتے تھے اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یہ بہت سلیس سلیس مرثیہ پڑھتے تھے اور اسی طرح کی ذاکری میں ان کے مجالس بہت کامیاب رہتے تھے دربار و زندان کے حال کے مرثیہ بہت کم پڑھتے تھے بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے پہلے کے ایک ذاکر نے دربار یا زندان کا حال پڑھا اور انھوں نے بعد میں وہی سلیس سلیس مرثیہ پڑھنا شروع کردیا سامعین متوجہ ہوگئے ایسی مجلس ہوئی کہ بیان سے باہر۔ اس کی مجلس میں کثرت سے اہل سنت شریک ہوتے تھے اور گھروں میں مجلس کرکے پڑھاتے تھے چنانچہ نواب فیاض الملک مرحوم تو ان کی ذاکری کے عاشق تھے اکثر اپنے پاس بلا بلا کر مجلس سنتے تھے اور اپنے گھر میں ۸ محرم کو دنگل کرتے تھے جس میں تمام بلدہ کے مرثیہ خوان ذاکری کرتے تھے اس کے علاوہ یکم محرم سے ۱۰ محرم تک مسجد کالی کمان میں روزانہ مجلس وعظ

ہوتی تھی مولوی صاحب کے بعد ان کی ذاکری سونے میں سوہاگے کا کام کرتی تھی متعدد اشخاص بے حال وبے خود ہو جاتے تھے اور اپنا لباس اوسی حالت بے خودی میں مرحمت کرتے تھے نواب اکرام جنگ مرحوم و نواب ذوالقدر جنگ مرحوم و نواب جعفر حسین خاں صاحب مرحوم اور ان کی پارٹی کے اکثر حضرات تو ہمیشہ بلا بلا کر انکی مرثیہ خوانی سنتے تھے علی الخصوص حضرت آغا داؤد صاحب جو نواب فیاض الملک مرحوم کے پیر و مرشد اور حضرت محمد حسین صاحب کے خلیفہ و جانشین تھے وہ بھی ان کی ذاکری بہت پسند فرماتے تھے اکثر مرتبہ نواب فیاض الملک مرحوم کے دولت خانہ میں جو ۔ محرم کو دنگل ہوتا تھا اور مسجد میں اکثر مرثیوں کی فرمایش کر کے سنتے تھے اور بہت تعریف فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ نواب صاحب مغفرت نے نواب بشیر الدولہ آسمان جاہ بہادر سے جو امرائے نامدار اور امیر کبیر تھے ان کا ذکر کیا اور تعریف فرمائی نواب صاحب نے بھی اشتیاق ظاہر فرمایا تو نواب فیاض الملک مرحوم اپنے ساتھ لے کر گئے نواب صاحب اور دیگر امرا کرسیوں پر تشریف رکھتے تھے ۔ فرمایا اچھا شروع کرو تراب خاں صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یہ نبیؐ کے نواسے کا ذکر ہے سرکار اور دیگر حضرات اور تمام امرا کرسیوں پر نعلین پہنے تشریف فرما ہیں اور میں نبیؐ کے نواسے کا حال ایسی حالت میں عرض کروں اس کے لئے تو خاص مجلس اور خاص فرش وغیرہ کی ضرورت ہے سرکار مجھے معاف فرمائیں نواب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بالکل صحیح و درست ہے بے شک بے ساختہ ایسا ہی ہونا چاہیئے حکم فرمایا کہ جلد دوسرے مقام پر فوراً فرش بچھایا جائے جب فرش تیار ہو گیا تو نواب صاحب معہ اسٹاف کے تشریف لائے اور مودبانہ تشریف رکھے پھر فرمایا کہ اب شروع کرو ۔ تراب خاں صاحب نے کچھ سوز و سلام ایک مرتبہ بالکل سلیس پڑھے جس سے تمام حضرات روتے روتے قریب تھا کہ بیہوش ہو جائیں ۔ بہر حال بہت رقت ہوئی نواب صاحب نے بہت تعریف و توصیف فرمائی اور فیاض الملک مرحوم سے ارشاد فرمایا کہ تم جیسی تعریف کرتے تھے یہ ویسے ہی ہیں بہر حال بہت کچھ صلہ مرحمت فرمایا اور رخصت کیا ان کے پاس مرثیوں کا بے حد ذخیرہ تھا کچھ تو ورثتاً حاصل ہوے تھے اور کچھ آپ نے خود جمع کیا تھا اور زیادہ حصہ مراثی نواب سلیمان جاہ بہادر مرحوم کے پاس سے ہدست ہوا تھا ان کے واقعات یہ ہیں کہ نواب صاحب کو مرثیوں کا بہت شوق تھا ہزارہا روپیہ خرچ کر کے مراثی کا ذخیرہ جمع فرمایا تھا اور آپ خود بھی مرثیہ خوانی فرماتے

تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو دو سو بند کا مرثیہ لیکر مرثیہ خوانی کرتے تھے بہرحال نواب صاحب مرثیوں کے بڑے شوقین تھے۔ کثیر تعداد میں مراثی جمع فرمایا تھا وہ سب کے سب تراب خاں صاحب نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیے تھے۔

ان کی امرائے شیعہ میں بھی بہت عزت و وقعت تھی نواب خانخانان بہادر مرحوم جب سنتے تو اشرفیاں اور دو شالہ اور شیروانیاں سرفراز فرماتے تھے اور معمول ذاکری بھی جو مقرر تھا مرحمت ہوتا تھا اور نواب صاحب کے پاس کے پروردہ خادمائیں ان کی شاگرد تھیں اور نواب مشیر الملک مرحوم اور ان کا محل خود بھی ان کو بے حد چاہتا تھا اور انکے پاس کی بھی خادمائیں شاگرد تھیں اور محل نواب مکرم الدولہ مرحوم اور محل نواب بہرام الدولہ مرحومہ کے خادمائیں بھی شاگرد تھیں ان مقامات سے ان کو بہت یافت اور معقول فائدہ تھا تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد ان جملہ امرائے نامدار نے ان کی اولاد و متعلقین کیساتھ بھی وہی طریقہ سلوک و مسلوک جاری رکھا برابر پرورش کرتے رہے اور ماہواریں جاری رکھیں۔

ان کے شاگرد بھی بہت تھے بوجہ طوالت ان کے نام تحریر نہیں کیے گئے آیندہ ان کے حالات میں اپنے اپنے مقام پر تحریر کیے جائیں گے۔

انھوں نے اپنی زندگی میں بہت سیاحت کی علاوہ ہندوستان کے کربلائے معلّی اور دیگر مقامات پر بطور سیر و سیاحت و زیارت معہ احباب و متعلقین دو دو چار چار ماہ کا سفر کیا اور لکھنو کو کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی جا کر اپنی ذاکری لوگوں کو سنائی اور ان کی ذاکری سنی لکھنو میں عابد علی خاں صاحب سوزخوان کے مکان میں مہمان رہے۔ اکثر دوست احباب ان سے بہت خوش رہتے تھے ان کے انتقال کے بعد ہمیشہ یاد کرتے تھے بلکہ بعض حضرات اب تک یاد کرتے ہیں۔

یہ اپنے عزیز و اقارب کے علاوہ ہمیشہ سادات رفیع الدّرجات کی بہت خدمت کرتے رہے اور اکثر بیواؤں کے ساتھ سلوک و مسلوک کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد یہ حالات منکشف ہوے۔ تراب خاں صاحب کی مالی حالت بہت اچھی تھی تمام خاندان کی پرورش ان کے ذمہ تھی گھر کے بھرے پورے اور مہمان نواز تھے اکثر لوگ بلاد بعیدہ کے ہمیشہ مہمان رہتے تھے مکانات وغیرہ متعدد تھے اور گھر کی زینت

بہت اچھی تھی سواری کے لئے گھر پر گھوڑا گاڑی تھی جس وقت انتقال ہوا تمام مال و اسباب اون کی والدہ کے قبضہ میں تھا۔

ان کے والد کی مجلس سالانہ ۱۲ ذیحجہ کو نعل مبارک میں ہوتی تھی دونو بھائیوں کو وقت پورا نہیں ملتا تھا جب یہ پڑھتے تھے تو جمال خاں صاحب ناخوش رہتے تھے اس لئے یہ اپنی سالانہ مجلس درگاہ حضرت عباسؑ میں ۱۲ ذیحجہ کو منعقد کرنے لگے تمام سال لوگوں سے مجلس کا وعدہ لیتے تھے اور مجلس کے دن پختہ ہوتی تھی اور لوگ مدعو ہوتے تھے برابر دن کے دو ڈھائی بجے تک کھانے کا انتظام ہوتا تھا درگاہ میں اتنا مجمع ہوتا تھا کہ بیان سے باہر مجلس کا تبرک جناب میر عاشق علی صاحب اپنی ذات سے تقسیم کرتے تھے تراب خاں صاحب اس کے معاوضہ میں اون کی جملہ مجالس عاشورہ بغیر نذر ذاکری پڑھتے تھے۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ " دوزخ سے جب آزاد کیا حُر کو خدا نے " یہ مرثیہ ہدست ہوتے پر ایک نیا سوز جو اس وقت رائج ہے رکھ کر اپنی مجلس میں پڑھنا چاہا چند مرثیہ خوان مانع ہوے کہ یہ مرثیہ قبل ازیں محمد خیر اللہ صاحب اپنی مجلس سالانہ میں پڑھ چکے ہیں تو جواب دیا کہ اون کی مجلس اور ہے اور میری مجلس اور بہرحال وہی مرثیہ پڑھا گیا بہت کامیاب مجلس ہوئی کثرت سے لوگ جمع تھے سب کی زبان پر یہی جاری تھا کہ کیا مرثیہ اور کیا پڑھنا ہے کیا سوز ہے۔

بہرحال ان کی ذاکری میں چند مرثیہ ایسے تھے کہ ہمیشہ حضرات اونہی کی فرمایش کرتے کہ وہ مرثیہ پڑھو منجملہ اون کے چند مرثیوں کے چند مطلع حسب ذیل ہیں (جب زایران شاہ غریب الوطن پہرے) (جب مر گئے ہفتاد و دو تن راہ خدا میں) (رخصت ہے وطن سے شہ آوارہ وطن کی) (بتیغ فاطمہؑ کے جو دل تے بکھر گئے)

انھوں نے متعدد عقد کیئے اور ان سے اکثر اولاد ہوئی مگر اون کے بعد ایک لڑکا یاور خاں صاحب اور تین لڑکیاں اور ایک ہمشیرہ زادی جس کے ماں باپ نہ ہونے کی وجہ سے خود پرورش کر کے اون کی شادی مراد علی خاں صاحب سوزخوان کے ساتھ اپنی زندگی میں کر دی تھی باقی رہے۔

۱۔ بڑی لڑکی کی شادی پتھرو خاں صاحب مرثیہ خوان کے ساتھ ہوئی ان کا ذکر مظفر و خاں صاحب کے حالات میں آیندہ تحریر ہوگا۔

۲۔ دوسری لڑکی ابراہیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان کی بی بی تھیں اُن کا بھی حال آیندہ ذکر

کیا جائے گا۔

۳۔ تیسری لڑکی غلام حیدر صاحب کی بی بی تھیں یہ داروغہ پھول باغ علاقہ مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر تھے یہ بھی لاولد انتقال کی یاور خاں صاحب کا بھی ذکر آئندہ اپنے مقام پر پیش کیا جائے گا۔

بقیہ خاندانی حالات واحد خاں صاحب کی کیفیت میں مفصل تحریر ہو چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں انکا انتقال ۲۲ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ یا ۱۳۱۳ھ میں واقع گول بنگلہ اپنے مکان میں ہوا وقت انتقال انکا سن غالباً (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا۔ ان کی میت میں تمام مرثیہ خوان و بازو دار و مومنین دوست و احباب حتیٰ کہ اکثر امراء بھی شریک تھے۔ ان کی قبر تکیہ جان اللہ شاہ صاحب قریب پل افضل گنج ان کے ہڈواڑے میں بنائی گئی مگر طغیانی رودموسیٰ ۱۳۲۶ھ میں تمام قبور بہہ گئیں اب پتہ بھی نہیں ہے۔ بنانے کا ارادہ کیا تو جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ نے منع فرمایا جو اس وقت حضرت غفران مکان کے مہمان تھے۔

ان کے اخلاق و عادات بہت وسیع تھے جس کی وجہ آج تک لوگ اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور مرثیہ خوانان اور بازو داروں کے تو ہر دلعزیز تھے ان کا لباس بالکل قدیم وضع و قطع کا تھا انگرکا زیادہ پہنتے تھے اور شیروانی بہت کم سر پر شملہ کبھی بغدادی پٹکہ باندھتے تھے اور کاندھے پر رومال دوفردی رہتا تھا اور کبھی دوشالہ بھی اوڑھتے تھے۔

تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان نے ان کے گھر کو بہت سنبھالا تمام آمدنی خود وصول کرکے لاتے اور بعد وضعات بازو داران نصف حصہ بچھو خاں صاحب و چھوٹو خاں صاحب کو اور نصف حصہ والدۂ تراب خاں صاحب کے سپرد کرتے اور بازار سے جملہ سامان خورد و نوش و پارچہ وغیرہ لاکے مہیا کرتے تھے۔ اس کے صلہ میں مراد علی خاں صاحب نے جناب بڑی صاحبزادی صاحبہ محل مکرم الدولہ مرحوم کے پاس سفارش کرکے تراب خاں صاحب کی جگہ خادماؤں کی تعلیم ذاکری کے لئے مقرر کروایا جہاں تا زیست مقرر رہے۔

جمال خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ واحد خاں صاحب کے بڑے فرزند اور حیدرآباد کے مشہور و معروف اور منتخب ذاکر تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی اور حافظہ خداداد تھا اور ہمیشہ زبانی ذاکری کرتے تھے تمام عمر میں کبھی مرثیہ دیکھ کر نہیں پڑھا جس مرثیہ یا سلام کی فرمایش کی گئی فوری سنا دیا قرآن شریف بھی اسی طرح حفظ تھا ایک دفعہ نواب خانخاناں بہادر کے پاس بڑے مجالس ہو رہے تھے ایک مجلس میں جناب میر انیس صاحب مرحوم اپنا نیا مرثیہ پڑھ رہے تھے یہ بھی اوس مجلس میں شریک تھے تمام مرثیہ من و عن سن لیا اور اپنے پڑھنے کے موافق منتخب بھی کرلیا۔ نواب صاحب موصوف کے پاس ہر پنجشنبہ کو مجلس ہوتی تھی اور متعدد جماعتیں پڑھتی تھیں اتفاق یہ ہوا کہ انھیں ایام میں پنجشنبہ آیا یہ پڑھنے کے لئے گئے نواب صاحب نے مجلس میں میر انیس صاحب کو بھی بلوایا کہ ہمارے حیدرآباد کے مرثیہ خوانان کی ذاکری بھی سنو۔ بہرحال کئی ذاکر پڑھنے کے بعد ان کی باری آئی یہ تکیہ پر بیٹھتے ہی میر انیس صاحب کا نیا مرثیہ پڑھنے لگے میر انیس صاحب کو حیرت ہوئی کہ یہ مرثیہ میں ایک دفعہ لکھنؤ میں پڑھا دوسری مرتبہ حیدرآباد میں' ان کے پاس کہاں سے آیا آخر کار دریافت کیا کہ یہ مرثیہ تمہارے پاس کیسے آیا جواب دیا کہ حضور نے پڑھا تھا میں نے سن لیا اور یاد کرلیا۔ میر انیس صاحب کو بہت تعجب ہوا اور بولے کہ عجیب خداداد حافظہ ہے پھر اپنے پاس بلا کر بہت تعریف کی اور نواب صاحب سے فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ غلام اصغر صاحب مرثیہ خواں اپنی سالانہ مجلس کا نیا مرثیہ ربط یعنی مشق کر رہے تھے ٹھیک دوپہر کا وقت تھا کہ یہ اون سے ملاقات کے لئے گئے۔ اور دروازہ کے باہر کھڑے رہ کر تمام مرثیہ سن لیا اور نواب مشیر الملک مرحوم کے پاس ہر پنجشنبہ کو بعد مغرب مجلس ہوا کرتی تھی متعدد جماعتیں پڑھتی تھیں یہ وہاں جاکر وہ مرثیہ پڑھنا شروع کیے غلام اصغر صاحب بھی موجود تھے ان کو بہت رنج ہوا کہ میرا نیا مرثیہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہے اپنا نیا مرثیہ جب ربط یعنی مشق کرتے تو چار آدمی چار طرف کھڑا کرتے کہ جمال

صاحب آتے ہی فوراً اطلاع دو بہرحال ان کا حافظہ خداداد تھا ایسا شخص حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں میں نہیں گزرا۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۲ ذی الحجہ کو نعل مبارک میں سالانہ مجلس کرتے تھے پہلے تراب خاں صاحب پڑھتے تھے جب زیادہ وقت ہو جاتا تو یہ خفا ہو جایا کرتے کہ مجھ کو وقت نہیں رہا آخرکار تراب خاں صاحب نے اس جھگڑے کو پاک کر دیا اور اپنی مجلس ۲۲ ذی الحجہ کو درگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں کرنے لگے اس کا مفصل ذکر اون کے حالات میں بیان ہو چکا ہے۔ بہرحال ۱۲ ذی الحجہ کی سالانہ مجلس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اُن کے آخر زمانے میں ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ مرض شل ہو گئے تھے مجالس میں جانا آنا بھی بہت مشکل ہو گیا تھا بعض بعض مقامات پر ڈولی میں بیٹھ کر جاتے اور ذاکری کرتے تھے ان کی ذاکری نہ چلنے کی وجہ سے ان کے ماموں سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار علاقہ سرکار عالی جو اپنی بیٹی بھی ان کو دی تھی بہت مدد کرتے تھے اس کے علاوہ ان کے بھائی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان ان کے ہمیشہ کفیل رہتے تھے جب ان کا انتقال ۱۳۱۱ھ میں ہوا تو تراب خاں صاحب نے ہی ان کی تجہیز و تکفین کی ان کا مکان بیرون یاقوت پورہ واقع تھا۔ اور اون کا مدفن بیرون ملی افضل گنج تکیہ جان اللہ شاہ صاحب میں تھا وہیں دفن کیے گئے تمام مرثیہ خوانان اور اہل محلہ و مومنین شریک جنازہ تھے تراب خاں صاحب نے بڑی عزت کیا تھا انتظام میت و سوم و دہم و چہلم کیا اور بیوہ اور یتیموں کی پرورش کرتے رہے اور بچوں کو اپنے پاس لے جا کر رکھا تعلیم و تربیت میں زیادہ حصہ لیا ان کے متعدد بچے تھے سب کا انتقال ان کے سامنے ہوا ان کے بعد صرف دو فرزند ایک لڑکی باقی رہی بڑے فرزند غضنفر خاں صاحب مرثیہ خوان اور چھوٹے فرزند چھوٹو خاں صاحب مرثیہ خواں تھے ان کے حالات آئندہ تحریر کیے جائیں گے۔

ان کی لڑکی کی شادی سید حید حسین صاحب برادر زادہ سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار سے ہوئی ان کو دو فرزند اور ایک لڑکی ہوئی بڑے فرزند سید احمد حسین صاحب اور چھوٹے فرزند سید واجد حسین صاحب ہیں اب ان کی اولاد کا سلسلہ ان سے جاری و قائم ہے اور لڑکی ناکتخدا انتقال کی۔

جب اُن کے والد کا انتقال ہوا تو کمسن تھے نواب کرار جنگ مرحوم اور اُن کے محل میں اور حضرت

زینت النساء بیگم صاحبہ والدہ نواب مختار الملک مرحوم نے زیادہ حصہ لیا وقتاً فوقتاً جویائے حال رہتے تھے اور امداد میں کوئی حصہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔
ان کا لباس قدیم وضع وقطع کا تھا ہمیشہ علیل مزاج رہتے تھے آخر سن ان کا غالباً (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا۔

فیض خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ داؤد خاں صاحب مرثیہ خوان کے چھوٹے فرزند تھے شباب کے زمانے میں نہایت خوش گلو تھے ان کی آواز خداداد تھی۔ جس مجلس میں ذاکری کرتے تھے لوگ بے حد ان سے خوش ہوتے تھے نواب خانخاناں بہادر تو ہمیشہ ان کے گلے کے بوسہ لیتے تھے اور یہ نواب صاحب کے پاس ہی زیادہ رہتے تھے نواب صاحب ان کو بہت چاہتے تھے اور نواب کرار جنگ مرحوم کا بھی یہی حال تھا بہت محبت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر کی جماعتیں ہیں تا زندگی سلوک وسلوک کرتے رہے۔
ان کو لکھنا پڑھنا بہت کم آتا تھا۔ مرثیہ یاد کر کے پڑھتے تھے مگر مرثیہ خوانی میں ان کا مثل ونظیر نہیں تھا اپنی زندگی احتیاط سے بسر نہیں کی کچھ دن بعد مرض صرع میں مبتلا ہوگئے مرثیہ خوانی وغیرہ سب جاتی رہی اب نہ ان کا وہ گلا ہی رہا نہ وہ ذاکری رہی اور نہ وہ آواز۔ جہاں مجلس میں جاتے تھے صرع کا دورہ ہوجاتا تو لوگ گاڑی وغیرہ میں سوار کر کے مکان پر لاکر پہونچاتے تھے آخر کار گھر سے نکلنا ہی بہت کم کردیا آمدنی ذاکری میں بہت فرق آگیا مگر ان کے بڑے بھائی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان ہمیشہ ان کے اور ان کی بی بی کے کفیل رہے بعد انتقال تراب خاں صاحب یہ زیادہ پریشان ہوگئے ان کی والدہ ہر طرح ان کی نگران وکفیل رہیں بہر حال تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد پانچ چھ مہینے کے اندر ۷ رجب ۱۳۱۳ھ کو مکان مراد علیخاں صاحب سوز خوان واقع کالی مسجد قریب الاوہ بی بی ان کا بھی انتقال ہوگیا والدہ تراب خاں صاحب نے بذریعہ مومن علی صاحب ومراد علی صاحب

جملہ امور تجہیز و تکفین کا انتظام کروایا۔ ان کی والدہ ان کی بی بی وغیرہ کی کفیل رہیں تھوڑے دن بعد بی بی کا بھی انتقال ہوگیا ہر دو کی قبر تکیہ روشن دل شاہ صاحب واقع بنگلہ ڈاکٹر مینی صاحب میں واقع ہے ان کی بہت کچھ اولاد ہوئی تھی مگر ماں باپ کے سامنے ہی انتقال کر گئی ایک لڑکی لے کر پرورش کیا تھا اس کی شادی اون کی والدہ نے اپنی زندگی میں کردی جو صاحب اولاد موجود ہے ان کی بقیہ خاندانی کیفیت واحد خاں صاحب مرثیہ خواں کے حالات میں تحریر ہے غالباً وقت انتقال ان کا سن (۵۴) سال کا ہوگا۔

حسین خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خواں تھے فن سوز خوانی میں کامل مہارت رکھتے تھے اپنے زمانے کے سر آوردہ مرثیہ خوانان میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اور غلام اصغر صاحب کے شاگردوں میں مشہور تھے حالانکہ ان کے معلومات بہت وسیع تھے لیکن صرف مرثیہ خوانی کی حد تک اور ذنگلوں میں شریک ہونے کی خاطر شاگرد ہوتے تھے ان کا گلا نہایت اچھا اور قابو میں تھا گو آواز چھوٹی سی تھی مگر اچھی تھی اور گلے میں سکت بہت تھی مجلس کو قابو میں لانا اون کا اختیاری فعل تھا ضعیفی کے عالم میں آواز بے قابو ہوگئی تھی اس سبب سے بہت کم مرثیہ خوانی کرتے تھے ان کے چھوٹے فرزند ابراہیم علی خاں صاحب اون کے مقامات مقررہ پر ذاکری کرنے جایا کرتے تھے جن کا ذکر آئیندہ اپنے مقام پر آئے گا۔

حسین خاں صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اول قوالی کرتے تھے اور موسیقی کے فن میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے تھے۔ ان کا پہلا نام حسین بخش تھا لیکن اپنے اعتقاد سے قوالی ترک کرکے مرثیہ خوانی کرنے لگے اور حسین خاں کے نام سے مشہور ہوگئے ان کا مکان گھانسی میاں صاحب کے بازار میں روبروئے موجودہ ہائی کورٹ واقع تھا جس وقت رود موسیٰ کی طغیانی غرہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو شب میں ہوئی تو انھوں نے مکان چھوڑ کر روبروے مکان ایک عاشور خانہ تھا وہاں پناہ لی اور

مرثیوں کا لبتہ اپنے سینہ سے لگائے رہے۔ عاشورخانہ میں ہزاروں کا مجمع تھا پانی حد سے گزر گیا
تھا تمام لوگ حیران و پریشان تھے لیکن یہ اتنے ثابت قدم تھے کہ کچھ ہراساں نہیں ہوئے اور زبان
پر یہ کلمہ جاری تھا کہ میں امام حسین علیہ السلام کا غلام ہوں اور ان کے عاشورخانہ میں ہوں وہی حضرت
مجھے بچالیں گے۔ بہرحال یہ رود موسیٰ کے نذر ہوئے لاش ہر چند تلاش کی گئی مگر پتہ نہیں ملا۔ بقیہ متعلقین
کو خدا وند عالم کے فضل و کرم سے نجات حاصل ہوئی جن کی تفصیل یہ ہے ایک بی بی اور ایک دختر اور
ایک بڑے فرزند قاسم علی خاں صاحب۔

اس طغیانی کا اثر تمام شہر پر ہوا ہزارہا آدمی بہہ گئے اور ہزارہا آدمی اوس کے فضل سے بچ گئے اس
وقت مرحوم کے چھوٹے فرزند ابراہیم علیخاں صاحب کہیں بغرض سیر و تفریح بیرون بلدہ گئے ہوئے
تھے طغیانی کا حال سن کر پریشان واپس آئے تو معلوم ہوا کہ اون کے والد رود موسیٰ میں بہہ گئے۔

حسین خاں صاحب کے انتقال کے بعد اون کے بڑے فرزند قاسم علیخاں صاحب کچھ دن زندہ
رہے ان کی آواز اچھی نہیں تھی اس لئے وہ مرثیہ خوانی کرنے سے قاصر رہے لیکن کبھی کبھی تبرکاً و اعتقاداً
ذاکری کر لیتے تھے اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مجالس پڑھتے تھے مگر اس کو وہ اچھا نہیں سمجھے اس
لئے فن حکمت میں محنت شاقہ کرکے اور امتحان دے کر کافی تجربہ اور لیاقت حاصل کی حکمت بھی اچھی طرح
چل رہی تھی کہ اون کا بھی انتقال ہو گیا غالباً وقتِ انتقال ان کا سن (۳۵ یا ۴۰) سال کا ہوگا
ان کے انتقال کا اثر اون کے والدہ اور ہمشیرہ پر بہت زیادہ ہوا اور انھیں کے رنج و ملال میں والدہ کا
بھی انتقال ہو گیا اسی زمانے میں ہمشیر کی شادی ہوئی وہ بھی چند ہفتے زندہ رہ کر انتقال کیں صرف ابراہیم
علیخاں صاحب چھوٹے فرزند باقی رہے حسین خاں صاحب اپنے خاندان میں پہلے مرثیہ خواں ہوئے
غالباً انتقال کے وقت ان کا سن (۸۵ یا ۹۰) سال کا ہوگا۔

یہ بڑے خوش اعتقاد اور مذہب کے جوشیلے اور اپنے فن کے کامل منصف مزاج اور صاف گو تھے
ان کے خاندانی حالات بدست نہیں ہوئے اور نہ ان کے شاگردوں کا حال معلوم ہو سکا مگر مشہور
یہ ہے کہ بہت تعداد میں تھے۔

مرحوم کو نواب کرار جنگ مرحوم کے گھر سے خاص تعلق تھا اون کے تمام خاندان میں یہی ذاکری کرتے

تھے۔ اور بیگن پلی والوں میں زیادہ رسائی تھی اسی سبب سے حضرت زینب بیگم صاحبہ والدہ نواب سالار جنگ بہادر کو توجہ دلا دلا کر ایک ونگل نواب صاحب کی سلامتی کا مقرر کروایا جو ۱۹ صفر کو باہتمام حسین خاں صاحب ہوتا رہا اور مرحوم اپنی زندگی تک اچھی طرح انجام دیتے رہے۔

حسین خاں صاحب کی سالانہ مجلس (۲۴ ذیحجہ) کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوتی تھی اور خود بہت اہتمام کرکے اپنے کمال کا اظہار کرتے تھے مگر آخر زمانے میں ان کے چھوٹے فرزند ابراہیم علی خاں صاحب پہلے پڑھتے تھے اور خود بعد بنظر ثواب و اعتقاد و تبرکاً کچھ پڑھ لیتے تھے۔

عظمت علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ زمرۂ بواہیر فرقہ سلیمانیہ سے تھے ان کی ذاکری بہت مشہور تھی اور بہت اچھی طرح مرثیہ خوانی کرتے تھے صاحب کمال مانے جاتے تھے اون کے استاد منور علی صاحب مرثیہ خوان تھے یہ بھی زمرہ بواہیر فرقہ سلیمانیہ سے تھے اور منور علی صاحب اپنے فن ذاکری میں لاجواب و بے مثل مشہور تھے۔

عظمت علی صاحب علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے ان کی ایک بہت بڑی دوکان مالا بازار میں واقع تھی روزانہ ہزارہا روپیہ کا معاملہ طے ہوتا تھا۔ مگر یہ نذر ذاکری کی آمدنی امر خیر میں صرف کرتے تھے اور آمدنی تجارت سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ ان کی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی وہی ان کی مالک ہوئی لاکھ روپیہ کی جائیداد ان کے وقت انتقال قبضہ میں تھی اور ہزارہا نقد روپیہ بھی جمع تھا وہ سب کی مالک لڑکی ہوئی نواب کرار جنگ مرحوم کے پاس یہ زمرۂ ذاکرین میں ملازم تھے نواب صاحب کی ان پر بہت عنایت تھی۔

وقت انتقال ان کا سن (۷۵ یا ۸۰) کا ہوگا اور ان کے شاگرد بھی بہت سے تھے منجملہ ان کے شجاعت علی صاحب و حسین علی صاحب و غلام علی صاحب مرثیہ خوان زیادہ مشہور ہیں۔

حسین علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ بھی زمرۂ بواہیر و فرقۂ سلیمانیہ سے تھے ان کے والد امجد علی صاحب سوداگر اسپاں تھے ان کے تین فرزند تھے بڑے حسین علی صاحب اول سے چھوٹے غلام علی صاحب اون سے چھوٹے غلام قاسم صاحب بڑے دو بھائی لاولد تھے غلام قاسم صاحب کو ایک لڑکا تھا وہی اپنے خاندان کا مالک ہوا اون کا نام حسین علی صاحب تھا یہ تینوں بھائی عظمت علی صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے حسین علی کی ذاکری مشہور تھی غلام علی صاحب و غلام قاسم صاحب حسین علی صاحب کے ساتھ بازوداری کرتے تھے اور غلام علی صاحب علاوہ بازو پڑھنے کے علحدہ بھی پڑھتے تھے مگر غلام قاسم صاحب ہر دو بھائی کی بازوداری کرتے تھے یہ تینوں بھائیوں میں بہت اتفاق و محبت تھی۔ اون کے والد کا انکو بہت کچھ مال ملا مکانات کے کرایہ کی آمدنی معقول وصول ہوتی تھی حسین علی صاحب علاوہ ذاکری کے سرکاری ملازم تھے بہر حال ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔

ان کی چار بہنیں تھیں جن کی شادی بھائیوں نے کر دی ایک بہن شجاعت علی صاحب مرثیہ خوان کو دی گئی تھی باقی کا حال معلوم نہیں۔ ان کا سن غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا۔ دوسرے بھائی ان سے دس پانچ سال کے چھوٹے ہوں گے۔

حسین علی صاحب نے عظمت علی صاحب کے بعد غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان کی شاگردی کی۔ اور اکثر غلام اصغر صاحب کے مکان پر رہتے تھے اور ان کی بدلیاں ہمیشہ پڑھتے تھے۔ غلام اصغر صاحب بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔

میر محمد علی صاحب سوز خوان لکھنوی

یہ بہت بڑے مشہور و معروف اور صاحب کمال سوز خوان تھے۔ آواز بہت بلند تھی اور نہایت خوش گلو تھے۔ ایک دفعہ کا اتفاق ہے کہ حکیم میر محمد علی خاں صاحب جاگیردار کے دولت خانہ واقع کوچہ گروناقریب پنجہ شاہ ولایت متصل مکان حکیم شفائی خاں صاحب مرحوم میں مجلس تھی اور یہ ذاکری کرتے تھے سامنے کانچ کے ۲ مردہنگ رکھے ہوئے تھے اور روشنی جل رہی تھی ایک سوز پڑھتے پڑھتے ایک دفعہ جو تان لی اور گلا پھرایا فوراً ایک مردہنگ چٹ سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک دفعہ بادشاہی عاشور خانہ میں شب اربعین ونگل ہو رہا تھا اور یہ ذاکری کرتے تھے لوگ بیرون و بیرون پرہ سے پڑھنے کی آواز سن کے کہتے تھے کہ میر محمد علی صاحب سوز خوانی کرتے ہیں۔

بیرون چادر گھاٹ نواب میر وزیر علی خاں بہادر ایک جاگیردار رہتے تھے ان کے پاس سواری علم مبارک بڑی دھوم سے اوٹھتی تھی یہ سواری کے سامنے پڑھتے تھے ان کی ذاکری بہت مشہور تھی۔ اندرون دریچہ تا تا ایس رہتے تھے ان کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ اکثر حضرات روزانہ دو پہر میں ہمطعام رہتے تھے ہم پیشہ حضرات بھی کبھی کبھی شریک ہو جاتے تھے اور دن بھر فن ذاکری کے چرچے رہتے تھے۔

ان کے خاندان میں اکثر سوز خوان ہوئے ہیں۔ ان کے خاندانی حالات ہدست نہیں ہوئے مگر ان کے دو فرزند تھے بڑے میر سکندر علی صاحب عرف ذاکر علی خاں صاحب اور چھوٹے میر ممتاز علی صاحب۔

میر ذاکر علی صاحب سوز خواں بھی مثل اپنے باپ کے بہت خوش گلو صاحب کمال تھے انکی ذاکری بھی بعد انتقال میر محمد علی خاں صاحب خوب چلی لوگ خواہش سے سنتے تھے میر ممتاز علی صاحب بھی مثل اپنے والد اور بھائی کے نہایت خوش گلو اور بلند آواز تھے مگر آوارہ صحبت نے ان کو پریشان کر دیا تھا پریشانی کے حال میں انتقال کیا اب ان کے

خاندان میں کوئی نہیں یہ ہر دو بھائی لاولد تھے۔ انکے قبور دائرہ حضرت میر مومن صاحب میں ہیں۔

سید دلدار علی صاحب مرثیہ خوان

یہ بلدہ کے اعلیٰ ذاکرین میں تھے ان کے والد سید حسین صاحب بازو دار خادم علی صاحب تھے مگر خادم علی صاحب مرثیہ خوان نے ان کو پرورش کیا اور اولاد نہ ہونے کی وجہ اپنا بیٹا بنا لیا تھا ان کی تعلیم و تربیت خادم علی صاحب کے ذریعہ سے ہوئی یہ حسن صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد رشید تھے گلا خدا داد تھا۔ بلا کے ذہین بھی تھے۔ ان کی ذاکری امرائے بلدہ خواہش سے سنتے تھے جس ونگل میں یہ مجلس پڑھتے لوگ سننے کے لئے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے بہر حال اچھی عزت و نعمت سے اپنی زندگی بسر کی یہ صلہ ذاکری علاقہ صرف خاص مبارک سے ماہانہ (۵۰) منصب بھی جاری تھا۔ مگر اپنے استاد کی بد دعا سے جوانا مرگ انتقال کئے ان کی ماہوار منصب خادم علی صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اپنے نام پر اجرا کروائی مرحوم خادم علی صاحب کے پاس رہتے تھے کوئی اولاد نہ تھی جب ان کا انتقال ہوا ان کی تجہیز و تکفین بھی خادم علی صاحب نے کی۔ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قدس سرہٗ میں دفن ہوئے ان کے خاندان میں اکثر ذاکرین گزرے ہیں باقی تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوئے کچھ حالات خادم علی صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔

سید زینت علی صاحب مرثیہ خوان

یہ حیدرآباد کے نامور ذاکرین میں تھے ان کے بھی والد سید حسین صاحب تھے مگر خادم علی صاحب

مرثیہ خوان نے ان کو بھی اپنا فرزند کر کے پالا تھا ان کی تعلیم و تربیت بھی خادم علی صاحب نے کرائی تھی یہ بہت اچھے پڑھنے والوں میں تھے اکثر لوگ ان کو زینت ونگل کے نام سے موسوم کرتے تھے ان کی ذاکری کو بھی لوگ خواہش سے سنتے تھے یہ صاحب عزت و وقعت تھے ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اپنے باپ یعنے خادم علی صاحب کے سامنے نوجوان انتقال کیئے دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوے۔

اوائل سن میں بازو داری اپنے باپ کے ساتھ کرتے تھے بازو واری کرتے کرتے بہت جلد ترقی کر کے علیحدہ خوب معرکے کے مجالس پڑھنے لگے اور اپنے زمانے میں منتخب مرثیہ خوان ہوے۔

سید علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حیدرآباد کے ذاکر تھے ان کے بھی والد سید حسین صاحب تھے لیکن خادم علی صاحب مرثیہ خوان نے پرورش کیا تھا یہ بھی خادم علی صاحب کے بیٹے مشہور تھے ان کی بھی تعلیم و تربیت خادم علی صاحب نے ہی کروائی تھی یہ زیادہ اپنے بھائیوں کے اور باپ یعنے خادم علی صاحب کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور علحدہ بھی ونگلوں میں پڑھتے تھے اور دیگر مجالس میں بہت کم پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ان کی ذاکری میں کوئی خاص بات نہیں تھی ان کا بھی عین جوانی میں خادم علی صاحب کے سامنے انتقال ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب میں دفن ہوئے۔

مدار صاحب مرثیہ خوان

ان کے والد کا نام کریم صاحب تھا یہ بچارے سیدھے سادھے مرثیہ خوان تھے ۱ و ر

درگاہ قدم رسول میں اپنے والد کے مکان میں ہی رہتے تھے اور نواب سالار جنگ بہادر کے دواخانہ میں اپنے باپ کی جگہ ملازم تھے یہ ۱۶ ربیع الاول کو شش اپنے باپ کے درگاہ قدم رسول میں دخل کرتے تھے اور مرزا فصیح صاحب کا مشہور سلام مربع "اے وادی اسلام یہ جائے سلام ہے" پڑھتے تھے آپ کی ذاکری میں کوئی خاص بات نہیں تھی ان کو ایک لڑکی تھی اس کی شادی ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے ساتھ کردی تھی ان کا بھی انتقال اپنے باپ کے اسی مکان میں ہوا دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے ان کی جگہ ان کی بی بی نے اپنے بھائی کے لڑکے محمد علی صاحب کو مقرر کرادیا محمد علی صاحب ان کے قائم مقام ہوئے اور ان کے جملہ مجالس وغیرہ یہی پڑھنے لگے۔ ان کا حال آیندہ ذکر کیا جائے گا۔

سید احمد حسین صاحب سوز خوان

ان کے والد سید تجمل حسین صاحب لکھنوی تھے یہ ممبر پر مرثیہ خوانی کرتے تھے مگر سید احمد حسین صاحب سوز خوانی و حدیث خوانی و داستان گوئی بھی بہت اچھی کرتے تھے ان کا اصلی وطن لکھنو تھا مگر حیدرآباد میں بہت عرصہ سے مقیم تھے علمی لیاقت بھی بہت اچھی تھی اور بہت قابل شخص تھے اکثر امرا میں آمد و رفت تھی مجالس میں جیسی ضرورت دیکھتے تھے موقعہ محل کے لحاظ سے ذاکری کرتے تھے ان کو مرزا دبیر صاحب کی شاگردی کا بھی شرف حاصل تھا داستان گوئی تو ان کا خاص فن تھا ان کا نسبی سلسلہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے صاحبزادہ حضرت سید محمد صاحب سے ملتا ہے۔ ان کا سن قریب (۷۰ یا ۸۰) سال کا ہوگا کچھ دن کی علالت کے بعد انتقال کیا تو ان کے بڑے صاحبزادے سید مصطفیٰ حسین صاحب نے تجہیز و تکفین کا سامان فراہم کرکے دائرہ روشن دولہ صاحب میں دفن کیا۔ یہ بہت اچھے آدمی تھے نماز اور روزوں کے بہت پابند تھے اور بہت خوش اخلاق بھی تھے مرحوم اپنے دوست احباب میں بوجہ اپنے کمال کے ہر دلعزیز تھے حج بیت اللہ الحرام و زیارت ائمہ معصومین علیہم السلام سے متعدد مرتبہ

مشرف ہوئے تھے اور کربلائے معلیٰ میں زیادہ حصہ عمر کا گزرا زبان عربی و فارسی سے خوب واقف تھے اور لہجے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ اہل زبان ہیں۔ ان کی دو بی بیاں تھیں بڑی بی بی سے سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان پیدا ہوئے ان کا حال آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

چھوٹی بی بی سے دو فرزند ہوئے بڑے فرزند سید منور حسین صاحب اور چھوٹے فرزند سید عباس حسین صاحب سید منور حسین صاحب ہمیشہ اپنے بھائی سید مصطفےٰ حسین صاحب کے ساتھ بازو میں پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی بہت کم پڑھتے ہیں اور دنگلوں میں ذاکری کرتے ہیں ان کے حالات کوئی قابل ذکر نہیں ہیں۔

سید عباس حسین صاحب یہ بہت قابل شخص تھے اور دفتر نواب خانخانان بہادر میں ملازم تھے ان کی شادی بھی ہوئی تھی کہ عین جوانی اور عالم شباب میں لقمہ اجل ہو گئے ان کے مرنے کا ان کے متعلقین کو بہت صدمہ ہوا ان کے بڑے بھائی سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان نے ان کی تجہیز و تکفین کی غالباً وقت انتقال ان کا سن (۲۵ یا ۲۶) سال ہوگا۔

مومن علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند و وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کے بھانجے اور اچھے مرثیہ خوان تھے ان کے ماں باپ کا تعلق مچھلی بندر سے تھا ان پر ان کے والد کی ماہوار جو بہ صلہ ذاکری جاری ہوئی تھی اجرا و بحال رہی پہلے اپنے والد سے تعلیم ذاکری حاصل کی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو تراب خان صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوئے بہت محنت سے تعلیم حاصل کی اور بہت اچھے ذاکر مشہور تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی ماہوار ان کی زوجہ پر جاری ہوئی بشرط پرورش چار دختران۔

مومن علی صاحب نے دو شادیاں کیں تھیں پہلی بی بی کا مذہب امامیہ تھا اون سے دو

لڑکیاں ہوئیں ایک کی شادی مراد علی صاحب نیرہ وزیر علی صاحب مرثیہ خوان سے ہوئی اور دوسری لڑکی کی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان سے۔ اور جو بی بی مذہب حنفیہ رکھتی تھی اون سے بھی دو لڑکیاں ہوئیں جن کی والدہ نے اپنے مذہب والوں کے ساتھ شادی کر دی ان کا مفصل حال معلوم نہیں مگر ایک لڑکی کے شوہر کا نام محمد سالار صاحب تھا یہ ڈاکٹری کرتے تھے اور دوسری لڑکی کے شوہر کا نام عبد النبی تھا ان کے باقی حالات ہدست نہیں ہوے۔

مومن علی صاحب کے دو بھائی اور تھے ایک کا نام محمد حاجی صاحب تھا۔ وہ لاولد انتقال کیے دوسرے بھائی محمد شبو صاحب تھے انکو ایک لڑکا عباس حسین صاحب نامی تھا یہ بھی مرثیہ خوان تھے ان کے حالات آئندہ تحریر ہوں گے۔

بہر حال مومن علی صاحب کی زندگی اچھی گزری جب انتقال ہوا تو آپ کی قبر دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں جہاں وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کا ہڈوارہ ہے بنائی گئی اُن کے خاندان میں کثرت سے مرثیہ خوان ہوئے ہیں۔

میر غلام علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ پہاڑی غلام علی کے نام سے مشہور اور بلدہ کے قدیم ذاکروں میں تھے کوہ شریف پر مکان ذاتی تھا وہیں زیادہ رہتے تھے۔ محرم و صفر میں دنگل و سالانہ و ماہواری مجالس پڑھنے کوہ شریف سے بلدہ آیا کرتے تھے اور کوہ شریف کے مجالس عموماً یہی پڑھا کرتے تھے طبیعت میں بہت غربت اور انکساری تھی پستہ قد اور بہت لحیم و شحیم سیاہ فام آدمی تھے سر پر ہمیشہ سبز عمامہ باندھتے تھے اور سفید انگرکھا پہنا کرتے تھے کبیر السن اور کثیر العیال تھے۔ قانع ایسے تھے کہ جو کچھ نذر ذاکری کی آمدنی ہوتی اسی میں سال بھر گزر اوقات اپنی بسر کرتے تھے ان کو تین فرزند تھے جو بقید حیات موجود ہیں۔ بڑے فرزند کا نام میر لیاقت علی صاحب یہ گاؤں پر تجارت کرتے ہیں دوسرے فرزند سید جعفر علی صاحب جو

چند دن سے بلدہ سے لاپتہ ہیں تیسرے فرزند میر باقر علی صاحب ہیں جو اکثر مجالس میں پڑھا کرتے ہیں اور مسلوب الحواس ہیں اور درگاہ قدم رسول میں رہتے ہیں اور بہت واجب الرحم ہیں۔

میر غلام علی صاحب کا تعلق کوہ شریف پہاڑی سے تھا۔ میر غلام علی صاحب کے نانا میر نثار علی صاحب مرحوم درگاہ حضرت عباس علیہ السلام واقع نیم باوڑہ کے متولی تھے۔ اسی سبب سے غلام علی صاحب مرحوم کے والد کوہ شریف کی سکونت اختیار کیئے تھے نثار علی صاحب کے انتقال کے بعد یکے بعد دیگرے اسی خاندان میں تولیت چلہ درگاہ حضرت عباس علیہ السلام واقع نیم باوڑہ چلی آرہی ہے۔ آخر متولی میر غلام علی صاحب کے ماموں زاد بھائی میر ہمت علی صاحب مرحوم اس درگاہ کے متولی ہوے اوس زمانے میں اس درگاہ کی کافی آمدنی تھی علاوہ خانگی نذر و نیازات کے سرکاری معمولات بھی بہت کچھ تھے۔

میر غلام علی صاحب مرحوم سے ہمت علی صاحب معقول سلوک کیا کرتے تھے۔ ہمت علی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کی تین لڑکیاں اور ایک بی بی مسماۃ سلطان بی بھتیں سلطان بی صاحبہ بولایت اپنی دختران درگاہ کی خدمت تولیت کو انجام دیتی رہیں اوس زمانہ میں بھی اس درگاہ کی معقول آمدنی تھی۔ اس مسماۃ کی ذات سے بھی غلام علی صاحب مرحوم کو بہت فائدہ تھا ان کے بعد اون کی بیوہ کو بھی بہت کچھ فائدہ تھا علاوہ خانگی نذر و نیازات کے سرکاری معمولات بھی مقرر تھے۔ چنانچہ حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں صرف خاص مبارک سے سالانہ مبلغ سا ٹھ روپیہ معمول ملا کرتا تھا اور اس معمول کی اجرائی سلطان بی صاحبہ کے نام تھی۔ اور ایک تنخواہ ماہانہ تحصیل شمال میڑچل سے مبلغ (۱) زمانہ قدیم سے مقرر تھی جس کو ہمت علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی بی بی سلطان بی صاحبہ مرحومہ نے غلام علی صاحب مرحوم کی والدہ کے نام بغرض پرورش اپنی رضامندی سے اجرا کروائی تھی۔ اون کے انتقال کے بعد یہ تنخواہ غلام علی صاحب کی بیوی کے نام اجرا ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد غلام علی صاحب مرحوم کے لڑکوں کی غفلت ولا پرواہی نے اس تنخواہ کو اجرا نہ کروایا جواب تک برآیندہ ہے۔

سلطان بی صاحبہ مرحومہ کے انتقال کے بعد ان کی تین لڑکیاں تھیں بڑی لڑکی کا انتقال ہو گیا

اب ان کی چار لڑکیاں ہیں جن کے منجملہ ایک بڑی لڑکی جن کے شوہر عبدالقادر صاحب صوفی جو دفتر مشیر قانونی میں نائب منتظم ہیں۔ چھوٹی لڑکی اپنے شوہر کے پاس سکندرآباد میں مقیم ہے جن کے شوہر کا نام احمد خاں ہے اور منٹ میں کام کرتے ہیں منجھلی لڑکی مولوی میر فیاض علی صاحب منصبدار نبیرہ حاجی میر رونق علی صاحب مرحوم کی بی بی ہیں جو اپنے والدین کے بعد چلہ حضرت عباس علیہ السلام کی مجاوری و متولی کے کام انجام دیتی ہیں اور درگاہ مبارک کی قابض و متصرف یہی ہیں۔ چوتھی لڑکی کا حال معلوم نہیں ہوا مولوی میر فیاض علی صاحب ماہ شعبان کے پہلے پنجشنبہ کو بہت اہتمام او تکلف سے جشن ولادت باسعادت حضرت عباس علیہ السلام کرتے ہیں مومنین و زائرین کو وہ شریف و دیگر حضرات کے لئے بھی کھانے کا بہت اچھا انتظام کرتے ہیں کھانے کے بعد جشن ہوتا ہے۔ کہ حضرات کو قصیدہ خوانی کرنے کا بھی شرف حاصل ہوتا ہے۔

مرزا بیگ حمید صاحب مرثیہ خواں مرحوم

ان کے والد کا نام مرزا نگین بیگ صاحب تھا یہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے۔ اکثر مجالس اور دنگلوں میں زیادہ پڑھتے تھے جب یہ مرثیہ مجلس میں پڑھتے تھے دوسرے مرثیہ خوانان کو دھوکہ ہوتا تھا کہ اس بند پر مرثیہ ضرور ختم کردیں گے مگر وہ اسی طرح سے پورا مرثیہ پڑھکر تمام کرتے تھے یہ بہت شریف اور خوش مزاج غریب طبیعت کے آدمی تھے مزاج میں بہت انکساری تھی ان کا لباس اور وضع قطع قدیم آدمیوں کی سی تھی ان کی ذاکری میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں تھی ان کی مالی حالت بھی متوسط تھی ان کا مکان ذاتی بیرون دریچہ ماما تھا وہیں ان کا انتقال ہوا ان کی بی بی نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا ان کی ایک بی بی شادی والی اور ایک نواسی تھی۔ ان کی بی بی بہت پریشانی کے عالم میں انتقال کیں اور اون کی نواسی کی نسبت سید مصطفے الحسین صاحب مرثیہ خوان سے مقرر ہوئی تھی اور سید مصطفے الحسین صاحب نواسے داماد حیدر بیگ صاحب مشہور ہوگئے تھے اور مرحوم کے مجالس و دنگلوں میں پڑھکر نصف حصہ خود حاصل کرتے

تھے اور بقیہ نصف حصہ مرحوم کی بی بی و نواسی کی پرورش کے لئے ایک زمانہ تک دیتے رہے۔
مرحوم کی مجلس سالانہ حسب قاعدہ مرثیہ خوانان (۲۰ ذی الحجہ) کو الاوہ بی بی میں ہوتی تھی مرحوم کے بعد یہ مجلس سید مصطفےٰ حسین صاحب کرنے لگے جب مصطفےٰ حسین صاحب یہ مجلس کرنا چھوڑ دئے تو پیدو خاں صاحب مرثیہ خوان حسب اجازت مصطفےٰ حسین صاحب یہ مجلس اپنی زندگی تک کرتے رہے مرحوم نماز اور روزے کے پابند تھے ان کے خاندانی حالات ہمدست نہیں ہوئے۔

جناب محمد خیر اللہ صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے ان کا ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ "جب نوجوان پسر شہ دین سے جدا ہوا" اس مرثیہ کے چار مصرعہ تو اچھے پڑھے جاتے تھے مگر ٹیپ کے دو مصرعوں کی نشست اچھی نہیں تھی اس لئے یہ سوز بہت کم پڑھا جاتا تھا تو محمد خیر اللہ صاحب نے ٹیپ بدل دی جو اس وقت پڑھی جاتی ہے گویا اوس کے سوز میں جو عیب تھا وہ بالکل جاتا رہا جب وہ سوز بہت اچھا اور ٹھیک ہو گیا تو سب لوگ پڑھنے لگے۔
جناب مولوی علی نقی صاحب قبلہ سے بہت روابط تھے اور مولوی صاحب کی ان کے حال پر بہت عنایت تھی اپنی زندگی بہت آن بان سے بسر کی سالانہ مجالس بہت کم پڑھتے تھے زیادہ مجالس زنانی اور رونگلوں میں ان کی ذاکری ہوتی تھی۔
ان کی سالانہ مجلس (۲۲ ذی الحجہ) کو درگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں ہوتی تھی ان کی زندگی میں ہی یہ مجلس ابراہیم علی صاحب کرنے لگے محمد خیر اللہ صاحب کو ایک لڑکا ہوا جن کا نام ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان ہے ان کے حالات آئندہ تحریر کیے جائیں گے۔
یہ بہت قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے ان کے لباس سے بھی ان کی قدامت ظاہر تھی علاوہ مرثیہ خوانی کے یہ صنعت و حرفت میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے اور راوتا و مشہور تھے طغرے کے علم مبارک

بہت عمدہ بنانے تھے اور اس کے سوا طرح طرح کے عمدہ عمدہ کام جانتے تھے اس فن میں لوگ اکثر ان کے شاگرد تھے اور کام کرتے کرتے وہ بھی استاد ہو گئے یہ بھی اوستاد کے نام سے زیادہ مشہور تھے ۔ ان کا جب انتقال ہوا تو انکی تجہیز و تکفین اون کے فرزند ابراہیم علی صاحب نے کی اور دائرہ حضرت نعمت اللہ شاہ صاحب میں دفن کیے گئے ان کا ایک مکان ذاتی واقع کالی مسجد تھا اوس میں رہتے تھے وقت انتقال ان کا سن (۱۰۰ یا ۱۰۵) سال کا ہوگا یہ ایک مرتبہ کربلائے معلی کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے ان کے قویٰ بہت اچھے تھے مرتے دم تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے اپنی محنت و مشقت سے زندگی بسر کرتے رہے ۔

ان کے اخلاق بہت اچھے تھے لوگوں سے نہایت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے باقی حالات خاندانی ہمدست نہیں ہوئے ۔

مومن علی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بہت اچھے مرثیہ خواں تھے ضعیفی میں مثل جوانوں کے مجلس پڑھتے تھے آواز بھی بہت اچھی پائی تھی گلا قابو میں تھا اور سکت بھی بہت اچھی تھی ۔ پہلے یہ حسن صاحب مرثیہ خواں کے شاگرد ہوئے اوسکے بعد سید غلام اصغر صاحب مرثیہ خواں کے شاگرد ہوئے ۔ بلدہ کے مشہور مرثیہ خوانان میں انکا شمار تھا گلے میں ایک بات تھی اور شوق تھا محنت کرنے سے اچھا پڑھنے لگے حسن صاحب اپنے بدلیاں زیادہ انہی سے پڑھایا کرتے تھے جب اونکا انتقال ہوگیا تو غلام اصغر صاحب کے شاگرد ہوئے تو وہ بھی بدلیاں پڑھانے لگے پھر تو اچھے خاصے مرثیہ خواں ہو گئے ۔ بڑے بڑے معرکہ کی مجالس پڑھتے رہے اور بڑے بڑے مرثیہ خواں کے ساتھ چوٹ پوٹ کے مجالس پڑھا گئے ۔

ایک دفعہ دنگل کوہ شریف کے موقعہ پر حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی ذاکری کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا جسکا ذکر دلی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے ۔

آخر زمانے میں سید باقر حسین صاحب سوز خوان سے بھی متعدد سوز حاصل کئے اور یہہ اکثر اپنی مجالس میں سوز زیادہ پڑھنے کے عادی تھے بعد انتقال تراب خانصاحب مرثیہ خواں انکا اور ابراہیم علیصاحب کا زیادہ عروج ہوا تراب خانصاحب کے بعد انکی جگہ دیوڑی نواب مشیر الملک بہادر اور نواب خانخانان بہادر اور محل نواب اکرم الدولہ بہادر کی خادماؤں کی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے مگر حضرت امیر النساء بیگم صاحبہ محل نواب مشیر الملک بہادر اور محل نواب سہراب جنگ بہادر کی انپر زیادہ عنایت تہی۔ یہہ دو نو دیوڑیوں میں یہہ اور انکے فرزند غلام حسین صاحب مرثیہ خواں بہ حیثیت خانگی معتمد کے کام کرتے تھے جملہ کاروبار خرید فروخت مقدمات کی پیروی اور خانہ زادونکی تعلیم و تربیت ان سے متعلق تہی۔

ماہ رمضان المبارک میں ایام عزا کی مجالس اچھی طرح پڑھنے کے بعد علیل ہو گئے اور یکم شوال سنہ ۱۳۲۳ھ کو عین عید الفطر کے روز اپنے مکان واقع کاروان میں انتقال کیا جب نواب خانخانان بہادر کو انکے انتقال کی اطلاع ملی تو اخراجات تجہیز و تکفین مرحمت فرما کر جناب مولوی حاجی عبد الرسول صاحب قبلہ عرف منا جانصاحب کو اور اپنے داروغہ سید فتح علیصاحب کو انتظام کے لئے روانہ فرمایا۔

مولوی صاحب قبلہ نے بہ مصلحت وقت کاروان سے انکی میت شہر لاکر دائرہ حضرت نعمت اللہ شاہ صاحب واقع بیرون بیرپورہ متصل بنگلہ بینی صاحب میں دفن کا انتظام فرمایا۔ بقیہ تقاریب سوم و دہم و چہلم کے مجالس پنجہ شاہ ولایت میں منعقد کئے گئے مرحوم کو ایک فرزند غلام حسین صاحب اور ایک بی بی تہیں۔ مرحوم کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تہا ہمیشہ مرثیہ یاد کر کے پڑھتے تھے۔ مگر ایسے ذہین اور صاحب تجربہ و رائے تھے کہ لکھنے پڑھنے والے انکے مقابل میں ہمیشہ ناکام رہتے تھے مرثیہ خوانان کے آپس کے مقدمات کے فیصلے اکثر انہی کی رائے سے تصفیہ پاتے تھے اور انکے فیصلہ کو تمام مرثیہ خوانان تسلیم بھی کر لیتے تھے۔

مرحوم کی مجلس سالانہ ۱۲ ذیحجہ کو درگاہ قدم رسول میں مقرر تہی پہلے اپنے فرزند غلام حسین صاحب کو پڑھاتے تھے پہر خود پڑھتے تھے انکی مجلس کی کوئی خاص بات نہیں ہے سالانہ باپ اور بیٹے نئے مرثیہ پڑھتے تھے کثرت سے مومنین جمع ہوتے تھے اور جناب قبلہ و کعبہ ضرور تشریف لاتے تھے۔

عہد

حضرت غفران مکاں رحمتہ اللہ علیہ

نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس

سنہ ۱۲۸۵

تا

سنہ ۱۳۲۹

فہرست



غلام نقی خانصاحب عرف چھوٹوخانصاحب
مرثیہ خوان



کاظم علی صاحب مرثیہ خوان



محمدخیراللہ صاحب مرثیہ خوان



ابراھیم علی خانصاحب مرثیہ خوان



شیر علی خانصاحب عرف پتھرو خانصاحب
مرثیہ خوان

عہد آصف جاہ سادس

آپ کے عہد سلطنت میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کے لئے کوئی امور مانع نہیں تھے ہر شخص باآزادی مراسم مذہب باطمینان تمام انجام دیتا تھا بلکہ خود بدولت بھی کبھی کبھی شریک مجالس عزا ہوتے تھے اور علمائے مذہب امامیہ کی بڑی عزت فرماتے اور تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے اسی طرح شعرائے مرثیہ گو و ذاکرین کی بھی عزت فرماتے تھے اور خود بھی اعتقاداً مدح آل رسولؐ فرماتے ہر سال سلام و رباعیاں تصنیف ہوتے اور مجالس میں پڑھے جاتے۔

جس طرح مدح گوئی فرماتے اوسی طرح عزاداری میں بھی بہت بڑا حصہ لیتے تھے سلطنت سے عزاداری کے لئے ہزارہا روپیہ سالانہ معمولات عاشورخانہ و تعزیوں کے لئے علاقہ صرف خاص مبارک اور دیوانی سے جاری و مقرر تھا۔

اس کے علاوہ خود بدولت (۵ محرم سے ۱۲ محرم تک) پنج محلہ میں معہ محلات برآمد رہتے تھے اکثر علموں کی زیارت فرماتے۔ غربا و محتاجین کو ہزارہا روپیہ تقسیم فرماتے

عشرہ محرم میں کوئی ایک تاریخ تمام شہر کے بڑے بڑے عاشورخانوں میں معہ محلات تشریف لے جاتے تھے نذر و نیازات سے مجاورین فیض یاب ہوتے۔ کئی دفعہ مرزا فیاض علی خاں صاحب مرحوم کے پاس مجالس میں تشریف لے گئے۔ وہاں اچھے صاحب سوزخوانی کرتے تھے اور ممبر پر مرزا اوج صاحب فرزند مرزا دبیر صاحب مرثیہ پڑھتے تھے اکثر فرمایش فرماکر مرثیہ سماعت فرماتے اور تعریف سے عزت افزائی فرماتے۔

اسی طرح مجالس نواب بہرام الدولہ مرحوم میں بھی اکثر روزانہ تا اربعین دس پندرہ مجالس میں تشریف لے جاتے تھے نواب صاحب کے پاس مختلف سوزخوانوں نے ذاکری کی ہے سب کے آخر منجھو صاحب سوزخوان مقرر ہوئے جو تا حال ذاکری کر رہے ہیں اور ممبر پر رشید صاحب مرحوم سے پہلے اپنا کلام ہر روز نیا سلام و رباعیاں پڑھواتے پھر ان کا کلام سماعت فرماکر بہت تعریف سے مالامال فرماتے اور

جس وقت مصائب امام شروع ہونے اس قدر گریہ وبکا فرماتے کہ متعدد دستیاں آنسو سے تر ہو جاتی تھیں اور ہمیشہ عادت تھی کہ نہایت ادب سے دوزانو تا ختم مجلس تشریف رکھتے تھے کبھی کبھی مسجد اثنا عشری کی طرف جو شیعوں کا قدیم محلہ اور حویلی قدیم سے بالکل متصل ہے صبح یا سہ پہر میں نواب حسین نواز جنگ مرحوم کے پاس سواری آتی تو محلہ میں رونق افروزی فرماتے تھے اوس محلہ میں شیعوں کے گھر زیادہ تھے کسی نہ کسی مکان میں اکثر مجالس ہوا کرتی تھیں کبھی مجلس کے وقت اگر سواری آتی تو دریافت فرما کر شریک مجلس ہوتے ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ عبداللہ خاں صاحب مرحوم کے مکان میں مجلس ہو رہی تھی اور مولوی سید مصطفےٰ حسین صاحب مرحوم حدیث خوان پڑھ رہے تھے کہ یکایک سواری آگئی اور بہت دیر تک کھڑے رہ کر مجلس سماعت فرماتے رہے مولوی صاحب نے متعدد مرتبہ عرض کیا کہ سرکار اب ختم کروں ارشاد فرمایا کہ اور پڑھو یہاں تک کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے برابر کھڑے رہ کر سنتے رہے اور اس قدر گریہ و بکا فرمایا کہ بہت سی دستیاں تر بتر ہوگئیں۔ اسی طرح اکثر مجالس میں شریک اور بہت گریہ و بکا فرماتے تھے اور باادب تشریف رکھتے تھے۔

ایک سال حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ کوہ شریف پر تشریف فرما تھے اور وہ زمانہ دنگل کوہ شریف کا تھا۔ مرثیہ خوانان قندیل سلامتی مبارک حسب عادت دنگل کوہ شریف کے روز مرثیہ پڑھتے ہوئے لیجاتے تھے جب خود بدولت نے مرثیہ خوانی کی آواز سنی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے عرض کیا کہ سرکار کے سلامتی کی قندیل مرثیہ خوانان ہر سال ہر سہ کوہ شریف پر چڑھاتے قدیم سے سرکار کے لئے اور صاحبزادوں کے اور ملک کے لئے دعا کرتے ہیں حکم فرمایا کہ اچھا ٹھہرو میں بھی شریک ہوتا ہوں چنانچہ شرکت فرما کے مرثیہ خوانان کی عزت افزائی و ذاکر نوازی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت مرثیہ خوانان قندیل لیجائیں پھر میں تمام مرثیہ خوانان کی ذاکری سنوں گا۔ بہر حال سب کو سن کر بہت تعریف فرمائی اور اکثر مرثیہ خوانان سے سلام و مرثیوں کی بھی فرمائش فرمائی اسی طرح کئی روز تک سب کی ذاکری برابر سماعت فرماتے رہے جس کا مفصل حال سید ولی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے حالات میں تحریر ہے۔

آپ کے عہد میں اول نواب مختار الملک مرحوم اون کے بعد راجہ نرندر پرشاد صاحب بہادر

اون کے بعد نواب لائق علیخاں بہادر اون کے بعد نواب آسماں جاہ بہادر اون کے بعد نواب وقار الامرا بہادر اون کے بعد مہاراجہ کشن پرشاد بہادر خدمت مدار المہامی کو اپنے حسن انتظام سے بہت اچھی طرح انجام دیئے۔ کوئی امر خلاف عزاداری ظہور میں نہیں آیا۔

آپ کے عہد کے مرثیہ خوانان کے مجملی تفصیلی حالات تحریر کیے جاتے ہیں۔

تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان

یہ سیدھے سادھے اچھے مرثیہ خوان تھے اور اپنے چچا غلام اصغر صاحب مرحوم سرگروہ مرثیہ خوانان کے قائم مقام ہوئے اور اون کے مقامات ذاکری پر ایک دو جگہ مقرر بھی ہوئے۔ یہ مجلس پڑھتے وقت بہت پریشان ہوتے اور گھبراتے تھے۔

بہرحال غلام اصغر صاحب کے انتقال کے بعد مرثیہ خوانان میں اختلاف ہوا کہ اب سرگروہ کس کو کرنا چاہیے۔ ولی صاحب مرثیہ خوان اپنی ضعیفی کی وجہ سے خود سبکدوش ہو گئے۔ بعض حضرات نے مدار صاحب مرثیہ خوان کو انتخاب کیا کہ یہ قدیم آدمی ہیں۔ بعض حضرات نے مومن علی صاحب کو انتخاب کیا ابھی یہ مسئلہ زیر غور تھا۔ جب تراب علی صاحب نے یہ دیکھا تو مراد علیخاں صاحب سوز خواں کے پاس آکر اپنی خواہش ظاہر کی آپ حضرت بڑی صاحبزادی صاحبہ یعنی محل نواب مکرم الدولہ سے سفارش فرمائیں کہ تراب علی بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہے۔ بہرحال بیگم صاحبہ کی خدمت میں سرگروہی کا مسئلہ پیش ہوا تو بیگم صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ سرگروہ مرثیہ خوانان کا مرثیہ خوانان کو اختیار ہے مگر ہماری ڈیوڑھی کے دنگل تراب علی صاحب کے ذریعہ سے ہوا کریں گے پھر کیا تھا تمام مرثیہ خوانان نے تراب علی صاحب کی سرگروہی کو تسلیم کرلیا اور تراب علی صاحب ہی سرگروہ مرثیہ خوانان مقرر ہوئے۔

تراب علی صاحب نے اپنے چچا کا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ جو رقم بنام دنگل ملتی تھی دو ثلث تقسیم کرتے تھے ایک ثلث اپنی جانب کرتے تھے لوگوں کو اس کا علم بھی نہیں تھا کہ کہاں سے کیا مقرر ہے اور کیا ملتا ہے

بہت سے مقامات اور دنگلوں کی رقم اون کی زندگی تک معلوم نہیں ہوی اور مرثیہ خوانان نے اس طرف توجہ بھی نہیں کی بہرحال اون کے زمانے میں مرثیہ خوانان کا بہت نقصان ہوتا رہا دنگلوں کی نذر بھی اپنی طبیعت کے موافق تقسیم کرتے تھے مگر سربرا اور وہ مرثیہ خوانان کو دوسروں سے زیادہ نذر دیتے تھے کہ پردہ فاش نہ ہوجائے اگر بھی کوئی مرثیہ خوانان سراوٹھاتا تو کچھ زیادہ دے دلا کر سمجھا لیا کرتے تھے اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی ان کے انتقال کے بعد یہ تمام حالات کا انکشاف ہوا بہرحال مرثیہ خوانان کے بہت سے حقوق اون کی گردن پر باقی رہے۔

ایک سال ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ نے بھی ۹ صفر ۱۳۳۲ھ کو ایک مجلس کنگ کوٹھی مبارک میں منعقد فرمائی تھی اور تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے ذریعہ سے پانچ جماعت کی دعوت ہوئی تھی تو تراب علی صاحب نے اپنے ہمراہ ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب و غلام حسین صاحب و ابراہیم علی خاں صاحب کو لے گئے صرف ایک ایک سلام سوز خوانان کو اور دولہ صاحب عروج کو مرثیہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا یہ کنگ کوٹھی مبارک میں پہلی مجلس تھی۔

تراب علی صاحب مرنے سے کچھ دن پہلے بوجہ مرض طاعون کوہ شریف پر لے کے مقیم ہوئے تھے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو اون کی ایک خوش دامن صاحبہ کا مرض طاعون سے انتقال ہوا اور تراب علی صاحب علیل تھے اون کے بڑے داماد نے یاور خاں صاحب کے پاس آکر یہ بیان کیا کہ تراب علی صاحب کی حالت اچھی نہیں ہے اور شب میں اون کی ساس کا انتقال ہوگیا اون کی تجہیز و تکفین کے لئے کیا جائے میں اون کے مذہب سے واقف نہیں ہوں اوس وقت یاور خاں صاحب نے کہا کہ یہاں غسل وغیرہ کا انتظام ہوجائے گا آپ بلدہ سے سامان لاکر یہاں دفن کردیجئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب میت تیار ہوگئی تو نماز کے لئے اکثر علماء سے عرض کیا گیا مگر کوئی نماز میت کے لئے نہیں آئے عذر کرتے رہے اوس وقت اون کے داماد مسجد بازار میں بطریق اہل سنت نماز پڑھانے کے لئے آمادہ ہوگئے تو یاور خاں صاحب نے خود آکر نماز میت پڑھی اور تلقین وغیرہ پڑھ کے زیر کوہ قدم رسول دفن کیا۔ دوسرے دن ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو عین دنگل کے روز تراب علی صاحب

کا انتقال ہوا پھر اون کے بڑے داماد نے یاور خاں صاحب کے پاس آکر کہا کہ اب کیا کریں یاور خاں صاحب نے کہا آپ سیدھے مسجد اثنا عشری کو چلے جاؤ جناب مولوی مناجان صاحب قبلہ وہاں تشریف فرما ہیں اون سے کہدو وہ سب کچھ انتظام کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ جناب مولوی صاحب قبلہ خود دائرہ میر مومن صاحب قبلہ سے غسال و کفن وغیرہ لے کر تشریف لائے او میت اوٹھا کے تالاب میں غسل کا انتظام فرمایا پھر نماز میت پڑھکر دامن کوہ قدم رسول میں دفن کیا اور بلدہ واپس ہوئے بوجہہ دنگل کوہ شریف کوئی مرثیہ خوان ان کے جنازہ کے ساتھہ شریک نہیں ہوا۔ صرف مرحوم کے عزیز و اقارب ہی شریک رہے۔

تراب علیصاحب کی دو بی بیاں تہیں۔ پہلی بی بی سے ایک لڑکی تہی اوسکی ایک اہل سنت سے شادی ہوی۔ دوسری بی بی سے دو لڑکیاں تہیں ایک میر امانت علیصاحب کو دیگئی جو بھتیجے تھے دوسری کا عقد میر فرزند علی صاحب حصہ دار پنجہ شاہ ولایت سے ہوا بعد انتقال تراب علیصاحب کچھہ جھگڑے ہوئے کیوجہہ سے رخصتی نہیں ہوی۔ مقدمہ چلایا گیا اثناء مقدمہ میں اوس لڑکی کا طبعی انتقال ہو گیا بقیہ خاندانی حالات بہدست نہیں ہوے۔ اِنکے خاندان میں کوئی مرثیہ خوان نہیں ہے وا غلام اصغر صاحب کیوجہہ سے یہہ مرثیہ خوان نبے اور (۲۱ یا ۲۲) سال سرگروہی کو انجام دیا تراب علیصاحب کا سن انتقال کے وقت تخمیناً (۷۰) سال کا ہوگا یہہ بہت مالدار مشہور تھے انکی مالی حالت بہت اچھی تھی۔ علاوہ مرثیہ خوانی سرکاری منصب بھی تھا اور درگاہ پنجہ شاہ ولایت کے متولی بہی تھے اور دیگر ذریعہ سے بہی بہت آمدنی تھی اور اچھی یافت ماہانہ حاصل ہوتی تھی۔

تراب علیصاحب نے غالبًا اپنے چچا غلام اصغر صاحب سے تعلیم ذاکری حاصل کی تہی مگر اسکے متعلق کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہوا اور اِنکا کوئی شاگرد نہیں ہوا۔ تراب علیصاحب اپنے چچا غلام اصغر صاحب مرحوم کی سالانہ مجلس (۲۶ ذیحجہ) کو پنجہ شاہ ولایت میں کرتے تھے اور اس مجلس کا اہتمام بہت کشادہ پیشانی سے ہوتا تہا بہت لوگ مدعو ہوتے تھے اور صبح سے دو بجے تک برابر کھانے کا انتظام رہتا تہا اور گہروں پر بہی بعض حضرات کے پاس حصے جاتے تھے مجلس میں کثرت سے لوگ شریک رہتے تھے اور یہہ نیا مرثیہ بہت جانفشانی سے یاد کرکے پڑہتے تھے۔ بہر حال

اپنی زندگی تک اچھی طرح بناہ لیا۔ اب وہ مجلس برائے نام مولوی میر انور علیصاحب متولی درگاہ پنجہ شاہ ولایت کرتے ہیں خداوند عالم انکو جزائے خیر عطا کرے۔ حالانکہ یہہ کام اونکے حقیقی بھتیجے و داماد مولوی امانت علیصاحب کا تھا گر اونکو اسطرف کوئی توجہہ نہیں ہے۔ تراب علیصاحب کے حالات میں ذیل کا واقعہ تحریر کیا جاتا ہے جو مرحوم کے لئے باعث افتخار ہے ایک دن حضرت غفران مکان کی بیٹھک میں میر فضل علیصاحب و درویش علیصاحب مرحوم حاضر تھے بوجہہ پتنگ بازی یہہ ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ کچھہ مجالس کے ذکر ہوتے ہوتے مرثیہ خوانان کے مجالس سالانہ کا بھی ذکر آگیا تو حضرت غفران مکان نے اپنا سلام تو تصنیف شدہ میر فضل علیصاحب کو عنایت فرماکے ارشاد فرمایا کہ یہہ سلام تراب علیصاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کو اپنی مجلس سالانہ میں پڑھنے کیواسطے لیجا کے دو چنانچہ تراب علیصاحب نے اپنی مجلس سالانہ میں وہ سلام پڑھنے کا شرف حاصل کیا جسکی نقل ذیل میں تحریر ہے۔

سلام حضرت غفران مکان

خدا کے راز رسالت مآبؐ سمجھے ہیں
نبی کے سرّ خفی بو ترابؑ سمجھے ہیں

رخ حسینؑ کو حق کی کتاب سمجھے ہیں
اس انتخاب کو ہم انتخاب سمجھے ہیں

حسینؑ کو جو علیؑ کا جواب سمجھے ہیں
تو اس جواب کو ہم لاجواب سمجھے ہیں

دہن ہے فاطمہؑ کے لعل کا جو غنچۂ گل
لعاب پاک کو روح گلاب سمجھے ہیں

یہہ آہ زینبؑ و کلثوم ہے نہیں بجلی
یہہ دود آہ ہے جسکو سحاب سمجھے ہیں

نہیں رہا جو برس دن بھی ظالموں کا نشاں
سمجھنے والے اسے انقلاب سمجھے ہیں

جو سچ کہو تو خدائی میں بندہ یکتا
علیؑ کو بعد رسالت مآبؐ سمجھے ہیں

غم حسینؑ میں آنسو جو ڈبڈباتے ہیں
حباب آنکھوں کو اشکوں کو آب سمجھے ہیں

کریں لعنتیں غلامی کی گر لقب وہ
ہم اپنے حق میں یہہ اعلیٰ خطاب سمجھے ہیں

جہاں میں کہتے ہیں اکسیر جسکو اے آصف
ہم اوسکو خاکِ درِ بوتراب سمجھے ہیں

خادم حسین خاں صاحب زباں سوز خوان

یہہ اعلیٰ درجہ کے سوزخوان تھے حیدرآباد میں آکر متعدد مجالس میں ذاکری کی اور بڑے بڑے مجالس پڑھے اور بہت سے لوگ انکے شاگرد بھی ہوے منجملہ اُن کے تراب خانصاحب مرثیہ خوان بھی متعدد سوز و سلام حاصل کئیے یہہ بڑے صاحب کمال آدمی تھے تمام ہندوستان میں انکا مثل ونظیر نہیں تھا۔ وطن سے نکلکر پہلے یہہ مہاراجہ بڑودہ کی سلطنت میں (صماء) ماہوار پر ملازم ہوے وہاں بڑی عزت و وقعت حاصل کی تھی ایک زمانے کے بعد وہاں سے چھہ ماہ کی رخصت حاصل کر کے حیدرآباد میں آئے تو نواب لائق علیخان بہادر عماد السلطنت وزیر اعظم کو خبر ملی کہ ایک سوزخوان اور گویہ دہرپتی بڑودہ سے یہاں آیا ہے اور بہت صاحب کمال ہے نواب صاحب نے یاد فرمایا اور سنکر بہت خوش ہوے اور علاقہ دیوانی میں (ماصہ) ماہوار پر ملازم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ آیندہ اور لحاظ کیا جائیگا۔ کچھہ دن بعد وہ انتقال کئے تو اونکے بھائی مراد علیخاں صاحب نے اونکی تجہیز و تکفین کی اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا یہہ بہت خوش اعتقاد آدمی تھے اور اپنے مذہب کے کامل اور جوشیلے تھے سادات کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ہمیشہ سادات کی خدمت کرنا اپنا جزو ایمان سمجھتے تھے جب کوئی سید آیا اور جو سوال کیا فوراً اوسکی تعمیل کی اور ماہانہ بھی اکثر سادات کیساتھہ خدمت کرتے تھے چنانچہ انکا ایک واقعہ زیادہ مشہور ہے کہ جب وہ بڑودہ کی سلطنت میں تھے تو ایک سید صاحب ساکن نوگانواں آکے مہمان ہوے کئی مہینے تک رہے ان کے لئے لباس بنوایا گیا اچھی طرح خاطر و مدارات کی گئی وہ چلتے وقت بلا اطلاع ایک دوشالہ بہت عمدہ قیمتی اور نقد (صمائ) روپیہ لے کے چلتے ہوے ایک دو روز انکا انتظار کیا گیا

مگراب میر صاحب کہاں بالکل لاپتہ ہو گئے لوگوں نے کہا کہ آپ پولیس میں درخواست دو ابھی وہ
گرفتار ہو کے آتے ہیں جواب دیا کہ یہہ اونکا احسان ہے کہ بغیر مانگے لیکر چلے گئے وہ انکا ہی مال تہا
ایک دوشالہ اور پانسو روپیہ کے لئے ایک سید اولاد رسول کو میں گرفتار کراؤں یہہ مجہہ سے نہیں ہو گا
اور کل رسول اللہ کو کیا صورت دکہاؤنگا خداوند عالم انشاء اللہ دوسرا اس سے بہتر اپنے خزانہ
سے مجھے عنایت فرمائیگا۔ اور یہہ جب اپنے وطن امروہا ضلع مراد آباد کو جاتے تو اکثر سیدانیوں اور
غربا کو لباس بنوا کر تقسیم کرتے تھے اور کبھی کسی سے اپنی ذاکری کی نذر نہیں لی مگر امرائے نامدار اور سلاطین
سے اور جس سے مجلس کا وعدہ کرتے خواہ اپنا کیسا ہی نقصان ہو چھوڑ کر برابر مجلس میں جاتے تھے اور مجلس کا
ایفائے وعدہ اپنا فرض سمجھتے تھے انکی سخاوت ہمیشہ پوشیدہ رہی۔ انکے چچیرے بہائی غلام عباس
صاحب وغلام سرور صاحب وغلام سادات صاحب انکے زیر پرورش وشریک کار تھے ان کو (سہ
للعہ) روپیہ ماہوار علاوہ کھانے پینے کے دیتے تھے۔ انکی امروہہ ضلع مراد آباد میں بہت کچھہ زمین و
وباغات وغیرہ تھے انکے بعد انکی بی بی کے زیر نگرانی رہے بعد ازاں اُن کے عزیز و اقارب میں تقسیم
ہو گئے جو بیچ رہے اوسکے مالک غلام سادات صاحب ہوے یہہ ہمیشہ وطن میں ہی رہا کرتے تھے
خادم حسین صاحب کو کوئی اولاد نہ ہوئی اپنے چہوٹے بہائی مراد علیخاں صاحب کو مثل اپنی اولاد کے
پرورش کیا تھا۔ انکے والد کا نام حسین خانصاحب تہا اور یہہ حاجی سبحان خاں صاحب کے پوتے
تھے انکا ایک واقعہ عجیب وغریب مشہور ہے کہ ایکسال یہہ اپنے وطن سے منازل سفر طے کرتے
ہوے بڑی محنت شاقہ اوٹہاکے حج کے ارادے سے وارد بمبئی ہوے اوس زمانے میں ریل
وغیرہ کا انتظام نہیں تھا بند ٹوپیں لوگ سفر کرتے تھے اور جہاز بہی نہیں تھے بلکہ پردہ کے جہاز چلتے تھے
یہہ بہی سب حاجیوں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوے انکے ساتہہ ایک (بین) بہی تہی مالک جہاز نے
دریافت کیا کہ یہہ کیا چیز ہے اونہوں نے کہا یہہ (بین) ہے اسکو میں بجاتا ہوں۔ اوس نے کہا کہ
اسکو یہاں چہوڑ دو ورنہ میں تم کو بہی اوتار دیتا ہوں اونہوں نے کہا یہہ میری زندگی کا سہارا ہے
میں اسکو کسی طرح نہ چہوڑونگا بہر حال یہہ اتار دئے گئے اور جہاز روانہ ہوا اونہوں نے بہی اپنی (بین)
پانی میں ڈال دی اور اوسپر سوار ہو گئے اور جہاز کے ساتہہ ساتہہ پیچھے پیچھے چلنے لگے یہہ دیکھکر اہل جہاز نے

انکا تماشا کیا پھر مالک جہاز کو مجبور کیا آخر کار جہاز روک لیا گیا اور اُن کو سوار کر کے لے چلے پھر تو لوگوں میں انکی بڑی آؤبھگت ہونے لگی جہاں جاتے تھے لوگ بڑی خاطر و مدارات کرتے تھے عزت و توقیر سے پیش آتے تھے بہرحال اسی طرح حج کا سفر تمام کیا اور پھر وہاں سے واپس ہوئے۔ انکے جد اعلیٰ جناب رسالت مآب رسول برحق کے مصاحب خاص تھے جن کا نام عکاسہ بن محصلین مشہور تھا جنہوں نے آخری موعظہ رسول خدا میں اپنا حق قصاص طلب کیا تھا اوسکا واقعہ یہہ مشہور ہے کہ حضرت نے اپنے مواعظہ میں ارشاد فرمایا کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر ہے تو حاصل کر لیں۔ اوسوقت عکاسہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک دفعہ آپ نے تازیانہ ممشوح سے میری پشت پر مارا تہا اب اوسکا معاوضہ سرفراز فرمائیں حضرت نے وہ تازیانہ طلب فرمایا اور کہا کہ اب وہ بدلہ مجھ سے لیلو جسوقت آپ لباس جسم مبارک سے علیحدہ کر کے جھک گئے عکاسہ نے فوراً مہر نبوت کا بوسہ حاصل کیا اور قدموں پر گر کے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں نے حضرت سے سنا تہا کہ جو شخص میری مہر نبوت سے اپنے کو مس کر لیگا اوسپر آتش دوزخ حرام ہو جائیگی اس لئے حضرت کو زحمت دیا حضرت معاف فرمائیں حضرت نے انکے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

مراد علی خاں صاحب سوز خواں

یہ اعلیٰ درجے کے سوز خوان تھے بڑے بڑے معرکہ کے مجالس پڑہتے تھے خصوصاً انکا وسلام رسلامی کربلا میں جب بنا ابن حسن دولہ) جو عباس صاحب کی عھندی ہیں، محرم کو پڑہتے تھے آج تک لوگ یاد کرتے ہیں یہہ اپنے فن میں بہت کامل تھے ہندوستان میں انکا جواب نہیں تہا وہ ہنی گو یہ مشہور تھے اور یہہ فن اپنے بھائی خادم حسین خانصاحب سے حاصل کیا تھا انکی آواز بھی بہت بلند خدا داد تہی چنانچہ انکا ایک واقعہ یہہ ہے کہ ایک دن نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے طلب فرماکر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک (آلہ) فونوگراف کی آواز بہرنے کا آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اوس میں ایک سلام (زبان پر مدح ہے باغ علیؑ کے نونہالونکی) بہردو۔ بہرحال وہ (آلہ) لایا گیا اور یہہ سلام

پڑہکر بہرنے لگے ایک تان ایسی زبردست لگائی کہ فوراً اوسکا گول (ڈولا) جسمیں آواز بہری جاتی تہی ٹوٹ گیا پہر دوسرا (ڈولا) منگوایا گیا جب متوسط آواز میں سلام بہر گیا اوسوقت نواب صاحب بہت خوش ہوے اور بہت تعریف فرمائی ۔ اکثر مرثیہ خوان انکے شاگرد تھے جن میں کاظم علی صاحب و غلام حسین صاحب و پتہو خانصاحب و چہوٹو خانصاحب و ابراہیم علیخاں صاحب و سید عابد حسین صاحب و دیاور خانصاحب وغیرہ وغیرہ ہیں اسکے علاوہ محل نواب مکرم الدولہ و محل نواب بہرام الدولہ و محل نواب سالار جنگ بہادر کی متعدد خادمائیں انکی شاگرد تہیں اور سوزخوانی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکہتی تھیں جو بلدہ میں مشہور ہیں اوس زمانہ میں نواب فیاض علی خانصاحب کے پاس جناب اوج صاحب فرزند دبیر صاحب مرحوم مجالس پڑہنے کے لئے آتے تھے اور انکے ساتھ اونکے داماد نواب اچھے صاحب سوزخوان بہی لکھنو سے آئے تھے نواب صاحب کی بی بی نے ایک دن حضرت بڑی صاحبزادی صاحبہ محل نواب مکرم الدولہ مرحوم سے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں دو چار سوز کسی ایک خادمہ کو اچھے صاحب سے تعلیم دلواتی ہوں تو بیگم صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ اونکے اوستاد مراد علیخاں صاحب سے دریافت کرو اور اونسے اجازت لو اگر اونکی رائے ہو تو کیا مضائقہ جب مراد علیخاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا ہے بلکہ میری تعلیم کا حال سرکار پر اوسی وقت ظاہر ہوگا ۔ مراد علیخانصاحب نے خادماؤں سے کہا کہ عمدہ عمدہ سوز پڑہنا اور فلاں فلاں سوز اور فلاں فلاں ڈہن کے سوز ونکی اونسے فرمایش کرنا کہ وہ تم کو بتلائیں ۔ بہرحال اچھے صاحب سوزخوان نے جب ان خادماؤں کو سنا تو مبہوت ہوگئے اور بیان کیا کہ بی بی میں نہیں سمجہتا تھا کہ تم لوگ اس طرح پڑہتے ہو تم کو جس نے تعلیم دیا ہے بہت باقاعدہ تعلیم دیا ہے اب میں تم کو اس سے بہتر نہیں بتلا سکتا ۔ اوسکے جواب میں خادماؤں نے کہا کہ آپ بہی اپنی وضع و قطع کے دو چار سوز ضرور بتلائیے تا کہ ہم اپنے اوستاد کو آپ کے بتلائے ہوے سوز بہی سنائیں بہرحال وہ بہی ایک دو سوز بتلائے جس کو خود خادماؤں نے ہی پسند نہیں کیا اور ان کے سامنے ہی کچھ اعتراض کردیا۔

الغرض انکی تعلیم کا طریقہ بہت اچھا تہا چنانچہ نواب بہرام الدولہ کا چہوٹا محل بہی انکا شاگرد

تہا نواب صاحب نے انکی بہت قدر و منزلت فرمائی تا زیست سلوک و سلوک کرتے رہے بلکہ شادی خانہ کے بڑے مجالس سالانہ میں بہی ذاکری کراتے تھے اور حضرت غفران مکاں کے سامنے بارہا ذاکری کی ہے۔ انکے والد حسین خانصاحب تھے اور یہہ خادم حسین خانصاحب کے چہوٹے بہائی تھے اور خادم حسین خانصاحب مرحوم کے بعد اونکی تنخواہ نواب لائق علیخان بہادر عماد السلطنت مرحوم نے انکے نام پوری جاری فرمائی۔ جب نواب صاحب نے رخصت حاصل فرمائی تو نواب آسماں جاہ بہادر وزیر اعظم مقرر ہوے نواب صاحب خواجہ صاحب کی چہٹی کرتے تھے جب محرم کی چہٹی ہوئی مجلس سماع منعقد ہوئی حضرت محمد شاہ صاحب پیر و مرشد نواب صاحب کے پاس تشریف لائے تو مراد علیخانصاحب کی بہی یاد ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہندوستان میں محرم کے بارہ دن سوائے سوزخوانی کے گانا بجانا نہیں کرتے اگر حکم ہو تو سوزخوانی کرتا ہوں اس پر واپس کر دیا گیا اور عدول حکمی میں برطرف کر دیا۔ مراد علیخاں صاحب نے یہاں شادی کر لی تہی زمانہ موافق تہا محل نواب مکرم الدولہ اور دیگر امرا کی طرف سے زیادہ سلوک ہو رہا تہا خصوصاً نواب جعفر حسین خانصاحب نواب نا ٹربن اور نواب وقار الامرا بہادر کی زیادہ عنایت تہی اس سبب سے بلدہ کی سکونت اختیار کر لی جب نواب وقار الامرا بہادر وزیر اعظم ہوے تو انہوں نے پوری تنخواہ جاری کرنے کے لئے حکم صادر فرمایا مگر کچہہ لوگوں نے نواب آسماں جاہ بہادر نے ماہوار اجرا کر دیں نہیں اس سبب سے بجائے (ماہانہ ۲۵) کے صرف (ماہانہ ۱۶) مراد علیخانصاحب پر اجرا ہوے نواب صاحب نے وعدہ فرمایا کہ آیندہ اسکی تکمیل بہی بہت جلد کر دونگا مگر اسکا موقعہ نہیں ملا۔ مراد علیخانصاحب کے شریک کار اور بازو وار انکے چچیرے بہائی غلام عباس صاحب مرحوم و غلام سرور صاحب مرحوم تھے اور غلام سادات صاحب زیادہ اپنے وطن امروہہ میں رہتے تھے انکے فرزند نثار حسین صاحب کو مراد علیخانصاحب نے اولاد نہونے کی وجہہ سے اپنی آغوش میں لیکر پرورش کیا تہا انکے حالات آیندہ تحریر کئے جائیں گے۔ مراد علیخاں صاحب کو آخر سن میں مرض ضیق النفس کا عارضہ ہو گیا تہا اور اوسی مرض میں مبتلا ہو کر ۲۸ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۴ کو انتقال کئے انکا سن غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا انکا مکان محلہ کالی مسجد عقب الاوہ بی بی

میں واقع تہا وہیں انتقال ہوا اور دائرہ حضرت نعمت اللہ صاحب میں دفن ہوے۔ مراد علیخاں صاحب
بہت سخی خوش اخلاق اور خوش مزاج با اعتقاد آدمی تھے تمام کنبہ کی پرورش انکی ذات سے
وابستہ تہی مثلاً غلام عباس صاحب اور اونکی دو بی بیاں اور چار لڑکیاں اور غلام سرور صاحب
اور انکی بی بی اور غلام سادات صاحب ان کی بی بی بچے پھر انکی شادیاں وغیرہ وغیرہ کے جملہ
مصارف کیوجہہ یہہ اپنی زندگی میں ہمیشہ قرضدار تھے جب اونکا انتقال ہوا تو اونکی بی بی نے
بہت کچھہ قرضہ ادا کیا جو باقی رہ گیا تہا اوسکو اونکی جائید اد سے ادا کیا۔ یہہ بی بی بہت نیک
اور باخدا تہیں تراب خانصاحب مرثیہ خوان کی ہمشیرہ زادی تہیں ان کے ماں باپ مرجانے کی
وجہہ سے تراب خانصاحب نے ہی پرورش کیا اور ان کی شادی مراد علیخانصاحب کے ساتھ
مثل اپنی اولاد کے کردی مگر آپکو کوئی اولاد نہیں ہوئی مراد علیخانصاحب کے بعد سرکاری ماہوار کو
یاور خانصاحب نے بڑی محنت وجانفشانی سے کوشش کر کے ان کے نام (سے) ماہانہ جاری کرائی
یہہ بہی مثل اپنے شوہر کے تمام عزیز و اقارب کیساتہہ نیک سلوک کرتی رہیں اور تمام لوگوں کی پرورش
کا مدار بہی انکی تنخواہ پر تہا جب یہہ بی بی بہی کچھہ دن کی علالت کے بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ کو
انتقال کیں تو تمام گہر کا شیرازہ درہم وبرہم ہوگیا انکو بھی انکے شوہر کے بازو دائرہ حضرت نعمت اللہ
شاہ صاحب میں دفن کیا اور انکے جملہ امور کو یاور خانصاحب نے تکمیل کیا انکے خاندان میں
اکثر سوزخواں ہوے ہیں۔

مراد علی خاں صاحب اپنی نذر نذر ذاکری کی آمدنی عزاداری اور نیاز و نذر میں صرف
کرتے تھے اور اپنی تنخواہ سرکاری سے ایک پائی صرف نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری
ماہوار کی آمدنی ناجائز طریقہ سے حاصل ہوتی ہے۔

یہہ بڑے مومن اور اپنے مذہب کے پکے جوشیلے اور عاشق حسینؑ تھے ماہ محرم میں
روزانہ صبح میں مجلس ہوتی تھی اور سالانہ مجلس بڑے اہتمام سے یکم ربیع الاول کو کرتے
تھے۔

حیدر علی صاحب مرثیہ خوان المتخلص تراب

یہہ شاعر مشہور تھے اور بلدہ کے قدیم مرثیہ خوانان میں انکا شمار تہا اور بلدہ کے ہی رہنے والے اچھے مرثیہ خوان تھے زنانی مجالس زیادہ پڑہتے تھے اور محرم میں یا دنگلوں میں زیادہ مجالس پڑہتے تھے انکے بعد مشکل سے ملاقات ہوتی تہی مرثیہ پڑہنے میں کوئی خاص بات نہیں تھی سیدہا سیدہا پڑہ لیتے تھے نہ انکی مرثیہ خوانی مشہور تھی نہ شاعری مگر شاعر مشہور تھے ۔ انکی کوئی تصنیف مرثیہ یا سلام نظر سے نہیں گذرا ممکن ہے کہ کوئی تصنیف ہو ۔

بہرحال یہہ قدیم وضع وقطع کے آدمی تھے اور قدیم لباس پہنتے تھے سر پر بالکل چھوٹا سا شملہ باندہتے تھے اور کاندہوں پر رومال اوڑہا کرتے تھے انکے حالات من وعن بہم دست نہیں ہوئے ۔

حیدر علیصاحب نامی کئی مرثیہ خوانان گذرے ہیں اس لئے یہہ حیدر علیصاحب تراب کے نام سے مشہور تھے ۔

یہہ کس کے شاگرد تھے پتہ نہیں چلتا اور نہ انکے کوئی شاگرد ہوئے ۔

شجاعت علیصاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ زمرۂ بوہاہیر فرقۂ سلیمانیہ سے تھے انکے والد کا نام شمس الدین صاحب تہا یہہ پہلے عظمت علیصاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے پہر مومن علیصاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان کے شاگرد ہوئے ان کے دو فرزند ایک حسن علیصاحب مرثیہ خوان دوسرے ملا قاسم علی صاحب ہیں یہہ بڑے ذی

علم اور صاحب عزت و وقعت ہیں اور ملک سیام کے ملاہیں انکی ایک لڑکی حیدرآباد دکن میں صاحب اولاد موجود ہے۔ شجاعت علیصاحب کی دو لڑکیاں تہیں جن کی شادی اپنی برادری میں کر دی اب ایک لڑکی صاحب اولاد موجود ہے دوسری لڑکی کا انتقال ہوگیا۔

انکی بی بی امجد علیصاحب سوداگر ! سیان کی لڑکی تھی شجاعت علیصاحب کا سن وقت انتقال غالباً (۵۰، یا ۸۰) سال کا ہوگا بتاریخ ۵ محرم ۱۳۴۵ھ کو انتقال کیا انکی مالی حالت بہت اچھی تھی علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے۔ انکی دوکان سامان آہنی کی چوک میں واقع تھی۔ انکے انتقال کے بعد انقلاب زمانہ کیوجہہ سے تجارت میں نقصان آیا مجبوراً دوکان برخاست کردیگئی شجاعت علیصاحب مجالس بلدہ میں بہت کم پڑہتے تھے زیادہ حصہ قلعہ گولکنڈہ اور پل قدیم کی جانب پڑہتے تھے مگر دنگلومیں ضرور شریک ہوتے تھے بلکہ اول وقت سے آتے تھے اور آخر وقت تک رہتے تھے۔ یہہ بڑے خوش اعتقاد آدمی تھے مرثیہ خوانی کو اپنا دین و ایمان سمجھتے تھے اور اپنی وضع کے بہت پابند تھے آواز بھی بہت اچھی تہی جب ذاکری کرتے تھے نہایت اطمینان سے کرتے تھے اپنی ذاکری میں کبھی سوز ایک سلام اور ایک مرثیہ مطلع سے مقطع تک نہایت خوش الحانی کیسا تھہ ٹہر ٹہر کے پڑہتے تھے بہر حال انکی ذاکری بلدہ کے کئی ذاکروں کے مقابل ہوتی تہی۔ بہت طول خوان مشہور تھے انکے خاندانمیں متعدد ذاکر گذرے ہیں۔

یعقوب علیصاحب مرثیہ خوان

یہہ مچھلی بندر کے رہنے والے تھے مگر ایک عرصہ سے حیدرآباد میں مقیم تھے انکی ذاکری کا طرز مچھلی بندر کے مرثیہ خوانان کا تہا اور اپنے بڑے بھائی مدینہ صاحب سے تعلیم و تربیت پائے تھے۔ حیدرآباد میں اکثر زنانی مجالس اور دنگلومیں ذاکری کرتے تھے بہت مقبول ذاکر تھے اور مچھلی بندر کے مرثیہ خوان مشہور تھے قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے لباس بھی پرانی وضع کا تہا زیادہ چوبغلہ پہنتے تھے اور مدراسی قطع کا عمامہ سر پر باندہتے تھے ایک پاؤںمیں خم آگیا تہا بیان کیا جاتا ہے کہ جب مچھلی بندر میں طوفان آیا تہا تو اسوقت

انکے پاؤں میں خم آگیا تھا وہ پاؤں ویسا ہی رہا جب مرثیہ پڑہتے تھے تو ایک پاؤں لمبا کرکے بیٹھتے تھے مالی حالت متوسط تھی کالی مسجد کے قریب ایک مکان کرایہ سے لیکر رہتے تھے وہیں انتقال کئیے اور تکیہ روشن دل شاہ صاحب میں دفن ہوئے انکا سن قریب (۷۵ یا ۸۰) برس کا تہا انکی تجہیز و تکفین انکی بی بی نے کی جن کا مذہب حنفی تہا شوہر کے بعد زندہ تہیں پہر انکا حال معلوم نہیں ہوا۔

انکے خاندان میں کئی مرثیہ خوانان گذرے ہیں - یہہ تین بھائی تھے ان سے بڑے یعنی منجھلے کا نام غلام عباس صاحب تہا یہہ ساکن مچھلی بندر تھے اور وہیں رہتے تھے اور وہیں انتقال کئیے اور وہاں کے مشہور ذاکروں میں انکا شمار تہا اور یہہ تمام عمر مچھلی بندر ہی میں رہے البتہ بطور سیر و تفریح اور ذاکری کرنے کے لئے اطراف مدراس و مچھلی بندر وغیرہ زیادہ پھرتے رہے حیدرآباد میں کئی مرتبہ آئے تھے اور اپنے چھوٹے بھائی یعقوب علیصاحب کے پاس مہمان رہتے تھے یہہ بہت کبیر السن آدمی تھے مگر خوش اعتقاد اور جوشیلے مشہور تھے بہت ولولے سے ذاکری کرتے تھے جوانی میں اپنے بڑے بہائی مدینہ صاحب کے ساتھ زیادہ ذاکری کرتے تھے اور واحد خانصاحب مرثیہ خواں کے شاگردوں میں مشہور تھے۔

انکے بڑے بھائی کا نام مدینہ صاحب تہا جنکی عمر کا زیادہ حصہ بنگین پلی میں گذرا جہاں بڑی عزت و آبرو سے اپنی زندگی بسر کی تہی - نواب صاحب بنگین پلی کی انپر خاص عنایت تہی بہت اچھے ذاکر تھے انکے مرثیہ خوانی کا بہی طرز اہل مدراس سے ملتا جلتا تہا بہت مقبول ذاکر تھے بڑے ولولے سے ذاکری کرتے تھے اور واحد خانصاحب کے مشہور شاگردوں میں تھے - بیان کیا جاتا ہے کہ جب واحد خانصاحب کو نواب صاحب مدراس نے بلایا تہا تو اسوقت بہت لوگوں نے انکی ذاکری کو پسند کیا اور اکثر حضرات انکے شاگرد ہوئے منجملہ انکے یہہ اور انکے بھائی غلام عباس صاحب ہی تھے یہہ بہت سن رسیدہ آدمی تھے انکا انتقال بنگین پلی میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے باقی حالات خاندانی ہمدست نہیں ہوئے۔

مرزا ائی صاحب مرثیہ خواں

یہہ مچھلی بندر کے مرثیہ خواں تھے وہاں سے ہجرت کرکے حیدرآباد میں آکر مقیم ہوئے یہاں بھی ذاکری کرتے تھے انکے تفصیلی حالات بہمدست نہیں ہوئے۔ مگر انکے تین فرزند تھے وہ سب مرثیہ خوانی کرتے اور دو لڑکیاں اور ایک بی بی تہیں۔

بڑے فرزند کا نام میر مومن علیصاحب تہا یہہ بہت اچھے مرثیہ خواں تھے حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں کی طرز سے مرثیہ پڑھتے تھے متوسط ذاکروں میں انکا شمار تھا کالی مسجد کے پاس رہتے تھے وہیں انتقال کئے دائرہ نعمت اللہ شاہ صاحب میں دفن کئے گئے انکا سن غالباً ۵۰ یا ۵۵ سال کا ہوگا انکے خاندان میں اکثر ذاکرین گذرے ہیں۔

انکے پاس چالیس دن تک عزاداری بھی ہوتی تہی گھر میں ایک عاشور خانہ بہت قدیم اور خاندانی تہا جو انکے والد مچھلی بندر سے لائے تھے اب وہ عاشور خانہ انکے بھانجے میر محمود علیصاحب استادکرتے ہیں انکی دو بی بیاں تہیں ایک منکوحہ دوسری شادی والی۔ منکوحہ انکے سامنے انتقال کیں شادی والی کا حال معلوم نہیں ہر دو بی بیوں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انکی والدہ صاحبہ نے بھی انکے سامنے انتقال کیا۔

منجھلے فرزند کا نام میر اکبر علیصاحب تہا یہہ بھی مرثیہ خواں تھے اور بہت اچھی ذاکری کرتے اور نہایت خوش گلو تھے بڑی محنت و جانفشانی سے تعلیم حاصل کی تہی تراب خانصاحب مرثیہ خوان کے شاگردوں میں تھے اور جابجا انکا شہرہ ہو رہا تہا کہ موت نے مہلت نہ دی عین جوانی کے عالم میں بہت جلد انتقال کیا انکی شادی وغیرہ بھی نہیں ہوئی تھی۔

چھوٹے فرزند میر قاسم علیصاحب تھے یہہ بھی مرثیہ خواں تھے بہت اچھا مرثیہ پڑھتے تھے زیادہ اپنے بڑے بھائی میر مومن علیصاحب کے ساتھہ ذاکری کرتے تھے اور دنگلوں میں علیحدہ بھی پڑھتے تھے۔ میر مومن علیصاحب نے ملازم بھی رکھوایا تھا اور مثل اپنے فرزند کے پرورش کرکے شادی بھی کی تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تہی کہ عین جوانی کے عالم میں جوانہ مرگ غالباً (۲۲ یا ۲۳) سال کے سن میں انتقال کیا انکے بھائی میر مومن

علیصاحب نے انکی تجہیز و تکفین کی مرزائی صاحب کی بڑی لڑکی کو ایک فرزند تھے جن کا نام معلوم نہیں ہوا
مگر حکمت کرتے تھے اور بہت اچھے حکیم تھے انکا بھی جوانی میں انتقال ہوگیا۔

چھوٹی لڑکی کو دو فرزند اور دختریں تھیں ایک نا کتخدا جوان انتقال کی دوسری کی شادی محمد اسمٰعیل
صاحب سے ہوئی انکے خاندان کا سلسلہ وزیر علیصاحب مرثیہ خوان سے ملتا تھا۔

فرزندوں میں بڑے فرزند کا نام میر محمود علیصاحب ہے یہہ بڑے نیک اچھے آدمی ہیں
اپنے کنبہ کو پرورش کرتے ہیں اور موٹروں کے کارخانہ کے مالک ہیں اور انکی ذات کی متعدد موٹریں کرایہ
پر چلتی ہیں۔

کئی سال سے دنگل کوہ شریف اور ۱۳ رجب کے موقعہ پر مومنین و زائرین کی آسایش و آرام کے لئے
متعدد کرایہ کی موٹرونکا انتظام بھی کرتے ہیں ہرچند اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ نقصان ہوتا ہے
اور ملازمین علیحدہ پریشان کرتے ہیں مگر وہ اپنے حسن اعتقاد اور خلوص کی وجہہ سے ہر سال حصہ لیتے ہیں
اور خود بہ نفس نفیس انتظام کے لئے آتے ہیں خداوند عالم اونکو اسکا صلہ اور جزا عنایت فرمائے گروہ
مرثیہ خوانان بھی انکی ممنون ہے چھوٹے فرزند کا نام میر اکبر علی صاحب ہے یہہ بھی بہت اچھے نیک
آدمی ہیں انکے بھی متعدد موٹریں کرایہ پر چلتی ہیں۔ بہر حال ہر دو بھائی بہت اچھے اور نیک آدمی ہیں۔

جناب حیدر مرزا صاحب مرحوم سوزخوان

یہہ دہلی کے رہنے والے تھے اور اعلی درجہ کے سوزخوان تھے اور بہت صاحب کمال اور ماہر فن
ذاکر تھے معلومات علم موسیقی بھی بہت اچھے تھے آواز بہت چھوٹی تھی مگر گلا بہت خوبصورت تھا جو چیز
پڑہتے تھے سامعین کو اوس سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا خصوصاً یہہ مرثیہ اکثر لوگ فرمایش
کرکے ان سے بہت سنتے تھے اور ہمیشہ اِسی کی خواہش کرتے تھے "ہے روایت شتر سوار
کسی کا تھا رسول" حق یہہ ہے کہ وہ خوب پڑہتے تھے بلدہ کے عام مجالس میں بہت کم ذاکری

کرنے کا اتفاق ہوتا تھا اس لئے کہ یہہ پہلے نواب خانخانان بہادر کے پاس مصاحبین میں ملازم تھے بعدازاں نواب فخر الملک بہادر کے مصاحبین میں ملازم ہوگئے دونو سرکاروں نے انکی بہت قدر و منزلت کی خصوصاً نواب فخر الملک بہادر کے پاس انکی عمر کا زیادہ حصہ گذرا اسکے بعد انکے فرزندوں کا بھی لحاظ و پاس کیا گیا ماہوارین بھی حسب حوصلہ جاری رہیں نواب صاحب کے انتقال کے بعد یہہ تمام باتیں نیست و نابود ہوگئیں۔

نواب فخر الملک بہادر اکثر انہی کی ذاکری زیادہ سماعت فرماتے تھے محرم کے مجالس میں بھی انکی ذاکری کا خاص وقت مقرر تھا انکے بعد کوئی سوزخوان نہیں پڑھتا تھا بلکہ ممبر خوانان کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا جب انکا انتقال ہوگیا تو نواب صاحب کو بہت رنج و ملال ہوا انکی تجہیز و تکفین کا خاص طور پر انتظام کیا گیا غالباً وقت انتقال انکا سن (۸۵ یا ۹۰) سال کا ہوگا۔

انکے بہت سے شاگرد تھے منجملہ مرثیہ خوانان بلدہ ابراہیم علیصاحب مرثیہ خوان و کاظم علیصاحب مرثیہ خوان قابل ذکر ہیں۔

انکے دو فرزند تھے بڑے صفدر مرزا صاحب اور چھوٹے کرار مرزا صاحب یہہ بھی سوزخوان تھے انکا ذکر آیندہ تحریر کیا جائیگا۔

خاندانی حالات ہمدست نہیں ہوے انکے خاندان میں کئی سوزخواں گذرے ہیں۔

صفدر مرزا صاحب سوزخوان

یہہ حیدر مرزا صاحب سوزخوان کے فرزند تھے اور بے مثل سوزخوانی کرتے تھے ان کی آواز بھی بالکل چھوٹی اور خوبصورت تھی یہہ بھی رہے روایت شنترسوار کسی کا تھا رسول مثل اپنے باپ کے خوب پڑھتے تھے۔ مگر کچھ یہہ شغل وغیرہ کرنے کے سبب جو خاص باتیں تھیں جاتی رہیں تاہم بہت اچھا پڑھتے تھے ان سے بھی لوگ اسی مرثیہ کی فرمائش کرتے تھے۔ اکثر مجالس

وذنگومیں سوزخوانی کرتے تھے مگر آخر سن وسال میں جبکہ آمدنی کم ہوجانے سے بہت مفلسی کے عالم میں انتقال
کیا غالبًا وقت انتقال انکا سن (۶۵ یا ۷۰) سال کا ہوگا ان کے چھوٹے بھائی کرار مرزا صاحب
بہت کم سوزخوانی کرتے تھے البتہ اپنے بھائی کیساتھ زیادہ پڑھتے تھے جب بھائی کا بھی انتقال
ہوگیا تو یہہ بالکل بے سروساماں ہوگئے اور کوہ شریف پر جاکے مقیم ہوے علی الصباح عین نماز کے
وقت الاوہ سے اپنے مقام تک روزانہ مناجات باواز بلند پڑھتے ہوئے جاتے تھے اکثر لوگ
انکی مناجات سے ہوشیار ہوکر نماز صبح ادا کرتے تھے بہت دیندار آدمی تھے توکلت علی اللہ
زندگی بسر ہوتی تھی۔ کچھہ مومنین بھی سلوک ومسلوک کرتے تھے مگر یہہ کیسی کے پاس جاکے زحمت نہیں
دیتے تھے ہر حال میں خداوند عالم کا شکر ادا کرتے تھے۔ بڑے ولولے کے جوشیلے آدمی تھے اور ہمیشہ
یا علی علیہ السلام کا نعرہ بلند آواز سے کرتے تھے کہ لوگوں کے دل پر اس نعرہ کا خاص اثر پیدا
ہوتا مفلسی کے عالم میں انتقال کیا کچھہ مومنین نے دفن وکفن کا انتظام فرمایا خداوند عالم انکو اجر عظیم عنایت
فرمائے وقت انتقال انکا سن (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا باقی حالات خاندانی ہمدست نہیں ہوسکے۔

سید آل حسن صاحب سوزخوان مرحوم

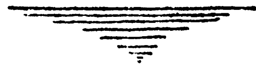
یہہ قصبہ ہنسوہ ضلع فتحپور ہندوستان کے رہنے والے تھے غدر کے زمانے کے بعد حیدرآباد
میں وارد ہوے اسوقت نوجوان تھے بلدہ میں اکثر مقام پر سوزخوانی کی بہت اچھے سوزخوان تھے
اور اپنے فن سوزخوانی میں بے مثل اور کامل ثابت ہوئے اچھے اچھے لوگوں سے تعلیم حاصل
کی تھی اور اکثر مجالس بڑے معرکہ کی نہایت جوش وخروش سے خوب پڑھتے تھے
ان کی سوزخوانی کو اہل فن حضرات نے پسند کیا اور خوب داد دی۔ یہہ ہندوستان کے وضع قطع
سے ذاکری کرتے تھے لکھے پڑھے بہت قابل تھے نواب نظام یار جنگ خانخانان مرحوم ومغفور
کے دفتر میں محافظ دفتری پر ملازم تھے مالی حالت بہت اچھی تھی مگر شوق ذوق زیادہ تھا تعطیل اور

غیر وقت دفتر گھر میں دوست احباب کا جمگھٹا رہتا تھا اور فن ذاکری کے چرچے رہتے تھے زیادہ حصہ اسی میں گذرتا تھا اکثر سوز خوان بھی شریک صحبت رہتے تھے مثلاً ایک سوز خوان نے ایک سوز کسی دوہن کا پڑہا دوسرے سوز خوان نے دوسری دہن میں سوز شروع کیا دوسرے حضرات حسن حسن کے مدح و ثنا کرتے تھے کہ کیا سوز پڑہا گیا۔ بہرحال محرم اور ذنگل میں زیادہ مجالس پڑہتے تھے اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ سہ پہر کے وقت الاوہ بی بی میں مجلس ہوتی تھی خود پڑہتے تھے سامعین اور دوست احباب بھی کثرت سے تشریف لاتے تھے اچھا خاصہ مجمع ہوتا تھا مرحوم ضعیفی کے عالم میں انتقال کئے غالباً وقت انتقال ان کا سن (۷۵) سال کا ہوگا بہت نیک آدمی تھے نماز روزہ کے پابند تھے اکثر لوگوں کو انکی ذات سے بہت فائدہ تھا مرحوم کا انتقال ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ کو ہوا ان کی تجہیز و تکفین اون کے بھائی سید تعشق حسین صاحب نے کی ان کی قبر تکیہ روشن دل صاحب میں ہے کچھ دن بعد اونکی بی بی کا بھی انتقال ہوگیا سید تعشق حسین صاحب سب کے سرپرست رہے مرحوم کو ایک فرزند سید وحید حسن صاحب بہت کمسن تھے اب ماشاء اللہ جوان ہیں حیدرآباد کی وضع قطع سے مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور بہت اچھے مرثیہ خواں ہیں یہہ بھی اپنے باپ کی طرح ہر ماہ کی ۱۱ تاریخ الاوہ بی بی میں مجلس کرتے ہیں اور ایک لڑکی بھی تھی اوسکی شادی سید ذاکر حسین صاحب فرزند سید تعشق حسین صاحب کیساتھ ہوی کچھ دن زندہ رہیں آخر لاولد انتقال کیں۔

سید تعشق حسین صاحب سوز خواں مرحوم

یہہ سید آل حسن صاحب کے حقیقی بھائی تھے اور بہت اچھے سوز خوان تھے اپنے بھائی کی زندگی تک اون کے ساتھ اور کبھی علیحدہ بھی پڑہتے رہے اون کے انتقال کے بعد جملہ مجالس و ذنگل علیحدہ پڑہنے لگے۔ بڑے نیک آدمی تھے لکھنا پڑہنا بھی معمولی طور پر جانتے تھے مگر فن سوز خوانی کے خوب ماہر تھے اپنے بھائی سید آل حسن صاحب مرحوم سے تعلیم حاصل کی تھی اور نواب شاہ یار جنگ مرحوم کے پاس

ملازم تھے خدمت داروغہ گیری کو انجام دیتے تھے دوستی کے بڑے پکے اور وعدہ کے بڑے پابند اور بہت صاف گو جو کہتے تھے کھری کھری کہتے تھے پرانی وضع و قطع کے بہت سیدھے سادھے آدمی تھے اگر کوئی شخص اون کے ساتھ برائی کرے تو اوس کا بدلہ اوس کے ساتھ نیکی سے کرتے تھے مالی حالت بہت اچھی تھی اکثر لوگوں کو قرض حسنہ دیتے تھے اور وعدہ پر لیتے تھے اپنی کتاب میں اسکا نام تحریر کر لیتے تھے مرحوم کو متعدد اولاد ہوئی مگر اب صرف ایک لڑکی سید سراج الحسن صاحب کی بی بی باقی ہے یہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد ہے اسوقت ایک لڑکا کمسن اور دو لڑکیاں ہیں۔ سید تعشق حسین صاحب کا انتقال مرض طاعون سے ہوا تو انکی تجہیز و تکفین وغیرہ اونکے داماد اور بیٹی نے کی وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ مجھ کو سید سراج الحسن سے بہت اُمید ہے مرحوم نماز اور روزے کے بہت پابند تھے اونکی نماز مغربین ہمیشہ مسجد اثنا عشری میں ہوتی تھی اور نماز شب بھی پڑھتے تھے دوست احباب کے کام میں سخنے قدمے درمے جہاں تک ہوسکے امداد کرتے تھے ان کا انتقال بتاریخ ۵ ارجب ۱۳۴۶ھ کو ہوا قبر بمقام منجلی گوڑہ روبرو گھڑیال نواب سرور جنگ مرحوم واقع ہے انکی عمر کا زیادہ حصہ سیاحت میں گذرا ہندوستان کے اکثر مقامات پر مہینوں بلکہ برسوں مقیم رہے مرحوم کو ایک فرزند سید ذاکر حسین صاحب تھے وہ نواب نظام یار جنگ خانخانان بہادر کے پاس اپنے چچا سید آل حسن صاحب مرحوم کی جگہ ملازم تھے اور اون کے داماد بھی تھے سید آل حسن صاحب کی لڑکی لاولد انتقال کیں تو دوسری شادی کی اوس سے ایک لڑکا سید محمد حسین خاں پیدا ہوا سید ذاکر حسین صاحب کا انتقال سید تعشق حسین صاحب کی زندگی میں ہوا تو سید محمد حسین صاحب اور اونکی والدہ کو تادم زیست پرورش کرتے رہے اب سید محمد حسین صاحب نواب کمال یار جنگ بہادر کے اسٹیٹ میں ملازم ہیں۔ یہہ بھی کچھ ذاکری کرتے ہیں اور اپنے چچا سید وحید حسن صاحب مرثیہ خوان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔



سید باقر حسین صاحب ناز سوز خوان

آپکے والد سید جعفر حسین صاحب صبا سوز خوان تھے آپکا اصلی وطن لکھنو تھا یہہ شباب کے زمانے میں حیدرآباد آئے تھے اسوقت انکا سن (۲۰) سال کا تھا انکے ہمراہ انکے ایک چھوٹے بھائی سید عابد حسین صاحب ہی تھے اونکا راستہ میں انتقال ہوگیا تو یہہ انکی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حیدرآباد پہونچے چند روز مقیم رہے کس مپرسی کا عالم رہا اور زیادہ پریشان ہو گئے آپکے معلومات سوزخوانی بہت وسیع تھے بہت اچھے سوزخوان تھے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی مگر آخر زمانہ میں آواز بے قابو اور خستہ ہوگئی تھی حیدرآباد کے اکثر مرثیہ خوانان انکے شاگرد تھے اور یہہ ذاکری بھی کر لیتے تھے مگر انکی ذاکری کی یافت ایسی نہ تھی کہ زندگی بسر ہوسکے یہہ ہمیشہ پریشان حال ہی رہے۔

انکے شاگردوں میں ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب و مومن علی صاحب کاروان والے و غلام حسین صاحب و یاور خانصاحب وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر ابراہیم علی صاحب نے تا دم زیست انکی رفاقت کی اور ساتھہ دیا اور ہر طرح کے سلوک و مسلوک کرتے رہے یہہ بہت ضعیف ہوگئے تھے غالبًا وقت انتقال انکا سن قریب (۸۰) سال کا ہوگا۔ آخر سن میں مرض فالج میں مبتلا ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں دنیائے فانی کو چھوڑا انکی تجہیز و تکفین انکے فرزند سید جعفر حسین صاحب نے کی دائرہ حضرت سید نعمت اللہ صاحب میں دفن کئے گئے انکی دو بی بیاں تھیں ایک سے سید جعفر حسین صاحب پیدا ہوئے دوسری بی بی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ان دونوں سے انکی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

سید جعفر حسین صاحب فی زمانہ موجود ہیں اعتقادًا کچھہ سوزخوانی کر لیتے ہیں انکے دو فرزند ایک سید مہدی حسین دوسرے سید ہادی حسین ہیں یہہ ہر دو زیر تعلیم ہیں اور ایک لڑکی ہے اوسکی نسبت سید محمد حسین نبیرہ سید تعشق حسین صاحب سوزخوان سے مقرر ہوئی ہے۔

کالے خاں صاحب سوزخوان

یہہ ہندوستان کے باشندے تھے انکا اصلی وطن نہیں معلوم حیدرآباد کا نام سنکر آئے تھے اور بہت عرصہ تک مقیم رہے ۔ مگر پریشانی انکی حد سے زیادہ دامن گیر رہی ۔

یہہ بہت اچھے سوزخوان تھے سوز اجواب پڑہتے تھے لکھے پڑھے بہت قابل تھے ۔ مگر یہاں انکی سوزخوانی کچھ زیادہ نہیں چلتی تھی انکا زیادہ وقت سیّد آل حسن صاحب سوزخوان کے پاس گذرتا تھا اسکے علاوہ اور بھی سوزخوانان اور دوست احباب سید آل حسن صاحب کے پاس جمع ہوتے تھے گویا ایک اچھی بزم احباب رہتی تھی اور سوزخوانی کے چرچے ہوا کرتے تھے ۔ کوئی ایک سوز پڑھا دوسرا اوسکے جواب میں دوسرا سوز پڑھا بس اسیطرح سوزخوانی صبح سے شام تک رہتی تھی اسکے علاوہ کچھہ شغل ومشاغل بھی ایسے تھے کہ وہاں ہمیشہ ایک جمگھٹا رہتا تھا ۔ بہرحال جب کالے خاں کی گذر بسر میں مشکل ہوگئی تو اکثر جگہ ملازمت بھی اختیار کی اسکے بعد ایک دوکان پر ملازم ہوگئے جب اس حال میں بھی ایک عرصہ گذرا اور ضعیفی روز بروز بڑھتی گئی اور بیمار ہوگئے تو سابقہ باتیں سب جاتی رہیں اور اسی حال میں انتقال کئے جب انتقال ہوا تو دوست احباب نے تجہیز وتکفین کا انتظام کیا انکا سن وقت انتقال غالباً (۶۵) سال کا ہوگا اور پندرہ بیس سال حیدرآباد میں مقیم وپریشان رہے اور پریشانی کے عالم میں ہی دنیائے فانی سے طرف ملک جاویدانی کوچ کیا ۔

خداوند عالم اپنی رحمت کاملہ میں جگہ عنایت فرمائے ۔

محمد عباس صاحب مرحوم سوزخوان

یہ لکھنو کے باشندے تھے اوائل جوانی میں وارد حیدرآباد ہوئے تھے علاوہ سوزخوانی کے کام ثانی کا بھی کام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کرتے تھے پہلے کچھ تعلیم سوزخوانی لکھنو میں حاصل کی تھی پھر بلدہ میں آکر مرزا علینجا نصاحب سوزخوان کے شاگرد ہوئے نہایت اچھی ذاکری کرتے تھے۔ اسکے بعد پھر عباس علیخاں صاحب مرحوم سوزخوان کے شاگرد ہوئے تو انکی سوزخوانی کا طریقہ بھی بدل گیا بلکہ ایک نئی صورت اختیار کی۔ بہرحال آپکی ذاکری اچھی تھی کوئی قابل تعریف بات نہیں تھی مگر قدیم لوگ بوجہ دوستی و محبت و قدامت کے زیادہ پڑھاتے تھے اور آپکو زیادہ مدد کا مدانی کے کام سے ملتی تھی آپکو پتنگ بازی میں بھی زیادہ دخل تھا اکثر حضرات استاد سمجھتے تھے جب زیادہ سن ہوا تو پتنگ بازی چھوڑدی اور نواب خانخاناں بہادر کے پاس کسی کام پر ملازم ہوگئے پھر چند روز کے بعد نواب صاحب نے اپنے مصاحبوں میں شریک کرلیا ہمیشہ رات دن نواب صاحب کی پیشی میں رہتے تھے ناشتہ اور دو وقت کا کھانا و چاء وغیرہ بھی میزخانہ سے حاصل ہوتی تھی۔

ایک دن نواب صاحب کو ایک مرثیہ کی ضرورت ہوئی تمام مرثیہ خوانان بلدہ اور لکھنو سے دریافت فرمایا مگر سب نے نفی میں جواب دیا۔ اسوقت محمد عباس صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یاور خاں صاحب سے دریافت فرمائیں غالباً اونکے پاس ہوگا نواب صاحب نے محمد تقی صاحب ناظم کو حکم دیا کہ یاور خانصاحب سے بھی دریافت کرو محمد تقی صاحب ناظم نے یاور خانصاحب کو بلاکر کہا کہ سرکار کو فلاں مرثیہ کی ضرورت ہے لکھہ کرلادو یاور خانصاحب نے عرض کیا کہ انشاءاللہ کل حاضر کرونگا چنانچہ دوسرے دن لاکے پہونچا دیا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے بعد چند روز کے پھر نواب صاحب کو ایک مرثیہ کی خواہش ہوئی محمد عباس صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یاور خانصاحب سے ہی دریافت فرمائے وہ ضرور لادینگے اونکے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ الغرض حسب فرمایش وہ مرثیہ بھی یاور خانصاحب نے

دوسرے دن لکھکر لادیا تو یاور خانصاحب سے ناظم صاحب نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس مرثیوں کا بہت ذخیرہ ہے اوس کو کیوں نہیں طبع کرواتے۔ یاور خاں صاحب نے عرض کیا کہ میری حالت ایسی نہیں ہے۔ یہہ سنکر ناظم صاحب نے فرمایا کہ حضرت بیگم صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہے اور سرکار کا خیال ہے کہ بیگم صاحبہ کے لئے کوئی امر خیر کیا جائے۔ میں سرکار سے عرض کرکے اسکے طبع کروانے کا انتظام کرتا ہوں آپ خاطر جمع رہیں۔ اور ایک فہرست مرتب کیجئے۔ اسوقت یاور خانصاحب نے عرض کیا کہ جب آپ کا ایسا خیال ہے تو انشاء اللہ میں بھی اک ایسا حصہ مرتب کرتا ہوں جو ابتک تمام ہندوستان میں طبع نہیں ہوا۔ چنانچہ ایسا ہی ایک حصہ مرتب کرکے اوسکی فہرست ناظم صاحب کے حوالے کیا اور اوسکی ایک نقل اپنے پاس رکھی۔ پھر ناظم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اسکے اخراجات کیا ہونگے وہ بھی دریافت کرکے اوس سے بھی آگاہ کردیجئے تو یاور خانصاحب نے دریافت کرکے مکمل حساب ناظم صاحب کے حوالے کردیا۔ ناظم صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایک ہفتہ کے بعد میں تم کو اسکے اخراجات حوالے کردیتا ہوں خود اس کام کو انجام دو۔ جب کئی ہفتہ ہوگئے تو محمد عباس صاحب نے یاددہی کی اور بہت سعی و کوشش سے متعدد مرتبہ یاد دلاتے رہے مگر جب کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو مولوی سید سراج الحسن صاحب بخشی فوج نے ارشاد فرمایا کہ آپکی کوشش بیکار ہے اگر انکو منظور ہوگا تو خود بلاکر انتظام کریں گے اسپر سید محمد عباس صاحب نے سکوت کیا یاور خاں صاحب کو بھی اپنی فہرست مرتب کرنے کا سخت افسوس ہوا۔

انکا انتقال محلہ دار الشفاء کوچہ شتر خانہ میں ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کئے گئے انکو کوئی اولاد نہیں ہوئی ایک بی بی موجود ہے۔

سید تراب علیصاحب کا ایک لڑکا لیکر اپنا فرزند آغوش بنالیا تھا اوسکا نام سید عباس صاحب ہے جو ملازم سرکاری ہیں اور اپنی والدہ اور مرحوم کی زوجہ کی پرورش کرتے ہیں اور ہر طرح کفیل ہیں انکی والدہ نے انکی شادی بھی کردی ہے نہایت عزت و آبرو سے زندگی بسر کرتے ہیں۔



گھڑو خاں صاحب سوزخوان

اِن کے باپ کا نام چھدا خاں صاحب تھا یہہ زیدپور اطراف لکھنو کے رہنے والے تھے ۔ اور زیدپور سے آکر مولوی سید فرزند حسن صاحب معتمد نواب مشیر الملک مرحوم کے گھر میں مہمان رہے صاحب موصوف بہت نیک اچھے آدمی تھے انہوں نے انکو نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں ملازم رکھوا دیا تھا۔ جب معتمد صاحب کا انتقال ہوا تو یہہ ابراہیم علیصاحب مرثیہ خواں کے مکان میں آکر رہنے لگے ۔ انکی عمر کا زیادہ حصہ انکے مکان میں گذرا یہہ قدیم وضع کے آدمی تھے اور دیہاتی سوزخواں زیدپور والوں میں مشہور تھے ۔ اکثر زیدپور والے انکو زیادہ پڑھواتے تھے ۔ آپکو سلام و سوز مرثیے زبانی یاد تھے اور ہمیشہ زبانی پڑھا کرتے تھے ۔ مزاج میں غصہ بہت تھا کبھی کوئی دل لگی سے کچھ فرمایش کر دیا تو ہزاروں سوز سنا دیتے تھے ۔ بہت سیدھے سادے مسلمان تھے ہر مجلس میں شریک رہتے تھے اگر کوئی کہدیتا بسم اللہ خاں صاحب فوراً تخیہ پر آکر شروع کرتے اور کوئی عذر کرنا تو جانتے ہی نہ تھے سیکڑوں مجالس بنظر ثواب پڑھدیا کرتے اگر کوئی کچھہ دیدیا تو لے لیا ورنہ طالب بھی نہوئے ۔ سالانہ یا ششماہی رقم اپنی تنخواہ سے جمع کرکے اپنے عزیز و اقارب کے لئے وطن کو روانہ کرتے وطن میں بہت سے عزیز و اقارب تھے ۔ جب بہت ضعیف ہو گئے تو علالت بھی بڑھ گئی تھی ۔

اول انکا مذہب حنفی تھا مگر مجالس اور وعظ کی شرکت میں رہنے اور فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام سننے سے مذہب حقہ کی ہدایت ہوئی تو خالص مومن پاک ہو گئے اور مرتے دم تک شیعہ مذہب پر باقی رہے اور وصیت و نصیحت کی کہ میری تجہیز و تکفین مذہب امامیہ کے طریقہ سے کیجائے جب انتقال ہوا تو ابراہیم علی صاحب نے حسب وصیت انکی میت شیعہ طریقے پر اوٹھائی ۔ انکے انتقال کے روز کثرت سے بارش ہوئی مسجد کمیلہ میں غسل دیا گیا اور یاور خاں صاحب نے نماز میت و تلقین وغیرہ پڑھائی اور دائرہ روشن دل صاحب میں دفن ہوئے ۔ انکا سن تقریباً سو برس کا ہوگا

میر ولی صاحب بندر کی سوزخوان مرحوم

یہہ توگاوان کے باشندے تھے حیدرآباد میں ایک عرصہ سے رہتے تھے۔ اور آدمی بالکل کہرے تھے ذاکری بہت کم کرتے تھے اکثر دنگلونمیں زیادہ ذاکری کرنے کا اتفاق ہوتا تہا۔ اپنی زندگی تنہائی مین بسر کی امرا میں زیادہ آمد و رفت تہی حیدرآباد کا سابق زمانہ بہت اچہا تہا سادات کی قدر و منزلت زیادہ تہی بہرحال ان کی بہت اچہی بسر ہوئی مگر افسوس ہے کہ انکے واقعات ہمدست نہیں ہوئے

فدا حسین صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ مدراس کے باشندے تھے ایک زمانے سے حیدرآباد میں مقیم تھے اور کاظم علیصاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اونکے ساتھہ اور بدلیاں بہی پڑہتے تھے اچھے ذاکر تھے دارالشفا میں مکان تہا اکثر بچوں کو پڑہایا کرتے تھے نوشت وخواند سے بھی خوب واقف تھے ذاتی مجالس بہت کم پڑہتے تھے مگر دنگلونمیں اکثر شریک رہتے تھے انکے حالات بھی تفصیلی ہمدست نہیں ہوے۔

عباس حسین صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اور اونکے حقیقی بہائی بھی تھے اور وزیر علیصاحب

مرثیہ خواں مرحوم کے عزیزوں میں مشہور تھے اور ہمیشہ تراب خانصاحب کے گھر میں رہتے تھے اور انکے ساتھ بازو میں اور بدلیاں پڑہتے تھے اور اونکے ساتھہ کربلائے معلےٰ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے تراب خانصاحب بھی انکو بہت چاہتے تھے یہہ بڑے اطاعت گذار تھے اونکے بعد صرف ماہ محرم میں کچہہ مجالس متفرق گہروں میں پڑھ لیتے تھے بہت اچھے نیک آدمی تھے خداوندعالم مغفرت فرمائے محکمۂ مالگذاری سرکار عالی میں ملازم تھے اخلاق بھی بہت اچھے تھے باقی حالات انکے ہمدست نہیں ہوئے۔

سید عباس حسین صاحب مرحوم

یہہ شوقین ذاکر اور عقیدت صاحب شاعر کے چھوٹے فرزند ارجمند تھے اور تراب علیصاحب مرثیہ خواں سرگروہ سے بھی عزیزداری تھی یہہ اعتقاداً سوزخوانی کرتے تھے انکے والد کا کلام بہت اچھا اور مشہور تھا حیدرآباد کے مشہور شاعر تھے اکثر قصائد انکی تصنیف کے ذاکرین سابق زیادہ پڑہتے تھے انکے تفصیلی حالات ہمدست نہیں ہوئے۔ نوجوان تھے کہ لقمہ اجل کا شکار ہوگئے خداوندعالم مرحوم کے درجات عالی فرمائے۔

سید تصدق حسین صاحب سوزخوان

یہہ سادات نوگانواں سے تھے اپنی جوانی میں حیدرآباد دکن آئے تھے اور خوب ذاکری کرتے تھے۔ جوانی کے زمانے میں نواب مکرم الدولہ مرحوم کی پیشی کے لئے انکو ملازم کرکے محل نواب صاحب نے

رکہا تھا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد انکو وظیفہ مقرر ہوگیا تہا یہہ آدمی بہت خوش مزاج اور ظریف تھے اس لئے نواب ساجد یار جنگ بہادر نے اِنکو اپنے مصاحبوں میں شریک فرمالیا اور پہر انکو پوری تنخواہ معہ خوراک ملنے لگی یہہ ہمیشہ نواب صاحب کی پیشی میں رہتے تھے جب بہت ضعیف ہوگئے تو پہر وظیفہ مقرر ہوا جو تا حیات جاری رہا۔ انکو جب وقت ملتا تھا یہہ مجالس میں شریک رہتے تھے اور ذاکری کرتے تھے آخر وقت محلہ "کولہ عالیجاہ" میں زیر سایۂ جناب مولانا مولوی علی نقی صاحب قبلہ مرحوم و مغفور ایک مدت تک رہے مولوی صاحب کی انپر بہت عنایت تہی انکی بی بی کا انتقال انکے سامنے ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی جملہ جائیداد مولوی صاحب قبلہ کو ہبا کر دی تھی انکی تجہیز و تکفین مولوی صاحب نے ہی فرمائی دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کئے گئے وقت انتقال اِنکا سن غالباً (۹۰) سال کا ہوگا۔ یہہ کئی مرتبہ زیارت کربلائے معلی سے مشرف ہوئے تھے اور انکے اخلاق و عادات بہت اچھے تھے ذاکری بڑے جوش و خروش سے کرتے تھے نماز و روزہ کے بہت پابند تھے اور نیک آدمی مشہور تھے۔

سید تصدق حسین صاحب سوز خوان خورد مرحوم

یہہ بہی سادات نوگاواں سے تھے اور بہت اچھے سوز خوان تھے ایک زمانہ تک اپنے بڑے بھائی سید مائل حسین صاحب کے ساتہہ بازویں سوز خوانی کرتے تھے جب اونکا انتقال ہوگیا تو علیحدہ پڑہنے لگے۔ انکی زندگی کا دار و مدار سوز خوانی پر ہی تھا۔ اکثر اہل ہند حضرات اِنکو زیادہ پڑہاتے تھے انکا عین جوانی کے عالم میں انتقال ہوگیا وقتِ انتقال اِنکا سن غالباً (۳۵) سال کا ہوگا انکو ایک فرزند اور اہلیہ بہی موجود ہے معہ زنانہ ایکبار کربلائے معلےٰ جاکر آئے تھے بڑی خوش

اخلاق اور پابند نماز و روزہ تھے اب انکے ایک بھائی سید صفدر حسین صاحب سوز خوان موجود ہیں وہ بھی سوز خوانی کرتے ہیں اور محکمہ بلدیہ میں ملازم سرکار ہیں اور بہت خوش اخلاق اور اچھے آدمی ہیں ۔

عباس علی خاں صاحب سوز خواں مرحوم

آپکا اصلی نام مرزا حیدر بیگ المعروف عباس علیخاں تہا اور بہہ بین کار مشہور تھے اور اپنے فن کے بڑے صاحب کمال تھے ۔ سال میں چار پانچ مجالس سے زیادہ پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوتا تہا ۔ وہ بھی احباب کے مجبور کرنے پر ۔ اپنے گہر میں بہی بہت کم ذاکری کرتے تھے بعض امرائے عظام کے اشتیاق پر خصوصاً نواب بہرام الدولہ مرحوم کے بڑے مجالس شادی خانہ واقع منڈی میر عالم میں ایک دو مجالس ضرور پڑھتے تھے ۔ انکے یہہ مجالس بہت کامیاب ہوتے تھے اور مال کاری بھی خوب حاصل ہوتا تہا ۔ لوگ بہت اشتیاق سے سنتے تھے انکے شاگردوں میں سید محمد عباس صاحب بہت مشہور ہیں ۔

یہ خصوصاً اپنے فن کاری میں اعلیٰ درجہ کے مشاق تھے اس فن میں انکا مثل و نظیر نہیں تہا (۶۶) سال کی عمر میں بتاریخ ۱۰ فروردی ۱۳۴۵ ف انتقال کئے انکی تجہیز و تکفین بہت اچھے طریقہ پر کیگئی دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے ۔ انکو علاوہ صرف خاص مبارک سے (ماحہ) روپیہ تنخواہ ماہانہ مقرر تھی انکے بعد یہہ ماہوار انکے دو فرزندوں کے نام اجرا ہوئی اور تا حال جاری ہے انکے والد کا نام وارث علیخاں صاحب تھا وہ بہی بین کاری و سوز خوانی کرتے تھے اور انکا وطن بنارس تہا اور اپنے فن موسیقی میں شہرۂ آفاق مشہور تھے ۔ انکا اصلی نام مرزا ذاکر بیگ تہا آپکے بھی اخلاق و عادات بہت اچھے تھے ۔

انکے بڑے فرزند مرزا اکبر علی بیگ عرف منومیاں صاحب ہیں۔ یہہ بھی مثل اپنے والد کے اپنے کام میں بڑے صاحب کمال اور بے مثل ہیں۔ انہوں نے اپنے فن کی مہارت نامہ وراثتاً اپنے آبا و اجداد ہی سے پائی ہے۔ ان کے شاگرد بہت ہیں عادات و اخلاق انکے بہی بہت اچھے ہیں اور ہر دل عزیز ہیں انکا دائرہ احباب بہت وسیع ہے۔ انکے چھوٹے بھائی جن کا نام مرزا اصغر علی بیگ صاحب ہے انہی کے زیر تعلیم و زیر پرورش ہیں۔

بہرحال منومیاں صاحب بہی سوزخوانی کرتے ہیں بہت اچھے سوزخواں ہیں مگر انکو بہت کم مجالس پڑہنے کا اتفاق ہوتا ہے لیکن ہر مجلس انکی کامیاب رہتی ہے۔

پتہرو خاں صاحب مرثیہ خواں (مرحوم)

انکا اصل نام شیر علی خاں صاحب عرف پتہرو خاں تہا مگر عرفاً مشہور تھے اور جمال خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم کے بڑے فرزند تھے یہہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے اور اپنے زمانے کے مرثیہ خوانان میں بہت قابل قدر اور مشہور تھے۔ مراد علیخانصاحب سوزخوان سے اور اپنے چچا تراب خانصاحب سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ جب انکے والد کا انتقال انکی کمسنی میں ہوگیا تو انکے چچا تراب خانصاحب نے انکو اور انکے چھوٹے بہائی غلام نقی خانصاحب کو انکے والدہ کے پاس سے لاکر اپنے پاس رکہا اور مثل اپنی اولاد کے پرورش اور تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ یہہ دونو بھائی ملکر اپنے بچپن میں بہت اچھی ذاکری کرتے تھے لوگ خواہش سے بلاتے اور توجہ سے سنتے تھے اسطرح پیکہ خود تراب خانصاحب بازو بیٹھکر پڑہاتے تھے۔

بہرحال انکی جماعت بچوں کی جماعت کے نام سے مشہور ہوگئی تہی اور جابجا انکی ذاکری کے تذکرے ہوتے تھے تراب خاں صاحب کے بعد بہی یہہ سلسلہ کچھ دن تک باقی رہا من بعد بلحاظ حالات بہت کچھ تبدیلی

ہوگئی ایک سال حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ نے قنادیل ڈنگل کوہ شریف کے موقعہ پر انکی ذاکری بہت توجہہ سے سماعت فرمائی اور بہت تعریف فرمائی اسکا مفصل حال ولی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر ہے جب تراب خانصاحب کا انتقال ہوا تو یہہ دونو بہائی آوارہ صحبتوں میں رہکر بہت خراب وخستہ رہے جو کچھ نذر ذاکری حاصل ہوتی تہی وہ سب برابر ہوجاتی تہی۔

تراب خانصاحب کی بڑی لڑکی کی نسبت پتہو خانصاحب سے مقرر تہی مگر تراب خاں صاحب کی والدہ نے بوجہہ آوارہ گی دینے سے انکار کیا مومن علی صاحب مرثیہ خواں اور دیگر مرثیہ خوانان وعزیز و اقارب کے اصرار پر مجبوراً شادی ہوگئی تمام عمر لڑائیاں جھگڑے ہوتے رہے جناب ناجی صاحب و جناب مولوی سید بندہ حسن صاحب قبلہ تصفیہ کرتے رہے۔ آخرکار اونکی بی بی مرض دق میں مبتلا ہوئیں اور ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ کو انتقال کیا اونکے بھائی یاور خانصاحب نے علاوہ بیماری کے تجہیز و تکفین سوم و دہم و چہلم وغیرہ بہی کیا۔ مرحومہ کو متعدد اولاد ہوئی مگر صرف ایک لڑکا حفاظت علیخان باقی رہا۔ یہہ لڑکا بہی اپنے باپ کے ساتہہ رہکر آوارہ ہوگیا تو یاور خانصاحب نے اپنے مصارف سے آصفیہ بورڈنگ ملک پیٹھ میں شریک کروایا قریب تین سال تک ماہانہ اخراجات خوراک وغیرہ دیتے رہے وہاں بہی حالات اوسکے ناگفتہ ہونے لگے تو نواب سید حیدر علیخاں صاحب ناظر ہائی کورٹ کے ذریعہ سے لکھنو کے یتیم خانہ کو روانہ کیا وہاں بہی اخراجات ماہانہ روانہ کرتے رہے۔ جب چہہ سال وہاں رہکر تعلیم حاصل کرکے اور چمڑے کا کام سیکھ کر آیا اور اپنے ہمراہ کامیابی کی سند بہی لایا تو نواب سید محمد علیخاں صاحب نے ایکروز نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ کے پاس لیجاکر پیش کیا کہ یہہ یتیم خانہ کا تعلیم یافتہ ہے اور یہہ کام ہاست کا ہے سرکار ملاحظہ فرمائیں نواب صاحب نے بہت تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کام اچھا ہے مگر صفائی نہیں ہے ولایتی کام کے مماثل ہونا چاہیئے اس لڑکے کو کچہہ دن کے لئے کلکتہ بھیجدو تو اچھا ہے۔ تو نواب محمد علیخاں صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یہہ بیچارہ غریب آدمی ہے کہاں سے جائے گا۔ سرکار کی سرپرستی کی ضرورت ہے نواب صاحب نے وعدہ فرمایا کہ اچھا میں بھیجدیتا ہوں چنانچہ نواب صاحب نے ایک رقم کثیر بہی عنایت فرمائی سب کہاپی کر برابر کردیا۔

پتہو خانصاحب نے شادی کی بی بی کے بعد دو نکاح اور کئے جس میں سے ایک کا انتقال اونکی

زندگی میں ہوگیا پھر ایک نکاح کیا یہہ بی بی زندہ ہے۔

انکی گذر بسر کے لئے بہی اب ہر طرح یاور خاں صاحب کفیل ہیں مرحوم کے جا بجا مجالس پڑہکر جو کچھ ملتا ہے اوسکے حوالے کرتے ہیں خواہ وہ سالانہ ہو یا ماہانہ بہرحال پتہرو خانصاحب نے تمام عمر پریشانی کی حالت میں بسر کی خدا کے فضل سے آمدنی ذاکری بہت اچھی تھی مگر شغل و مشاغل ایسے تھے کہ دنیا کا مال صرف کرتے تھے پھر پریشانی دامنگیر رہتی تھی ضعیفی کے زمانے تک انکی ذاکری اچھی چلتی رہی بہت مجالس سالانہ و ماہانہ پڑہتے تھے بچپن میں حضرت غفرانمکاں نے ذاکری سماعت فرمائی تھی اور ضعیفی کے زمانے میں عاشورخانہ نواب کمال یارجنگ بہادر کے دوسرے عشرہ میں ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے سماعت فرمائی۔

بہرحال مفلسی کے عالم میں ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ کو حسینی محلہ کے مکان میں جب انتقال ہوا تو انکی تجہیز و تکفین وغیرہ یاور خاں صاحب نے اپنے مصارف سے کی اور دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا۔

خاندانی حالات واحد خانصاحب کے واقعات میں درج کئے گئے ہیں انکے دو فرزند ذاکر ہیں مگر کہیں پڑہتے نہیں آوارہ ہیں۔

پتہرو خانصاحب کا سن وقت انتقال غالباً (۶۰) سال کا ہوگا۔ ایک فرزند شادی کی بی بی سے ہے دوسرا منکوحہ بی بی سے دونوں کا ایک ہی حال ہے خداوند عالم نیک توفیق عنایت فرمائے

چھوٹو خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

انکا اصل نام غلام نقی خاں صاحب تہا مگر یہہ زیادہ مشہور چھوٹو خاں صاحب کے نام سے تھے انکے والد کا نام جمال خانصاحب مرثیہ خوان تہا یہہ پتہرو خانصاحب کے چھوٹے بھائی تھے انکے والد کا کمسنی میں انتقال ہوجانے سے تراب خانصاحب مرثیہ خوان نے مثل اپنی اولاد کے پرورش اور تعلیم و

تربیت کی یہہ دونو بھائی ملکر خوب مرثیہ خوانی کرتے تھے انکی جماعت کا نام بچونکی جماعت مشہور تھا۔ اور یہہ بڑے شد و مد سے ایک زمانے تک ذاکری کرتے رہے چنانچہ قنادیل و نگل کوہ شریف میں جب یہہ ذاکری کرتے تھے تو (حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ) نے سنکر بہت تعریف فرمائی اسکا مفصل حال سید ولی صاحب مرثیہ خواں کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہرحال انکی ذاکری بے مثل تھی مگر انکی عمر کا زیادہ حصہ اضلاع میں گذرا اس کا سبب یہہ ہے کہ انکے نانا سید جعفر حسین خانصاحب تحصیلدار تھے وہ اپنی بیٹی کو ہمیشہ اپنے ساتھہ ساتھہ رکھتے تھے تو یہہ بھی اپنی والدہ کے پاس زیادہ جایا آیا کرتے تھے اس وجہہ سے انکی مرثیہ خوانی زیادہ عروج حاصل نہیں کی۔ محرم کے مجالس کے بعد یہہ بہت کم مجالس پڑھا کرتے تھے۔

آواز بہت چھوٹی تھی اور گلا بہت خوبصورت تھا۔ جب جواں ہوے تو یہہ بھی آوارہ اور خراب صحبتوںمیں رہکر اپنے بڑے بھائی سے زیادہ شغل و مشاغل میں مصروف رہے۔ اور طرح طرح کی بیماریوںمیں مبتلا ہوگئے۔ انکی شادی انکی والدہ نے اپنے حقیقی بھائی کی لڑکی کے ساتھہ کی جن سے ایک فرزند دوست علی خانصاحب پیدا ہوئے جن کے حالات آیندہ تحریر کئے جائیں گے۔

جب چھوٹو خاں صاحب کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی بی بی اور بچہ کا ہاتہہ باور خاں صاحب کے ہاتہہ میں دیکر وصیت کی کہ آج سے یہہ تمھارے حوالے ہیں مجھ کو تہور خانصاحب سے کوئی اُمید نہیں ہے اسکی تعلیم و تربیت و پرورش کا خیال رہے۔

باور خانصاحب نے حسب وصیت دوست علیخاں صاحب اور انکی والدہ کی سرپرستی ان کی جوان ہونے تک بہت اچھے طرح کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا اور چھوٹو خانصاحب کی تجہیز و تکفین کا اپنی ذاتی مصارف سے سامان کیا دائرہ حضرت روشن دل صاحب میں دفن کیا انکا انتقال ۳۰ محرم ۱۳۲۴ھ کو ہوا وقت انتقال انکا سن غالباً (۴۰) سال کا ہوگا۔

یہہ بہت خوش اخلاق تھے مگر انکی مزاج میں غصہ تھا۔ انکی مالی حالت اچھی نہیں تھی ہمیشہ پریشانی کی حالت میں زندگی بسر کی۔ تراب خانصاحب کے بعد مراد علیخاں صاحب سے بھی تعلیم ذاکری حاصل کی تھی خاندانی حالات واحد خانصاحب کے حالات میں درج ہیں۔

کاظم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خوان تھے بہت صفائی کے ساتھ مرثیہ پڑہتے تھے اور نہایت خوش گلو بہی تھے اور معلومات بہی بہت وسیع تھے بوجہہ شوق اوائل جوانی میں یہہ غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوئے گہر میں بہت محنت سے اچھی طرح مرثیہ پڑہتے تھے رفتہ رفتہ بہت زیادہ مشہور ہو گئے انکا مثل و نظیر نہیں تھا بلکہ اپنے زمانے کے منتخب ذاکر تھے۔

وسط سن میں سوز بہی اعلیٰ اعلیٰ متعدد اوستادوں سے حاصل کیا تھا کچہہ دن سید باقر حسین صاحب لکہنوی سوزخوان سے اور کچھ دن حیدر مرزا صاحب سوزخوان دہلوی سے اسکے بعد بہت دن تک مراد علیخان صاحب سوزخوان سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور متعدد سوز و سلام وغیرہ یاد کئے۔ بہرحال مرحوم بہت سلیس سلیس مرثیہ پڑہتے تھے انکے زمانے میں انکے سوا کوئی ایسے سلیس مرثیے بہت کم پڑہتا تھا اور یہہ سلیس سلیس مرثیوں سے ہی اپنا کام خوب کر لیتے تھے۔

ایک سال ہمارے پادشاہ اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر نے ۹ صفر سنہ ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۴ ہجری کو اپنی کنگ کوٹھی مبارک میں مجلس مقرر فرمائی جس میں پانچ جماعت بذریعہ تراب علیصاحب سرگروہ مرثیہ خوانان بلائے گئے تراب علیصاحب کاظم علیصاحب و ابراہیم علیصاحب و غلام حسین صاحب و ابراہیم علیخانصاحب کو اپنے ہمراہ لے گئے سرکار نے ان مرثیہ خوانان کو صرف سلام پڑہنے کا حکم فرمایا اور دولہا صاحب یعنے عروج مرحوم کو مرثیہ پڑہنے کا حکم فرمایا بہرحال مرحوم نے کنگ کوٹہی مبارک اور اربعین کی مجلس میں قبلہ و کعبہ کے دولت خانہ میں اکثر مجالس اعلیٰحضرت کے سامنے پڑہنے کا شرف حاصل کیا تہا اسیطرح قبل ازیں کوہ شریف پر (حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ) نے بہی انکی ذاکری سنکر بہت تعریف فرمائی تہی جسکا مفصل حال ولی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر ہے۔ مرحوم پہلے اپنی سالانہ مجلس ۱۹ ذیحجہ کو شاید الاوہ ملاارضی میں کرتے تھے جب ولی صاحب کا

انتقال ہوگیا تو درویش علیصاحب سے اجازت لیکر وہ مجلس ۲۷ ذیحجہ کو درگاہ قدم رسول میں کرنے لگے پہلے اپنے فرزند وزیرعلیصاحب کو پڑہاتے تھے پہر خود پڑہتے تھے مرحوم کی ذاکری سننے کے لئے اکثر لوگ بہ اشتیاق سے آتے تھے۔

مرحوم انتخاب مراثی میں بھی مشہور تھے۔ یہہ مرثیہ چنتے میں بھی زیادہ حصہ لیتے تھے اور بہت محنت و جانفشانی سے مرثیہ انتخاب کرتے تھے۔ بعض مرثیوں میں مصرعہ کے مصرعہ اور بند کے بند تصنیف کر کے شریک کرتے تھے۔ مگر اکثر دیکھا گیا کہ مرزا دبیر صاحب مرحوم کے مرثیوں میں میر انیس صاحب مرحوم کے مرثیہ کے بند شریک کر دئے یا تعشق صاحب مرحوم کے مرثیوں میں مرزا دبیر صاحب مرحوم کے مرثیہ کا جوڑ دیا بہرحال اسطرح پہلے پہلے بہت سے مراثی نکلے جب اسپر لوگوں نے اعتراض کیا تو یہہ طریقہ بھی ترک کر دیا مگر سابق کے کچھہ مرثیہ اسیطرح باقی رہے۔ حالیہ مرثیہ اس عیب سے پاک وصاف ہیں۔

مرحوم کو مرثیوں کا بہی شوق تہا اکثر مقام سے اور زرکثیر صرف کر کے مراثی کا ذخیرہ حاصل کیا تھا اور لکھنوی بھی بہت سی جلدیں خریدیں تہیں اور ہمیشہ مرثیہ مبنی کرتے تھے اور اکثر مرثیوں میں بند کے بند اپنے مطلب کے موافق بے عیب ایسے کہہ کہہ کے شریک کرتے تھے کہ جس کو کوئی مطلق تمیز نہیں کرسکتا تہا بہرحال مرحوم کو مرثیہ چننے میں اچھی مہارت تھی۔

مرحوم کے متعدد شاگرد تھے منجملہ ان کے سعادت علیصاحب مرثیہ خوان و فدا حسین صاحب مرحوم و میر مومن علیصاحب وحمایت علی صاحب و اکبر علی صاحب مرحوم مشہور ہیں انکے حالات آیندہ اپنے اپنے مقام پر تفصیل سے ذکر کئے جائیں گے۔

مرحوم بہت غیور آدمی تھے اپنی عزیز زندگی بہت عزت سے بسر کی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نواب خانخانان بہادر کی دیوڑھی میں ہر پنجشنبہ کو مجلس ہوا کرتی تھی اور سات جماعت ذاکری کرتے تھے اتفاق سے اوس پنجشنبہ کو پہرہ پر کوئی نیا جوان تہا اوس نے روک دیا کہ بغیر بگلوس باندھے نہیں جاسکتے بہت سمجھایا وہ نہ مانا آخر کار مجبوراً واپس چلے گئے جب یہہ خبر نواب صاحب کو پہونچی تو بہت خفا ہوئے اور فوراً آدمی کو بہیجا کہ جوان سے غلطی ہوئی معاف کرو میں تمہارا منتظر ہوں جلد آؤ۔ خداوند عالم نواب صاحب مرحوم کے درجات عالی فرمائے بڑی ذاکرنوازی فرمائی۔

مرحوم کے اخلاق بہت وسیع تھے یہہ ہر دل عزیز آدمی مشہور تھے کبھی کسی کو سخت وسست نہیں کہا ان سے تمام بازوداران و مرثیہ خوانان بھی بہت خوش رہے اور سب ان سے ایک خاص محبت رکھتے تھے بہت حق گو اور انصاف پسند تھے مگر آخر زمانے میں کچھ حضرات مرثیہ خوانان نے اُن کے خیالات کو پراگندہ کر دیا تھا وہ خود اسکے مقر تھے بہر حال اپنی زندگی بہت اچھی طرح بسر کی مرحوم اپنے آخر زمانے میں بوجہہ پیرانہ سالی بہت کم مجالس پڑہنے کے لئے جاتے تھے انکے بجاۓ مجالس انکے فرزند وزیر علیصاحب پڑہتے رہے اِسکے بعد پہر علالت کا سلسلہ شروع ہوا بہت دن علیل رہے آخر اسی علالت میں ۲ صفر ۱۳۵۲ھ کو اپنے مکان واقع اندرون دریچہ باٹا عقب مسجد اثنا عشری میں انتقال کئے غالباً وقت انتقال انکا سن (۸۰) سال کا ہوگا۔
وزیر علیصاحب نے بہت اچھے طریقہ سے انتظام دفن وکفن کیا اور اپنے قبرستان یعنے ہڑواڑ روبروۓ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا میّت کیساتہہ تمام مرثیہ خوانان و بازوداران اور عزیز واقارب و مؤمنین و ہم محلہ شریک تھے مجلس سوم و دہم مسجد اثنا عشری میں ہوئی اور مجلس چہلم کی پخت وغیرہ کا انتظام بہت تکلف سے اپنے گہر میں کیا گیا بہت سے لوگ مدعو ہوئے۔

مرحوم کی مالی حالت بہت اچھی تھی علاوہ آمدنی ذاکری کے سرکاری منصب بہی جاری تہا گھر کے بہرے پورے تھے۔

مرحوم کے پسماندگا نمیں اونکی ایک بی بی تہیں اونکا بھی انتقال دو تین سال کے بعد ہو گیا اونکی تجہیز و تکفین وغیرہ بہی وزیر علیصاحب نے بہت اچھے طریقہ پر کی اور ایک دختر زوجہ محمد رضا صاحب منتظم دفتر نواب کمال یار جنگ بہادر کثیر الاولاد موجود ہے اور ایک لڑکی نا کتخدا کا مرحوم کے سامنے ہی انتقال ہو گیا۔ باقی حالات وزیر علیصاحب کے آیندہ اپنے مقام پر تفصیل کیساتہہ تحریر کئے جائیں گے کاظم علیصاحب کے والد کا نام غلام پنجتن صاحب تہا یہہ بڑے عالی خاندان تھے انکے جد اعلیٰ کا نام نامی نجم الملک سیف الدولہ تہا اُنکے مفصل حالات ہمدست نہیں ہوئے۔ کاظم علیصاحب کے پاس عاشور خانہ بہی محرم میں استادہ ہوتا تھا اور مجالس دو دن میں ہوتے تھے اور مؤمنین کثرت سے تشریف لاتے تھے۔

ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان

یہہ بلدۂ حیدرآباد کے مشہور مرثیہ خواں ہیں اور محمد خیر اللہ صاحب مرثیہ خواں کے فرزند ہیں جب محمد خیر اللہ صاحب نے ابراہیم علیصاحب اور انکی والدہ صاحبہ کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا۔ اوسوقت ابراہیم علیصاحب بالکل نوجوان اور زیر تعلیم تھے اور ایک پائی کی آمدنی نہیں تھی مگر ابراہیم علیصاحب نے بہت ہوشیاری اور عقلمندی اور حکمت عملی سے اپنا گھر سنبھالا اور اپنے قوت بازو سے بہت کچھ پیدا کیا۔ گھر سے نکلنے کے بعد مدار صاحب مرثیہ خواں کی لڑکی سے شادی بھی کی اور جناب مولانا مولوی علی نقی صاحب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہٗ نے انکی سرپرستی میں زیادہ حصہ لیا اوائل زمانے میں انہی کی بدولت انکی مرثیہ خوانی بہت زیادہ باثر ثابت ہوئی۔ بعد میں اعلی درجہ کے مرثیہ خواں مشہور ہو گئے۔ انکی ذاکری میں جناب قبلہ وکعبہ کچھ ایسے سامان بکا اختیار فرماتے تھے کہ خود بخود مجلس اچھی طرح ہو جاتی تھی منجملہ اوسکے کبھی فرماتے تھے کہ وہ مرثیہ پڑھ اور وہ مرثیہ پڑھ اور اکثر ارشاد فرماتے کہ (جب محفل یزید میں داخل حرم ہوئے) پڑھ کبھی حکم فرماتے تھے کہ (محشر کی صبح آج نمایاں ہے شام میں) یہہ پڑھ اور خود بھی لوگوں کو متوجہ فرماتے تھے۔ اب کیا تھا ایک دو بند میں مال مجلس حسب دلخواہ حاصل ہوتا تھا۔

ابراہیم علیصاحب نے اپنے والد سے مرثیہ خوانی حاصل کی اور سوزخوانی متعدد اوستادوں سے حاصل کئے منجملہ ان کے سید باقر حسین صاحب مرحوم لکھنوی اور حیدر مرزا صاحب مرحوم دہلوی قابل ذکر ہیں یہ گو وسط جوانی میں انکے گھر میں شام کے آٹھہ نو بجے سے اکثر لوگ جمع ہوتے تھے اور سوزخوانی کے چرچے رہا کرتے تھے کبھی سیّد باقر حسین صاحب سوزخوان نے ایک سوز پڑہا اوسکے جواب میں گھڑو خاں صاحب سوزخوان نے دوسرا سوز پڑہا کبھی خود ابراہیم علیصاحب نے ایک سوز پڑہا اوسکے جواب میں کبھی اور کسی نے ایک سوز پڑہا کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ کوئی باہر سے ذاکر آگیا تو اوسکی دعوت کے سلسلہ میں یا کبھی شاگردوں کی تعلیم کے سلسلہ میں سوز خوانی ہوتی تھی اسطرح روزانہ گیارہ بارہ بجے رات تک یہی چرچے رہتے تھے۔ اکثر دوست احباب

بھی سننے کے لئے جمع ہوجاتے تھے ہر صاحب کمال اپنے اپنے فن کو خلعت کمال سے آراستہ پیراستہ کرکے پیش کرتا تھا جب بعض حضرات متفرق ہوگئے اور بعض حضرات دنیا سے رحلت فرماکے آغوش لحد میں آرام کئے تو یہہ سب چرچے بالکل جاتے رہے اب اس قسم کی محفلیں شاذونادر ہی نہیں ہوتیں۔

ابراہیم علیصاحب نے اکثر مقامات سے بہت کچھ مرثیوں کا ذخیرہ حاصل کیا اور اپنی جوانی کے زمانے میں انتخاب مراثی وشاعری میں ہمیشہ سید اکبر حسین صاحب مرحوم کو کتب سے بہت مدد لیتے تھے اور خود بھی بہت اچھے شاعر ہیں متعدد سلام اور مرثیوں کے لئے بند کے بند حسب ضرورت و خواہش کہہ کہہ کے شریک مرثیہ کئے ہیں بہر حال ان کے منتخب کئے ہوئے مراثی بہت لاجواب اور مبکی ثابت ہوئے ہیں یہہ مرثیہ بہت محنت اور جانفشانی سے انتخاب کرتے ہیں انکے منتخب شدہ مراثی کا بہت کچھہ ذخیرہ اسوقت موجود ہے۔ انکے شاگرد بہت ہیں اونکے نام وحالات اپنے اپنے مقام پر آیندہ تفصیل کیساتھہ تحریر کئے جائیں گے۔

انکی سالانہ مجلس ۲۳ ذیحجہ کو درگاہ حضرت عباس علیہ السّلام میں ہوتی ہے یہہ اپنی مجلس پہلے الاوہ بی بی میں کسی تاریخ کرتے تھے بعد اپنے والد سے ۲۳ ذیحجہ کی تاریخ حاصل کرکے اونکی مجلس خود کرنے لگے اور ابتدا میں اس مجلس کا بہت بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مجلس کے دن پخت ہوتی تھی تمام مرثیہ خوانان و بازو داران و مومنین مدعو ہوتے تھے چند سال یہہ طریقہ رہا اب صرف مجلس سالانہ معمولی طریقہ پر ہوتی ہے اور نیا مرثیہ پڑھا جاتا ہے کثرت سے مومنین تشریف لاتے ہیں۔

اکثر امرائے نامدار میں خادماؤں کی تعلیم مرثیہ خوانی کیواسطے آپکا تقرر ہوا منجملہ اونکے نواب تہور جنگ مرحوم و نواب عسکر جنگ مرحوم و نواب شوکت جنگ بہادر اور حضرت زینب بیگم صاحبہ مرحومہ والدہ نواب سالارجنگ بہادر کے پاس تو علاوہ تعلیم کے جملہ کاروبار خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ مثل معتمد خانگی نہایت ہوشیاری وسنجیدگی سے انجام دیتے تھے اور بیگم صاحبہ کا انپر بہت کچھہ اعتماد و بھروسہ تھا چنانچہ ذنگل سلامتی نواب سالارجنگ بہادر بھی ابراہیم علی خاں صاحب مرحوم کی زندگی میں ہی اونسے لیکر انکے سپرد کردیا گیا اور اب وہ ذنگل بھی یہی انجام دیتے ہیں۔

ایکسال ہمارے اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر نے بھی ۹ صفر ۱۳۳۳؁ تا ۱۳۴۴؁ کو ایک مجلس کنگ کوٹھی مبارک میں منعقد فرمائی تھی اور تراب علیصاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے ذریعہ سے ۵ جماعت مدعو تھے منجملہ ان کے یہہ بھی شریک تھے صرف سلام سوزخوانان کو اور مرثیہ دولہ صاحب عروج کو پڑہنے کا حکم ہوا تہا۔ دوسرے ہرسال مجلس اربعین میں جناب قبلہ وکعبہ اعلیٰ اللہ المقامہ کے دولت خانہ میں بہی حضرت اقدس و اعلیٰ کے سامنے ذاکری کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

قبل ازیں دنگل کوہ شریف پر حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بہی ذاکری کرنیکا شرف حاصل ہوا تہا جس کا حال جناب دولہ صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تفصیل کیساتہہ ذکر کیا گیا ہے ابراہیم علیصاحب کے گہر میں کئی عاشورخانے استاد ہوتے ہیں ایک عاشورخانہ خود کربلائے معلےٰ سے لائے تھے وہ علم مبارک کی سواری ۱۰ صفر کو اوٹہتی ہے الاوہ بی بی تک جاتی ہے مومنین کثرت سے شریک سواری علم مبارک رہتے ہیں۔ اہل محلہ ہمیشہ آمادہ فساد ہوتے سے سرکاری طور پر پولیس کا باقاعدہ انتظام رہتا ہے مگر بہت امن و اماں کیساتہہ سواری علم مبارک ہرسال واپس آتی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی عاشورخانے استاد ہوتے ہیں اور اکثر مجالس ہوتی ہیں۔ اور ایک عاشورخانہ کیلئے سالانہ علاقہ صرف خاص مبارک سے بہی معمول مقرر ہے۔

ابراہیم علی صاحب کربلائے معلیٰ و خراسان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور ہندوستان میں بہی اکثر مقامات کی سیر و تفریح کی ہے اور لکھنؤ میں بہی چپ تعزیہ سے مشرف ہوئے اور زیدپور میں بہی ایکسال جب کاغذ کی ضریح مبارک سے قدرتاً پانی جاری تہا اور ہزاروں آدمی زیارت کے لئے آرہے تھے یہہ بھی مشرف ہوئے اور مدراس بہی گئے تھے وہاں کے مومنین نے انکی بڑی خاطر و مدارات کی۔

ابراہیم علیصاحب کی علمی لیاقت بہت اچہی ہے اور ہر امور کو بہت سوچ سمجہہ کے نہایت ہوشیاری سے انجام دیتے ہیں۔ تحریر و تقریر بہی اعلیٰ درجہ کی ہے اور لسانی کو کچہہ نہ پوچہو بہت عمدہ ہے فوراً ہر بات کا جواب برمحل ملتا ہے۔

ابراہیم علی صاحب کی شادی ہونے کے قریب ۱۲ سال کے بعد ایک فرزند پیدا ہوا جن کا نام

فیاض علی صاحب حبیب تھا بڑی خوشیاں کی گئیں ۔ اوسکی جوانی تک تعلیم و تربیت میں بہت کچھ اخراجات برداشت کئے المختصر یہہ کہ وہ اول درجہ کے وکیل ہوئے اور اعتقاداً ذاکری بھی کرتے تھے پہر انکی شادی بہی بڑے دہوم دہام اور شد و مد سے دختر سلطان مرزا صاحب مرحوم نبیرہ مرزا عباس شہید سوزخوان کیساتھ کی گئی ۔ پہلے اونکی بی بی کا انتقال ہوا ۔ اب اوس بی بی سے ایک لڑکی باقی ہے ۔ فیاض علی صاحب حبیب بہی عین جوانی کے عالم میں بہت دن علیل رہے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر کچھہ نہیں ہوا ۔ آخرکار ۱۷ ذیحجہ ۱۳۵۶ھ کو انتقال ہوا دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں اونکے سسرال کے چبوترے پر دفن کئے گئے ان کے انتقال سے ابراہیم علی صاحب زندہ درگور ہو گئے مجالس وغیرہ میں بھی بہت کم جاتے ہیں ۔

جہانگیر علی صاحب ان کے فرزند آغوشی اب تمام مجالس میں انکی جانب سے ذاکری کرتے ہیں اور کچھہ بازو دار و شاگرد بہی مجالس پڑہتے ہیں اور خود بہی بمشکل تمام ایک دو مجالس میں چلے جاتے ہیں وہ اس لئے کہ مرتے دم تک سلسلہ ذاکری نہ چہوٹنے پائے کہ یہہ بخشش کا ذریعہ ہے ۔ بہرحال چند آدمی ملکر جملہ مجالس مقررہ پڑہتے ہیں تب بہی کچھہ مجالس ناغہ ہو جاتے ہیں انکے مجالس بہت زیادہ ہیں

ابراہیم علی صاحب کی مالی حالت بہت اچھی ہے متعدد مکانات اور ملکیات اور زمینات اور مقطعہ جات ہیں جسکی آمدنی کرایہ و محاصل بہت معقول ہوتی ہے جس سے معتدبہ رقم سالانہ و ماہانہ وصول ہوتی ہے جس کو انہوں نے سوائے مرثیہ خوانی اپنی محنت سے بھی حاصل کیا ہے ۔

ابراہیم علی صاحب کی اسوقت دو بی بیاں اور ایک پوتی موجود ہے پہلی بی بی مدار صاحب مرثیہ خواں کی صاحبزادی ہے ۔ دوسری بی بی نواب نصیب الدولہ مرحوم کے خاندان کی بہت ذی رتبہ و ذی معاشں اور اطاعت گذار و فرمانبردار ہے ابراہیم علی صاحب بہی بغیر اسکے نہیں رہتے دونو میں بہت محبت و الفت ہے ۔ پہلے انکی ایک منکوحہ بی بی کا انتقال ہو گیا اور والدہ صاحبہ کا بہی انتقال ہوا تو اونکی تجہیز و تکفین حسب حوصلہ کئے اور جب محمد خیر اللہ صاحب کا بھی انتقال ہوا تو اونکی بہی تجہیز و تکفین میں زیادہ حصہ لیا ۔

ابراہیم علی صاحب کے اب زیر پرورش ایک جہانگیر علی صاحب فرزند آغوشی ہے اوسکو ماہانہ کچھہ تنخواہ دیتے ہیں یہہ بہت اطاعت گذار ہے تمام مجالس کا مدار انہی پر ہے ۔ اور دو

پروردہ ہیں ایک کا نام محمد جمال صاحب ہے اور دوسرے کا نام ظہور علی ہے ان دونوکو علاقہ صرف خاص مبارک میں ملازم بھی رکھوا دیا ہے اور انکے خاندانی حالات بہدست نہیں ہوئے البتہ ایک انکے حقیقی بھائی ہیں اونکا نام محمد جمال صاحب ہے اور اونکو متعدد اولاد ہے اونکا مکان بھی قریب کالی مسجد واقع ہے اور یہہ نظم جمعیت سرکار عالی میں ملازم ہیں باقی عزیز و اقارب کا حال بہدست نہیں ہوا

درگاہ نعل مبارک میں محمد خیر اللہ بیگ صاحب مرحوم متولی نے بڑی محنت سے علی الصباح ۱۹ ماہ صفر کو ایک مجلس چہلم کی بنا کی جس کو تقریباً (۲۰ یا ۲۲) سال ہوتے ہیں بعد مجلس چادر گل اور ارگجہ چڑھایا جاتا ہے اور قریب صبح وہ مجلس تمام ہوجاتی ہے ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے دیکھا کہ وقت ہے اوسی سلسلہ میں کئی سال سے درگاہ چھوٹے حضرت میں ایک مجلس چہلم کی بنا کی۔ مگر میر داور علیصاحب متولی درگاہ نے اوسکو اسقدر عروج دیا کہ اب وہ مجلس اونکے حصہ کی ہوگئی مثل روزِ عاشورہ مومنین کا مجمع ہوتا ہے شبیہہ نکالی جاتی ہے اور خوب سینہ زنی ہوتی ہے۔ پردہ کا بھی خاص طور پر انتظام ہونے کیوجہہ سے ہزارہا بی بیاں بھی آتی ہیں مردانی مجلس کے بعد زنانی بھی مجلس بڑے جوش و خروش سے ہوتی ہے بہر حال یہہ مجلس ابراہیم علی صاحب کے حصہ کی ہوگئی۔ آیندہ عجب نہیں کہ یہہ مجلس درگاہ کے مجالس کا ایک جزو ہوجائے۔



عہد ہمایوں

حضرت ظل اللہ سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر

آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از سنہ ۱۳۲۹ ہجری

تا

طبع کتاب ہذا سنہ ۱۳۶۰ھ

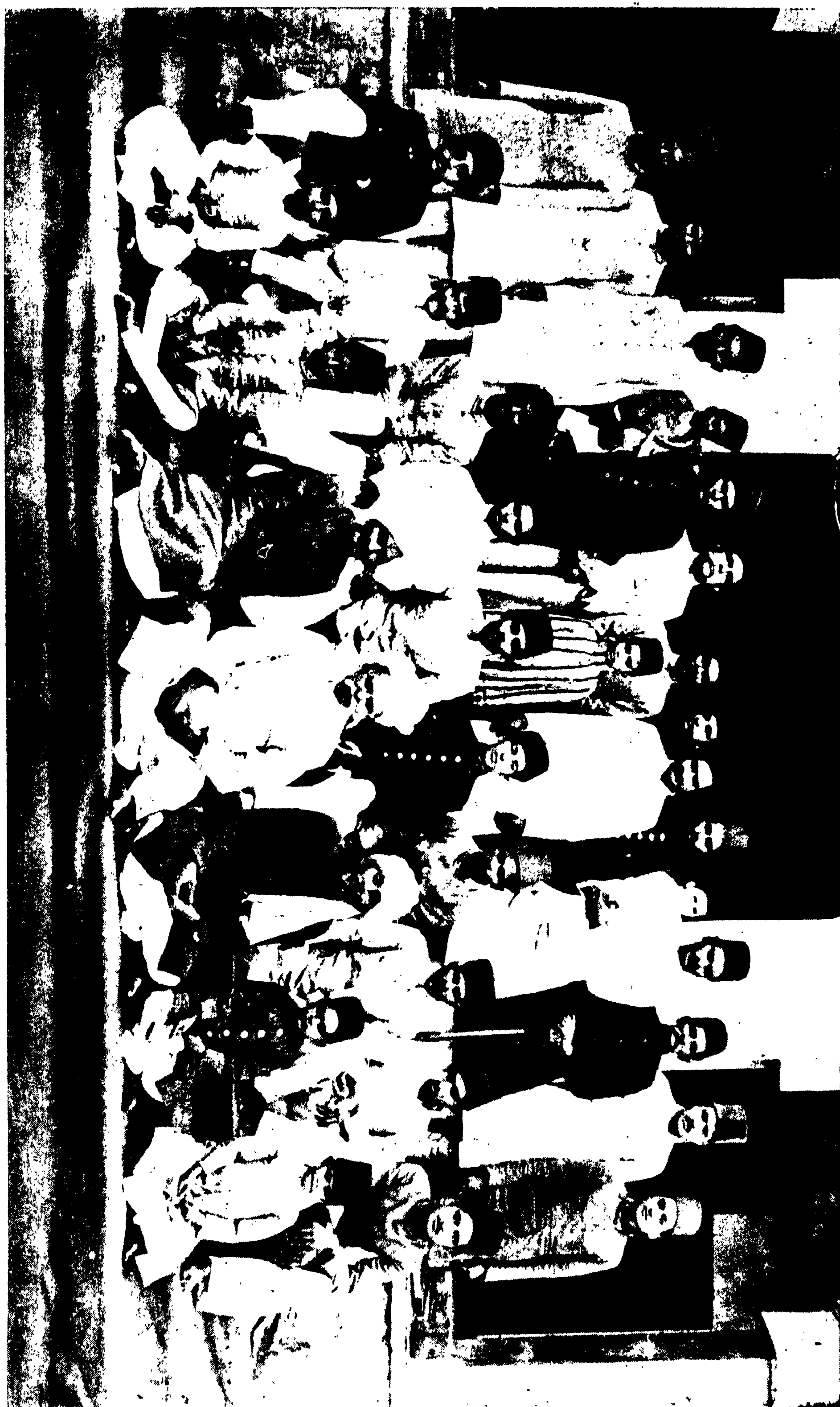
فہرست

گروپ موجودہ مرثیہ خوانان حیدرآباد

صف اول نشستہ (دائیں طرف سے) میر صادق علی فرزند میر حمایت علی صاحب ـ سید عزیز حیدر شاگرد سید عابد حسین صاحب مولوی یاورخانصاحب سرگروہ ـ مولوی ابراہیم علی صاحب ـ سید مصطفی حسین صاحب ـ سید ضیاء الحسن فرزند سید سراج الحسن صاحب ـ کاظم علی فرزند سعادت علی صاحب ـ

صف دوم نشستہ (دائیں طرف سے) میر حمایت علی صاحب ـ حسن علی صاحب ـ سید غلام سجاد شاگرد سید عابد حسین صاحب ـ محمد علی شاگرد سید عابد حسین صاحب ـ سید فدا حسین فرزند سید عابد حسین صاحب ـ صمصام علی فرزند سعادت علی صاحب سید محمد حسین ـ سید منور حسین صاحب مرحوم ـ عباس علی خان فرزند مولوی یاورخانصاحب سرگروہ ـ سید اصغر حسین شاگرد سید عابد حسین صاحب ـ

صف آخر (دائیں طرف سے) ظہور علی شاگرد مولوی ابراہیم علی صاحب ـ قنبر علی شاگرد حمایت علی صاحب ـ سید عسکری حسین فرزند سید عابد حسین صاحب ـ سید عابد حسین صاحب ـ سید سراج الحسن صاحب ـ افتخار حسین فرزند نثار حسین صاحب ـ میر مومن علی شاگرد کاظم علی صاحب ـ محمد علی خان مولف کتاب ـ نثار حسین صاحب ـ سید وحید حسین وزیر علی صاحب ـ سعادت علی صاحب مرحوم ـ محمد علی شاگرد ابراہیم علی صاحب ـ سید شفقت حسین فرزند سید مصطفی حسین صاحب ـ



عہدِ ہمایونی سلطان العلوم حضرت ظل اللہ نواب میر عثمان علیخان بہادر

آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اس عہد ہمایونی میں عزاداری کا سلسلہ حسب عملدرآمد قدیم قایم و باقی ہے بلکہ سلطنت کی جانب سے دن بدن ترقی پذیر ہے۔ ہمارے اعلیحضرت نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال عشرۂ محرم میں رنگ سوانگ اور کھیل تماشوں وغیرہ کی ممانعت فرمادی اور شہر کے بڑے بڑے کہنہ عاشورخانوں کی درستگی کیلئے حکم صادر فرمایا۔ سب سے پہلے قدم رسول مبارک کا عاشورخانہ نہایت شاندار بنا اور کوہ شریف کی سیڑھیاں تیار ہوئیں۔ پھر الاوہ پنجہ شاہ ولایت کی تعمیر ہوی۔ اس کے بعد حسینی علم، نعل صاحب، الاوہ بی بی، الاوہ مشیر آباد، الاوہ سنگیسر الاوہ عنبر بیٹھ، الاوہ نار بن، الاوہ سرطوق مبارک، غرض جتنے بڑے بڑے مشہور عاشورخانے تھے حسب الحکم بندگان عالی سلطنت کی جانب سے بنائے گئے اور نواب سالار جنگ بہادر نے درگاہ حضرت عباس علیہ السلام اور نعل مبارک اپنے اسٹیٹ سے بنوائے۔ اس وقت تمام شہر کے جس قدر بڑے عاشورخانے ہیں وہ سب نو تعمیر شدہ ہیں۔

ہمارے ظل اللہ ماہ محرم کی ساتویں تاریخ مثل اپنے بزرگوں کے تمام شہر کے بڑے بڑے عاشورخانوں میں زیارت کیلئے تشریف فرما ہوکر نذر و نیاز گزرانتے ہیں۔

ماہ محرم و صفر میں سرکار کے سلام و رباعیات اکثر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے مضامین سے لوگ فائدہ حاصل کرنے اور یاد کرکے اپنے اپنے عزاخانوں میں پڑھتے ہیں۔

ماہ محرم سے ربیع الاول تک اکثر امرائے سلطنت میں سے جو کوئی بھی معروضہ پیش کرتا اوس کی مجلس میں حضرت بندگان عالی ضرور تشریف لیجاتے ہیں جن میں قابل ذکر مجلس اربعین جناب مولوی زین العابدین صاحب قبلہ و مجلس اربعین جناب مولوی سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف میرن صاحب اور نواب تراب یار جنگ بہادر کے مجالس ہیں جنمیں پہلے ممبر پر مولوی سید محمد صاحب دہلوی حدیث خوانی کرتے ہیں۔ ان کی حدیث خوانی کو

بہت دلچسپی سے حضرت ظل اللہ سماعت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد منجھو صاحب سوز خوان لکھنوی اعلیحضرت سلطان العلوم کا سلام پڑھتے ہیں۔

شب عاشور علم نعل مبارک کی زیارت کیلئے سواری حضرت اقدس و اعلیٰ حیدری دروازہ میں رونق افروز ہوتی ہے۔ نذر و نیازات و زیارت کے بعد مراجعت فرماتے ہیں۔ روز عاشورہ صبح میں علم حضرت عباس علیہ السلام کی زیارت کیلئے دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر میں سواری رونق افروز ہوتی ہے بعد ختم مجلس و سینہ زنی مراجعت فرماتے ہیں۔

دوپہر میں دیوڑھی نواب فیروز یار جنگ مرحوم میں شریک مجلس وعظ مولوی سید بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علماء حیدرآباد دکن ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب شہادت امام حسین علیہ السلام کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

اوسی دن سہ پہر میں زیارت علم جناب سیدہ علیہا السلام کیلئے سواری حویلی قدیم میں رونق افروز ہوتی ہے اور وہاں نواب مکرم جاہ بہادر کی سلامتی کی مجلس ہوتی ہے جس میں خود بدولت و ولیعہد بہادر و ارکین سلطنت و امرائے نامدار اور عام طور پر عزاداران امام حسین علیہ السلام شریک ہوتے ہیں۔ پہلے مولوی زین العابدین صاحب قبلہ حدیث پڑھتے ہیں پھر سینہ زنی ہوتی ہے۔ بعد ختم مجلس و سینہ زنی مالک سلطنت و خانوادۂ آصفی و نواب مکرم جاہ بہادر کی صحت و سلامتی و اہل ملک کیلئے دعا کی جاتی ہے۔

اس عہد ہمایونی میں پہلے مہاراجہ کشن پرشاد بہادر، ان کے بعد نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام اور نواب فریدوں جنگ بہادر، نواب سر علی امام بہادر، نواب ولی الدولہ بہادر۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر یکے بعد دیگرے خدمت صدر اعظمی پر فائز ہوئے۔ ان تمام وزراے سلطنت نے اپنے اپنے زمانہ میں کوئی امر خلاف عزاداری نہیں ہونے دیا۔

اسی سال ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نے اپنی والدۂ ماجدہ یعنے حضرت علیا مادر دکن کی یادگار میں ایک عاشور خانہ (عزاخانہ زہرا) کے نام سے تعمیر کرنے کا حکم فرمایا ہے جو عنقریب تعمیر ہونے والا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عجیب و غریب یادگار تعمیر ہونے والی ہے جس میں ہمیشہ مجالس عزاے امام حسین علیہ السلام ہوتی رہیں گی اور ذاکرین و مرثیہ خوانان بعد ختم مجالس اس کا ثواب حضرت علیا مادر دکن کی روح

مقدس کو ایصال کرتے رہیں گے۔ خداوند عالم مرحومہ کے درجات عالی فرمائے اور سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا علیہا سلام کے ساتھ محشور فرمائے۔ اور ہمارے ظل اللہ کے سایہ کو ہمارے سر پر صدہا سال سلامت رکھے آمین ثم آمین۔

اس عہد ہمایونی میں جو مرثیہ خوانان مرثیہ خوانی کرتے ہیں ان کے حالات مجملی و تفصیلی جو بہدست ہو سکے تحریر کئے گئے ہیں۔

غلام حسین صاحب سرگروہ مرثیہ خوان مرحوم

یہ مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان کے فرزند تھے بہت اچھا پڑھتے تھے اپنے باپ اور میر اولیعلیخان صاحب سے فن ذاکری حاصل کیا تھا۔ باپ کی زندگی تک علیحدہ بہت کم مجالس پڑھتے تھے اور ہمیشہ باپ کے بازو میں ساتھ پڑھتے تھے اور اپنے باپ کی بہت اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہے۔ لوگ کہتے تھے کہ خداوند عالم ایسی اولاد سب کو عنایت فرمائے۔ باپ نے بھی اپنے بیٹے کے بغیر مشورہ کوئی کام نہیں کیا۔

جب تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کا انتقال ۱۳۳۵ھ میں ہوا تو مرثیہ خوانان میں انتخاب سرگروہی کیلئے کمیٹی مقرر ہوی۔ میر تراب علی صاحب کے داماد اور بھتیجے میر امانت علی صاحب چچا کی خدمت کے مدعی ہوے مگر مرثیہ خوانان نے یاور خاں صاحب کا انتخاب کیا۔ اس پر بہیرو خاں صاحب بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ میں بڑا بھائی ہوں میرا انتخاب ہونا چاہیئے۔ اس کے جواب میں مرثیہ خوانان نے کہا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں چھوٹے بھائی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں یہ نہیں ہو سکتا۔ تب ابراہیم علیصاحب مرثیہ خوان نے کہا کہ تم بھائی ہو کر عیب سمجھتے ہو تو ہم بھی بدرجہ اولی عیب سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غلام حسین صاحب اس کام کو انجام دیں۔ اس پر کاظم علی صاحب نے بھی اُن کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر بعض مرثیہ خوانان اس انتخاب سے ناراض ہو گئے۔ غلام حسین صاحب صرف متفرق دنگلوں اور دنگل و قنادیل کوہ شریف کا کام انجام دینے لگے دنگل تین قسم کے تھے ایک سرکاری دوسرے محل نواب مکرم الدولہ مرحوم و محل نواب سالار جنگ بہادر کے تیسرے عام متوسط اشخاص کے نذری و اعتقادی۔ مگر زیادہ یافت سرکاری اور بیگم صاحبہ کے دنگلوں سے تھی

بقیہ دنگل برائے نام تھے۔ ہر مقام پر غلام حسین صاحب و امانت علی صاحب کی جانب سے درخواستیں پیش ہوئیں۔

سرکاری دنگل شب اربعین بادشاہی عاشور خانہ میں ہوتا تھا۔ اس کے لئے تین درخواستیں پیش ہوئیں پہلی درخواست امانت علیصاحب کی تھی کہ میں برادر زادہ اور داماد قائم مقام تراب علی صاحب ہوں میرے ذریعہ سرکاری دنگل کا انتظام ہوا کرے۔ دوسری درخواست غلام حسین صاحب نے دی کہ میں سرگروہ مقرر رہا ہوں مثل تراب علی صاحب کے میرے ذریعہ انتظام دنگل فرمایا جائے۔ تیسری درخواست اکثر مرثیہ خوانان نے پیش کی کہ منجانب سرکار ہر دنگل کا انتظام فرمایا جائے اور مثل دیگر مقامات کے مساوی حصہ نذر ذاکری تقسیم فرمایا جائے تو بہتر ہے۔ ہم مرثیہ خوانان ان ہر دو حضرات کی صدارت سے ناراض ہیں۔ ہر سہ درخواستیں گزرنے کے بعد مہتمم صاحب دفتر بیانات علاقہ صرف خاص مبارک نے حکم فرمایا کہ جملہ مرثیہ خوانان کو طلب کرکے بیانات لئے جائیں کہ ہر ایک کو کیا معمول ملتا ہے۔ بہر حال بیانات لئے گئے۔ جو معمول ملتا تھا اس سے کہیں زیادہ بتلایا گیا۔ اس پر مہتمم صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ مرثیہ خوانان کے بیانات بالکل غلط ہیں حسب درخواست مرثیہ خوانان سب کو مساوی حصہ تقسیم کیا جائے اور حق صدارت بحق سرکار کیا جائے۔ اس پر تمام مرثیہ خوانان راضی ہو گئے اور معمول حاصل کر لئے مگر غلام حسین صاحب و ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب نے اس کے خلاف محکمہ صدر المہامی صرف خاص مبارک میں مرافعہ پیش کیا۔ وہاں یہ تصفیہ ہوا کہ معمول بھی ایصال کریں اور مقدمات بھی تصفیہ کریں۔ ایسے مقدمات کے لئے جدید عملہ کی ضرورت ہے اس کے بعد کارروائی معزز کمیٹی صرف خاص مبارک میں پیش ہوئی۔ اراکین معزز کمیٹی نے تخفیف کا حکم صادر فرمایا بہر حال آپس کے جھگڑے میں ایک قدیم دنگل سرکاری زمانہ قطب شاہیہ کا جس کا معمول سالانہ (عہ) ۴/۲/۴ مقرر تھا موقوف ہو گیا۔

محل نواب اکرم الدولہ مرحوم و محل نواب سالار جنگ بہادر کے دنگلوں کا یہ تصفیہ ہوا کہ امانت علی صاحب داماد اور بھتیجے تراب علی صاحب کے ہیں۔ لہذا وہ اپنے چچا کی جگہ میر مجلس مقرر رہیں گے۔ ان سے دنگلوں کا کام لیا جائے اور غلام حسین صاحب کو جواب دیدیا جائے۔

امانت علی صاحب کے ذریعہ دنگلوں کا انتظام ہونے لگا تو تمام مرثیہ خوانان مجلس پڑھنے آنے لگے

مگر غلام حسین صاحب، ابراہیم علی صاحب، کاظم علی صاحب نے ان دنگلوں کا پڑھنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد غلام حسین صاحب اپنے معاوضہ میں اپنے شاگرد حسن علی صاحب کو بھیجنے لگے۔ دو تین سال یہی طریقہ رہا۔ جب ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب کو معلوم ہوا تو وہ کہنے لگے ہم اپنا کیوں نقصان کریں۔ وہ بھی آنے لگے۔ چار پانچ سال کے بعد امانت علی صاحب سرکاری ملازم ہو کر چلے گئے تو بیگم صاحبہ نے یاور خاں صاحب کو اپنے مجالس و دنگل کرنے کیلئے میر مجلس مقرر فرمایا۔ پھر یاور خاں صاحب کے ذریعہ انتظام دنگل ہونے لگا۔

تیسرے قسم کے تمام دنگل متوسط اشخاص کے جو نذری اور اعتقادی تھے اس کو غلام حسین صاحب انجام دینے لگے۔ اس کی آمدنی ایسی نہیں تھی کہ جملہ مصارف قنادیل دنگل کوہ شریف وغیرہ کا انتظام بخوبی ہو سکے اس کے علاوہ اکثر دنگل ان کے زمانہ میں موقوف بھی ہو گئے۔ منجملہ سرائے بوا ہیر کا دنگل جو ۲۴ صفر کو ہوتا تھا اس کے موقوف ہونے سے اور عاشق حسین صاحب کے حرکات ناشایستہ سے مرثیہ خوانان نے کوہ شریف پر ان کے پاس کھانا کھانے کیلئے جانا بھی ترک کر دیا۔ جب مرثیہ خوانان کو کھانے کی تکلیف ہونے لگی تو یہ حال سنکر جناب نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور نے اپنے اسٹیٹ سے ایک سو روپیہ سالانہ کا معمول مرثیہ خوانان کے کھانے کیلئے مقرر فرمایا جو تا زیست نواب صاحب مرحوم جاری رہا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں جناب نواب شوکت جنگ بہادر نے بغرض انتظام قنادیل اپنے اسٹیٹ سے سالانہ معمول (صـ ۵۰) مقرر فرمایا جو تا حال جاری ہے۔

بہر حال غلام حسین صاحب نے اپنی زندگی تک اٹھارہ سال جس طرح ہو سکا کاروبار سرگروہی کو انجام دیا۔ اوائل ماہ صفر ۱۳۵۲ھ میں علالت کا اثر زیادہ ہوا۔ اول سے مرض ذیابیطس میں مبتلا تھے اور پھر سرطان کا اثر بھی نمایاں ہو جانے سے دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں گئے اور زیر علاج رہے۔ آخر کار ڈاکٹر کی رائے سے آپریشن کیا گیا اور دو روز سخت تکلیف میں مبتلا رہے۔ آخر کار شب ۱۴ ماہ صفر ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا تو میت وہاں سے گھر کو واپس لائے۔ ان کے بڑے فرزند حامد حسین صاحب نے مرحوم کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں غسل ہوا۔ جناب مولوی علی نقی صاحب قبلہ نے نماز میت پڑھی۔ اس روز دائرہ میں منجانب مجلس انتظامی سالانہ مجلس مقرر تھی۔ مومنین کثرت سے جمع تھے

سب کے سب شریک نماز میت ہوئے۔ اس کے بعد میت دفن کی گئی۔ وقت انتقال ان کا سن غالباً (۶۰) سال کا ہوگا۔ غلام حسین صاحب کے عزیزوں میں ایک والدہ اور ایک منکوحہ بی بی اور دو فرزند ایک حامد حسین صاحب دوسرے رضا حسین صاحب اور دو لڑکیاں تھیں۔ حامد حسین صاحب کا حال آئندہ تحریر کیا جائیگا

رضا حسین صاحب زیر تعلیم ہیں اور مرثیہ خوانی کی بھی تعلیم جاری ہے اور ان کی والدہ موجود ہیں۔

غلام حسین صاحب نے کوشش کر کے اپنے نام سرکاری ماہوار ماہانہ (عـــ) بطور وظیفہ جاری کروایا۔ ان کے انتقال کے بعد وہ ماہوار اُن کی منکوحہ پر (۱عہ) ماہانہ کے حساب سے اجرا ہوئی جو ابتک جاری ہے

غلام حسین صاحب ایک مرتبہ کربلائے معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر دوسرے سفر میں مشہد مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مثل دیگر مرثیہ خوانان کے ان کی مجلس سالانہ (۲۵ ذالحجہ) کو درگاہ قدم رسول میں بہت اہتمام سے ہوتی تھی۔ کثرت سے مومنین کا مجمع ہوتا تھا۔ یہ اپنے خاندان میں دوسرے مرثیہ خوان ہوئے۔

ان کے پاس ماہ محرم و صفر میں کئی عاشور خانہ استاد ہوتے تھے اور مجالس روزانہ و سالانہ بھی ہوتے تھے۔ اور مومنین کثرت سے تشریف لاتے تھے۔ غلام حسین صاحب نہایت کشادہ پیشانی سے مومنین کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔

غلام حسین صاحب کو شاعری میں بھی دخل تھا اکثر سلام کہتے تھے۔ اور انتخاب مرثیہ بھی بہت اچھی طرح کرتے تھے اور نواب ضیغم جنگ مرحوم سے اصلاح لیتے تھے۔ مرثیوں کا بھی بہت ذخیرہ تھا۔

ابراہیم علیخاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حسین خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے چھوٹے فرزند تھے۔ ان کا گلا خداداد تھا۔ اور یہ بہت خوش گلو تھے اس پر طرہ یہ کہ معلومات بھی بہت اچھے اور وسیع تھے۔ پہلے اپنے والد سے پھر مراد علیخاں صاحب سوز خوان سے سوز خوانی اور گانے بجانے کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی تھی اور مرثیہ خوانی ابراہیم علی صاحب سے اس کے علاوہ اور لوگوں سے بھی بہت کچھ تعلیم حاصل کی تھی۔

یہ جس مجلس میں مرثیہ خوانی کرتے تھے اہل مجلس ہمہ تن متوجہ ہو جاتے۔ اور لوگ خواہش سے بلا بلا کے پڑھاتے تھے۔ مختصر یہ کہ اپنے زمانہ کے ذاکرین میں ان کا مثل و نظیر نہیں تھا۔ لاجواب ذاکر مشہور تھے ایک سال نواب بہرام الدولہ بہادر نے اپنے سالانہ مجالس شادی خانہ میں ان کو بہت اصرار سے بڑھوایا۔ متعدد مجالس میں ذاکری کی اور بہت کامیاب مجالس رہے۔ خوب آل کار حاصل ہوا۔ بلکہ اکثر مجالس بوجہ گریہ و بکا یادگار رہیں۔

ایک دفعہ اعلیحضرت نے بھی ان کی ذاکری سماعت فرمائی۔ گانے بجانے کے شوق نے انھیں محتاط نہ رہنے دیا۔ اسی بے احتیاطی کی وجہ سے ایک دفعہ کچھ علیل ہو گئے اور حالت علالت میں مجالس پڑھنے لگے اور دعوتیں کثرت سے آنے لگیں۔ اوسی حالت میں مجالس پڑھنے کیلئے جاتے تھے اور کہیں اپنے عوض اپنے شاگردوں کو بھیج دیتے تھے۔ اس پر بھی لوگ خواہش سے یاد کرتے تھے۔ جب حالت بہت خراب ہوگئی تو نقل مقام کر کے کوہ شریف پر مقیم رہے۔ وہاں حالت زیادہ خراب ہوگئی تو یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کے مکان میں آکر رہے۔ روز بروز حالت بگڑتی گئی۔ آخر کار یکم شعبان ۱۳۴۳ھ کو عین جوانی کے زمانے میں جبکہ ان کا سن تیس ۳۰ سال کا ہوگا انتقال کیا۔

یاور خاں صاحب نے اپنی ہمشیر کی خاطر سے تجہیز و تکفین کی اور تکیہ روشن دل صاحب میں دفن کیا۔ فاتحہ سوم مسجد اثنا عشری میں ہوی۔ اکثر مومنین دوست و احباب و ذاکرین شریک ہوے۔ دہم و چہلم وغیرہ کا بھی انتظام یاور خاں صاحب نے بہت اچھی طرح اپنے مکان میں کیا۔ اس کے کچھ دن بعد ان کی بی بی نے بھی چند روز کی علالت میں انتقال کیا۔ ان کی قبر بھی اسی دائرہ میں ہے۔ دونوں ناشاد و نامراد دنیا سے چل بسے۔ کوئی اولاد نہیں ہوی۔ مومنین فاتحہ خیر سے یاد فرمائیں تو ذاکر نوازی ہے۔

ان کے شاگرد بہت تھے۔ منجملہ ان کے مرثیہ خوانان میں میر محمد علی صاحب مرحوم و دوست علیخاں صاحب و نثار حسین صاحب اور حقیر مؤلف۔

ان کے خاندانی حالات حسین خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے واقعات میں تحریر ہیں۔ انکی مجلس سالانہ حسب قاعدہ مرثیہ خوانان (۲۴ ذالحجہ) کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوتی تھی کثرت سے مومنین تشریف لاتے تھے اور مرحوم کی ذاکری سماعت فرماتے تھے۔

سید ولایت علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے۔ گلا بہت اچھا تھا۔ اور شوق بھی بہت تھا۔ تھوڑے دن ساتھ پڑھتے رہے اس کے بعد بدلیاں پڑھنے لگے۔ بدلیاں پڑھتے پڑھتے اچھی طرح بے خوف پڑھنے لگے۔ اس کے بعد ابراہیم علی صاحب نے اپنی بدلیاں پڑھنے کیلئے مقرر کرلیا۔ یہ اپنی زندگی تک انہی کے بدلیاں پڑھتے رہے۔ بلکہ تھوڑے دن کے بعد تو یہ ہونے لگا کہ جہاں جہاں ابراہیم علی صاحب مجالس پڑھتے تھے وہاں کے صاحب خانہ حضرات یہ فرمانے لگے ابراہیم علی صاحب تم کیوں زحمت کرتے ہو ولایت علی صاحب کو بھیجدو وہ مجلس پڑھ لیں گے۔ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں۔

بہر حال ابراہیم علی صاحب ان کو ماہانہ دس روپیہ اور سالانہ ایک سو روپیہ دیتے تھے۔ ان کی مجالس بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ اور اچھی آمدنی تھی۔ کچھ دن کے بعد اپنی شادی کرلی۔ تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ لقمۂ اجل ہو گئے۔ ان کے انتقال کا صدمہ اکثر لوگوں کو بہت ہوا۔

سید ولایت علی صاحب کا خط بھی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ سینکڑوں مرثیہ تحریر کئے بلکہ ان کے تحریر شدہ مرثیوں کی بیاضیں بہت صحت کے ساتھ لکھے ہوئے کاظم علی صاحب و ابراہیم علی صاحب و مصطفےٰ حسین صاحب وغیرہ کے پاس موجود ہیں۔ ان کا انتقال ہو کر غالباً پندرہ یا سولہ سال کا عرصہ ہوا ہوگا وقت انتقال ان کا سن غالباً (۲۹ یا ۳۰) سال کا ہوگا۔ لاولد مرے۔ کوئی اولاد نہیں ہے۔ ان کے ایک بڑے بھائی خادم حسین صاحب ہیں وہ اضلاع کے کسی دفتر میں ملازم سرکار ہیں۔ بلدہ کو کبھی کبھی آتے ہیں۔ اکثر مجالس میں شریک رہتے ہیں۔ ان کے والد کا نام سید جمال صاحب تھا۔ اسٹیٹ نواب مکرم الدولہ میں ملازم تھے۔ اور نواب صاحب موصوف کی پیشی کا کام ان کے ہی سپرد تھا۔ جب نواب صاحب کا انتقال ہو گیا تو بیگم صاحبہ نے ان کو وظیفہ مقرر کر دیا تھا جو تا زندگی حاصل ہوتا رہا۔ باقی حالات ان کے ہمدست نہیں ہوئے۔

دوست علی خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ غلام نقی خاں صاحب عرف چھوٹو خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے فرزند تھے۔ جب ان کے والد کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کو بلواکر اپنے فرزند کو اون کے سپرد کیا اور کہا کہ آج سے تم ان کو اپنا بیٹا یا غلام سمجھکر اپنے پاس رکھو اور اس کی تعلیم و تربیت میں جہاں تک ہوسکے حصہ لو حالانکہ نیفرو خاں صاحب اون کے بڑے بھائی زندہ تھے مگر اون کے سپرد نہیں کیا اوس وقت دوست علی خاں صاحب کا سن ۱۷ یا ۱۸ سال کا ہوگا۔

بہرحال یاور خاں صاحب نے تا سن شعور اونکی اور اون کی والدہ صاحبہ کی ہر طرح کفالت کی تعلیم و تربیت میں بہت زیادہ حصہ لیا اور ابراہیم علی خاں صاحب کا شاگرد کرایا۔ ابراہیم علیخاں مرحوم نے اپنے ساتھ ان کو ہمیشہ رکھا اور اپنے مجالس اور بدلیاں پڑھاتے رہے اور گھر میں روزانہ ذاکری کی تعلیم دیتے رہے۔

جب یہ بہت اچھا پڑھنے لگے تو علاوہ بدلیاں پڑھنے کے اپنی ذاتی مجالس بھی پڑھنے لگے اور بعد انتقال ابراہیم علی خانصاحب ان کے جملہ مجالس وغیرہ انہی کے سپرد کئے گئے۔ یہ بہت اچھی طرح مجالس پڑھتے تھے۔ گلا بھی قابو میں تھا۔ معلومات بھی بہت اچھے ہوگئے تھے۔ آواز بھی دردناک تھی بلکہ لوگ ان کو ثانی ابراہیم علی خانصاحب کہنے لگے تعلیم بھی باقاعدہ حاصل کی تھی۔ اچھے مرثیہ خوانوں میں شمار ہو گیا تھا۔ جب جوان ہوئے تو ان کی والدہ صاحبہ نے اون کی شادی کردی۔ چند دن کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوی لیکن آوارہ صحبتوں میں رہکر تباہ و برباد ہوگئے۔ آمدنی ذاکری میں بھی فرق آگیا۔ پریشان ہوکر میم کی فوج میں ملازم ہوگئے۔ کچھ دن اچھی طرح ملازمت کی پھر اوس کو بھی چھوڑ دیا اور لہو لعب کی وجہ امراض گوناگوں میں مبتلا ہوگئے۔ علالت کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ یاور خاں صاحب نے علاج معالجہ میں بہت کچھ ہمدردی کی لیکن دن بدن مرض بڑھتا گیا آخر کار جب بہت مجبور ہوگئے تو دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں کچھ دن زیر علاج رہے۔ وہاں آپریشن کیا گیا اور گردہ سے ایک بڑا پتھر نکلا۔ اسی صدمہ سے ۱۵ ربجمادی الاولی

۱۳۵۲ھ ۲ کو جو ۱۶ ماہ محرم گزرا خانہ ہی میں انتقال کیا۔ جب یاور خاں صاحب کو معلوم ہوا تو میت زنانخانہ سے موٹر میں لائے اور مسجد کمیلہ میں غسل وکفن دیکر اون کی والد کے بازو دائرہ چھوٹے صاحب مرحوم میں دفن کیا۔ مجالس تاریخ سیوم و دہم و چہلم مسجد اثنا عشری میں ہوی۔ اکثر مومنین و مرثیہ خوانان و دوست احباب شریک ہوے۔

اب مرحوم کے مجالس نثار حسین صاحب مرثیہ خوان پڑھکر بعد وضعات بازو داران نصف حصہ خود حاصل کرتے ہیں اور نصف مرحوم کی لڑکی کی پرورشی کو دیتے ہیں۔ مرحوم کا سن وقت انتقال قریب (۴۰) سال کا ہوگیا۔

مفصل خاندانی کیفیت جمال خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے حالات میں تحریر ہے۔

میر محمد علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ مدار صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے نسبتی بھائی کے فرزند تھے۔ بعد انتقال مدار صاحب مرحوم یہ انکی جگہ قائم مقام ہوے اور ان کی جگہ مجالس و دنگلوں میں ذاکری کرتے تھے اور مرحوم کی مجلس دنگل جو (۱۶) ربیع الاول کو درگاہ قدم رسول ہوتی تھی کچھ عرصہ تک کرتے رہے لیکن ان ہی کے زمانہ میں وہ دنگل موقوف ہوگیا۔ یہہ ابراہیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اور ان کی بدلیاں پڑھا کرتے تھے۔ پھر غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے بدلیاں ایک زمانے تک پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے بھی ایک زمانے تک بدلیاں پڑھتے رہے۔ نواب ضامن علی خاں صاحب جاگیردار کے داماد بنکر اون کے جاگیرات کا کام کچھ عرصہ تک کرتے رہے اور خوشحالی سے اپنی زندگی بسر کی۔ جب نواب صاحب کا انتقال ہوگیا تو یہ اور پریشان ہوگئے۔ اور پریشانی کے عالم میں زندگی بسر کی۔ کچھ عرصہ کے بعد ملازم بھی ہوگئے۔ بہرحال اوسی حالت میں انتقال کئے۔ اون کے عزیز و اقارب نے ان کی تجہیز و تکفین مذہب حنفی کے طریقہ پر کی اور مرثیہ خوانوں کو اطلاع بھی نہیں ہوی۔ باقی حالات مرحوم کے ہمدست نہیں ہوے۔

سعادت علی صاحب مرثیہ خوان

یہ محمد صمصام علی صاحب کے فرزند ہیں جن کا دادہالی اور ننھیالی سلسلہ نواب محمد علیخاں بہادر والاجاہ نواب آرکاٹ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۸ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ دس برس کے سن میں یہ اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ وارد حیدرآباد دکن ہوئے۔ اور جام باغ میں سکونت اختیار کی۔ علاقہ گورنمنٹ سرکار عظمت مدار سے وظیفہ مقرر تھا جو برابر وصول ہوتا رہا اور اچھی طرح بسر کرتے رہے۔

ان کے شوق اور خوش گلوئی کو دیکھکر مولوی سلطان علی صاحب نے ان کے والد سے کہکر کاظم علی صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروایا۔ کاظم علی صاحب نے ان کی تعلیم میں بہت حصہ لیا۔ یہ ایک زمانہ تک اپنے اوستاد کے ساتھ بازو میں پڑھتے رہے اور موقعہ محل کے لحاظ سے کبھی کبھی بدلی میں بھی پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے والد کا بلدہ سے مدراس جانا ہوا۔ وہاں پہونچکر قضاءکار انہوں نے انتقال کیا تو سعادت علی صاحب پریشان ہوکر مدراس سے رنگون اور بہار پھر وہاں سے ہندوستان کے اکثر مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے اور مجالس میں ذاکری کرتے ہوئے پھر حیدرآباد دکن واپس آئے۔ اور خدمت اورسیری تعمیرات علاقہ سرکار عالی میں بمشاہرہ (ستر روپیہ ماہوار) مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ تک اپنی خدمت کو اچھی طرح انجام دیتے رہے۔ مگر اثنائے ملازمت میں سخت علیل ہو جانے سے مجبوراً ملازمت سے بالکل دست بردار ہونا پڑا۔

جب یہ زیادہ پریشان ہوگئے تو ان کے ایک چھوٹے بھائی مسمی غلام ولی عباس خاں صاحب مہتمم تعمیرات علاقہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ان کی بہت مدد کرتے تھے اور ہر طرح کفیل تھے۔ جب ایسے محسن بھائی کا بھی انتقال بتاریخ ۱۷ ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ کو ہوگیا تو ان کی زندگی کا دارومدار سوائے مجالس امام حسین علیہ السلام کے اور کوئی نہیں رہا۔ یہ بہت سیرچشم احباب پرست ہیں۔ ان کی ذاکری بھی اچھی ہے۔

اس وقت ان کا سن قریب پچاس سال کے ہے۔ مگر اس ضعیفی میں بھی خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں۔ اور ان کے معلومات علم موسیقی بھی اچھے ہیں۔ اقدکئی سال سے نواب مرزا محمد علی بیگ رکن مجلس انتظامی پائیگاہ علاقہ نواب لطف الدولہ مرحوم کے پاس کے مجالس میں ہمارے اعلحضرت کے سامنے ذاکری کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ ایک سال عجیب اتفاق ہوا کہ بوجہ کثرت مجالس آنے میں تھوڑی سی دیر ہوگئی تو حضرت ظل اللہ نے خود یاد فرمایا کہ "ہمیشہ پڑھنے والا بڈھا کہاں ہے"

بہر حال حسب قاعدہ گروہ مرثیہ خوانان ان کی بھی مجلس سالانہ بتاریخ ۲۴ ماہ ذیحجہ بدرگاہ پنجہ شاہ ولایت ہوتی ہے۔ ذاکرین و مومنین کی تعداد بھی کافی رہتی ہے۔ عمدہ منتخب شدہ نیا مرثیہ پڑھتے ہیں۔ قریب مغرب مجلس ختم ہوتی ہے۔

ان کے چار فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بڑا لڑکا صمصام علی اس وقت ۱۴ یا ۱۵ سال کا ہے۔ علاوہ ذاکری کے تحصیل علم میں بھی مشغول ہے۔ جب فرصت ہوتی ہے اپنے والد کے ساتھ پڑھتا ہے۔ دوسرے فرزند سجاد علی ۸ سالہ تیسرے کاظم علی ۶ سالہ چوتھے فرزند حسین علی ۴ سالہ اور ایک لڑکی ۲ سالہ ہے اس وقت سعادت علی صاحب حسینی محلہ میں مقیم ہیں۔

اخلاق ان کے بہت وسیع ہیں۔ اپنے بازو داروں کو بہت خوش رکھتے ہیں۔ بازو دار بھی ان سے ہمیشہ راضی رہتے ہیں۔ اگر یہ کسی غریب سے وعدۂ ذاکری کرتے ہیں تو ضرور اوسکی مجلس کا خیال رکھتے ہیں اور مزاج میں کسر نفسی بہت زیادہ ہے اور ذاکری میں مقدم و موخر کا کبھی خیال نہیں رکھتے صرف ذاکری کرنا اپنے لئے وسیلہ بخشایش اور افتخار سمجھتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہہ کتاب زیر طبع تھی کہ سعادت علی صاحب کا دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں بہ عارضۂ قلب ۶ ماہ شوال ۱۳۶۰ھ کو انتقال ہوگیا۔ ان کے کم سن بچے اور بیوہ سخت پریشان اور توکل بہ خدا زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ ادارہ قمر بنی ہاشم علیہ السّلام کے شریک تھے۔ اس لئے منجانب ادارہ ان کے فرزند صمصام علی کو دو سال سے ماہانہ (رصمہ) تعلیمی وظیفہ دیا جا رہا تھا۔ جو اب بھی جاری ہے۔ خداوند عالم اس ادارہ کے شرکا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حکیم میر داور علی صاحب

آپ بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام کے متولی ہیں۔ آپ کو زمانۂ خرد سالی سے نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کا شوق تھا۔ اب صرف درگاہ کے مجالس میں اعتقاداً نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔

آپ کی آواز میں بہت درد ہے اور پڑھنے میں خاص اثر ہے۔ اور گلا بھی خداداد ہے۔ آپ نے بوجہ شوق اچھے اچھے استادوں سے باضابطہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ آپ کے معلومات بھی بہت اچھے ہیں آپ شاعر بھی ہیں۔ داور تخلص ہے طبیعت بھی خداداد ہے۔ کلام اچھا ہے۔ علم طب میں سند عمدۃ الحکماء حاصل کی ہے۔ حکیم تجربہ کار ہیں۔ اکثر غرباء کا علاج مفت فرماتے ہیں۔ اس وقت آپ کا دواخانہ قلعہ گولکنڈہ میں مستقل طور پر ہے اور اچھا مرجوعہ ہے۔ قلعہ گولکنڈہ و لنگر حوض اور مواضعات اطراف و جوانب سے صدہا اشخاص امراض کہنہ وغیرہ کے اکثر شفا پاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے چھوٹے بھائی سید نور الہدا صاحب عرف چنو میاں بھی اعتقاداً درگاہ میں نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور علم نجوم کے ماہر اور اکثر آسیب وغیرہ کا بہت اچھا علاج فرماتے ہیں۔

اسی طرح آپ کے بڑے فرزند میر ابوالقاسم صاحب اور چھوٹے فرزند میر عسکر علی صاحب بھی اپنے والد کے ساتھ مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ اور علیحدہ بھی اعتقاداً ذاکری کرتے ہیں اور بہت شوقین ہیں۔ شعر و شاعری میں بھی دخل ہے۔ کلام بھی اچھا ہے۔

آپ کے والد سید سردار الحسینی صاحب مرحوم سابق متولی و مالک عاشور خانہ کو چار فرزند ہوئے دو فرزند کا روبروئے پدر انتقال ہوگیا۔ اب دو فرزند ہیں۔ ایک حکیم داور علی صاحب دوسرے سید نور الہدا صاحب۔ آپ کے جداعلیٰ حضرت سید نور الہدا صاحب قبلہ و میر میراں صاحب جن کا دائرہ و مزار دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ محلہ سلطان شاہی حیدرآباد دکن سے ملحق ہے اور جن کے قبور کے اطراف آہنی میخوں کا حصار ہے اور سنگ مزار پر سنہ ۱۰۱۳ء سال وفات کندہ ہے۔ اور تبرک علم حضرت عباس علیہ السلام جناب سید صاحب قبلہ مصر کا لایا اور انہیں کا تیار و استاد کیا ہوا ہے۔

واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید نورالہدا صاحب قبلہ و میر میران صاحب یہ دونوں حقیقی بھائی سادات موسوی صحیح النسب شہر مازندان علاقہ عراق عجم کے رہنے والے تھے۔ آپ کے آباو اجداد وہاں خدمات جلیلہ و وزارت سے سرفراز رہے تھے۔ بوجۂ انقلاب و حوادث زمانہ ہر دو بھائی بہ ترک وطن روانہ ہوئے۔ میر میران صاحب جانب دکھن آئے بزمانہ قطبیہ قلعہ گولکنڈہ آنکر مقیم و رفتہ رفتہ ملازم و خدمات جلیلہ سے ممتاز ہوئے۔ اور سید نورالہدیٰ صاحب قبلہ کربلائے معلیٰ جاکر مقیم ہوئے ایک عرصہ کے بعد جناب سرکار سیدالشہدا علیہ السلام کا بعالم خواب بیداری دکن جانے کیلئے حکم ہوا۔ اسی حالت خواب میں عرض کیا گیا کہ غلام آپکی ملازمت و تابعداری نہیں کرنا چاہتا۔ اسپر ارشاد ہوا کہ زمین خوشبو تلاش کرکے کھودی جائے۔ اس میں سے جو ملے وہ حاضر کیا جائے۔ بہ تعمیل حکم زمین خوشبو کی تلاش میں کئی برس گزر گئے مگر وہ زمین معطر نہ ملی۔ مجبوراً روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر عرض کیا گیا تو غنودگی طاری ہوئی۔ معروضہ پر وہ زمین معہ علامات تبلائی گئی۔ حسب الحکم زمین نشان دادہ پر پہونچکر کھودنا شروع کیا اوس مقام سے ایک صرہ نکلا وہ لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا تو حکم ہوا کہ اسمیں ہمارے خود کا ہلال جس کو بزبان عربی نعل کہا جاتا ہے ملا ہے۔ ہماری اولاد سے ایک بصورت درویش موسومہ گوڑی شاہ شہر بیجاپور میں ہے اس کو دیا جائے اور دو اشیاء جس میں ایک عباس کی زرہ کا ٹکڑا ہے اور ایک قاسم کے نیزہ کی بوڑی ہے۔ تم تیلو اور دکھن میں قیام کیا جائے اور جب کہ تمہاری اولاد میں دو فرزند ہوں اس وقت اس دوسری شئے سے استفادہ کیا جائے۔ بہ تعمیل حکم شہنشاہ کونین حضرت اباعبداللہ الحسین صلوات اللہ وسلامہ علیہ سید نورالہدا صاحب قبلہ کربلائے معلی سے روانہ ہوکر شہر بیجاپور پہونچے اور بعد تلاش حضرت گوڑی شاہ صاحب قبلہ کو ان کی امانت پہونچائی۔ جس کو حضرت گوڑی شاہ صاحب قبلہ بہ صورت علم مبارک شہر بیجاپور میں استاد کرتے تھے۔ بعد ازیں بحوادث زمانہ یہ علم مبارک شہر بیجاپور سے منتقل ہوکر قلعہ گولکنڈہ پھر شہر حیدرآباد میں آیا۔ ابتک بمقام پتھر گٹی (نعل مبارک کے نام سے) استاد ہوتا ہے اور محرم کی نویں تاریخ دن گزر کر شب کے دس گیارہ بجے اٹھایا جاتا ہے۔ بعد گشت دسویں تاریخ صبح کے آٹھ نو بجے تک عاشور خانہ واپس لایا جاتا ہے۔

سید نورالہدا صاحب قبلہ شہر بیجاپور سے روانہ ہوکر بہ علاقہ قلعہ گولکنڈہ بھاگ نگر میں ایک

بڑ کے درخت کے نیچے جہاں ایک چھوٹا نالاب تھا ٹھہرے۔ بعد ازیں بہ خریدی زمین و تعمیر مکان ایک تبرک سے علم مبارک حضرت عباس علیہ السلام تیار کر کے محرم میں استاد کرنا شروع کیا۔ ایک تو نسبت حضرت کے نام سے تھی دوسرے خاص عطیہ سرکار سید الشہدا علیہ السلام تھا اس لئے علم مبارک سے معجزات و کرامات ظاہر ہوتے گئے، سینکڑوں، ہزاروں اشخاص کے مطالبات و مرادیں بر آئیں اور آجتک ہر ایک مراد مند اپنی اپنی مراد پا رہا ہے۔

زمانہ حضرت نور الہدیٰ صاحب قبلہ سے آجتک اسی قدیم عاشور خانہ میں علم مبارک استاد ہوتا جا رہا ہے اولاد سید صاحب موصوف میں ہر ایک کو ایک ہی لڑکا ہوتا رہا۔ مگر سید سردار الحسینی صاحب مرحوم کو چار فرزند ہوئے جن میں دو کا انتقال ہو گیا اور دو الحمدللہ موجود ہیں۔

علم حضرت عباس علیہ السلام محرم کے چاند کو استاد ہوتا اور آٹھویں تاریخ شب گزرنے کے بعد صبح کے پانچ بجے اٹھا کر الاوہ و گلی کے آخری دروازہ تک پھرا کر لایا جاتا ہے۔ پھر دسویں تاریخ صبح کے آٹھ بجے جبکہ علم نعل مبارک بعد گشت مقام موسومہ خواب گاہ واقع روبروئے دیوڑھی راجہ راؤ رنبھا واپس ہو کر اندرون جلو خانہ نواب سالار جنگ بہادر آتا ہے تو نذر چڑھائی جانے کے بعد حسب عملدرآمد قدیم متولیان بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام علم نعل مبارک خود لیکر اپنے الاوہ میں لا کر بعد گشت الاوہ واپس جلو خانہ کمان دروازہ نقار خانہ جانب چھتہ بازار سے بادشاہی عاشور خانہ وہاں سے واپس بیرونے کمان درگاہ حوالہ متولیان نعل مبارک کر کے واپس ہوتے ہیں۔

جب حضرت بندگانعالی مدظلہ العالی بدیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر رونق افروز ہوتے ہیں تو متولیان بارگاہ اپنا علم مبارک الاوہ سے باہر لے آتے ہیں۔ دروازہ آئینہ خانہ نواب صاحب معز پر حضرت ظل اللہ برآمد ہو کر ملاحظہ و زیارت فرماتے ہیں۔ ہمراہ علم مبارک جمیع مومنین وغیرہ سر و پا برہنہ نوحہ خوانی و ماتم کرتے ہوئے بعد گشت مسجد جلو خانہ واپس ہوتے ہیں۔ عقب علم مبارک حضرت ظل اللہ بھی تشریف لا کر کمرہ بیرونی بارگاہ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ علم مبارک الاوہ پھرا کر لٹا دیتے اور ختم نوحہ خوانی و ماتم و زیارت خوانی ہوتی ہے۔ حضرت ظل اللہ تشریف لیجانے کے بعد ہزارہا بندگان خدا کا مجمع گیارہ بجے تک برخواست ہو جاتا ہے۔

بارہ محرم کی شب میں علم مبارک حضرت سکینہ خاتون علیہا السلام استاد ہوتا ہے اور ۱۹ محرم کو دنگل ہوتا ہے۔ تمام شہر کے مرثیہ خوانان ذاکری کرتے ہیں۔ بعد ختم دنگل علم مبارک شب کے دس بجے اٹھا کر نوحہ خوانی کرتے ہوئے براہ پیغمبرگٹی گلزار حوض و بدرگاہ پنجہ شاہ مبارک قدم رسول حویلی قدیم سے ہوتے ہوئے بارہ بجے شب کے الاوہ کو واپس ہوتے ہیں۔ اور دوسرے روز قریب بارہ بجے دن کے پھر اٹھا کر بادشاہی عاشور خانہ و درگاہ نعل مبارک تک پھرا کر ٹھنڈا کرتے ہیں اور بتاریخ ۲۷ محرم سے پھر کو دنگل شروع ہوتا ہے۔ تمام شہر کے مرثیہ خوانان ذاکری کرتے ہیں۔ زنانہ و مردانہ کا مجمع کثیر رہتا ہے شب کے نو بجے دنگل ختم ہوتے ہی ضریح مبارک نوحہ خوانی و ماتم سے اٹھائی جاتی ہے۔ اور صفر کے چاند سے علم مبارک جناب علی اصغر علیہ السلام استاد کئے جاکر بتاریخ ۹ صفر ٹھیک ساتھ بجے مجلس شروع اور (۸) بجے ختم کر کے علم مبارک اٹھائے جاتے ہیں۔ نیز ۱۸ صفر کو شب میں تمام مرد و عورت جمع ہوتے ہیں اور ۱۹ صفر کو صبح کے چھ بجے مجلس شبیہ و اسیری قافلہ اہلبیت علیہم السلام ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومین کی ولادت کے جشن اور شہادت کے مجالس بھی ہوتے ہیں۔ بالخصوص جشن ولادت حضرت عباس علیہ السلام ۴ شعبان المعظم کو بہت تکلف و اہتمام سے ہوتا ہے۔ اور مجمع کثیر جمع ہوتا ہے جشن میں اطعام و قصائد خوانی کے بعد آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اور ہر پنجشنبہ کو سہ پہر میں علم مبارک صندوق پر استاد کیا جاتا ہے۔ اور شب کے نو بجے اٹھایا جاتا ہے۔ مجلس ہوتی ہے۔ صدہا زائرین آتے ہیں۔ مردانی مجلس ٹھیک ساتھ بجے شروع اور (۸.۰) بجے ختم ہوتی ہے۔ مراد مند و زائرین بارہ بجے شب تک آتے رہتے ہیں۔

وزیر علی صاحب مرثیہ خوان

یہ کاظم علی صاحب مرحوم مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد سے فن ذاکری کو حاصل کیا ہے اور انہی کے زمانہ میں بے مثل ذاکری کرنے لگے۔ خوب خوب مجالس پڑھتے رہے۔ اب ان کا شمار بلدہ کے منتخب ذاکرین میں ہے۔ اس وقت بہت اچھی ذاکری کر رہے ہیں۔ اکثر اعلیحضرت کے سامنے بھی ذاکری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان کی آمدنی ذاکری ان کے ہمعصر ذاکرین سے بہت زیادہ ہے اور مجالس بھی کثرت سے پڑھتے ہیں۔

بہرحال یہ اپنے گھر کے بھرے پورے ہیں۔ مالی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ صاحب معاش و املاک ہیں اور سرکاری منصب دیوانی و علاقہ صرفخاص مبارک سے ماہانہ پاتے ہیں۔ اور ان کی اہلیہ ان کی خالہ صاحبہ اہلیہ نواب حیدر علی صاحب جاگیردار کی دختر ہے جن کو اون کے والد کی جاگیر سے معقول حصہ ماہانہ ملتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک فرزند بھی کمسن ہے۔ غالباً تین سال کا سن ہوگا۔ فرزند کا نام اپنے والد کا یعنے کاظم علی قیصر رکھا ہے۔ خداوند عالم طول عمر کرے اور مثل کاظم علی صاحب کے اوصاف حمیدہ پائے اور بامراد و باکمال ہو کر زندہ رہے۔

وزیر علی صاحب کے اخلاق بھی مثل اپنے والد کے بہت وسیع ہیں۔ علمی لیاقت بھی اچھی ہے۔ باقاعدہ میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ دوستی کے بھی کامل ہیں۔ ان کی خاندانی کیفیت ان کے والد کے حالات میں ملاحظہ ہو۔

ان کی مجلس سالانہ ۲۷ ذی الحجہ کو درگاہ قدم رسولؐ میں حسب عادت قدیم ہوتی ہے۔ جملہ ذاکرین اور مومنین کا کافی مجمع ہوتا ہے۔ حسب طریقہ مرثیہ خوانان نیا مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔

یہ اپنے والد کے مکان ذاتی قریب مسجد [illegible] واقع [illegible] میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس ماہ محرم میں عاشور خانہ بھی استادہ ہوتا ہے۔ اور مجالس بھی ہوتی ہیں۔ ان کا سن [illegible] غالباً (۳۰)

سال کا ہوگا۔ ان کے والد کا جمع کردہ مراثی کا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے۔

نثار حسین صاحب مرثیہ خوان

یہ غلام سادات صاحب کے فرزند ہیں۔ غلام سادات صاحب مراد علیخاں صاحب مرحوم سوزخوان کے چچازاد بھائی تھے۔ مراد علیخاں صاحب نے ان کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنا فرزند آغوشی بنا لیا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت کچھ دن مراد علیخاں صاحب نے کی۔ جب اون کا انتقال ہوگیا تو ابراھیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم نے جو مراد علی خاں صاحب کے شاگرد اور عزیز بھی تھے۔ اپنی زندگی تک اپنے ساتھ رکھا اور ساتھ پڑھایا۔ اور ہر طرح تعلیم سوزخوانی دیتے رہے۔ اکثر مقامات پر خود بیٹھ کر مجلس پڑھا کرتے تھے۔ نثار حسین صاحب اکثر مجالس میں اون کی بدلیاں اور مراد علیخاں صاحب کی بدلیاں پڑھتے رہے جب اون کا بھی انتقال ہوگیا تو یہ اور دوست علیخاں صاحب مرحوم دونوں ملکر ابراہیم علی خاں صاحب مرحوم کے معاوضے کے مجالس پڑھتے رہے۔ اس کے بعد جب مراد علیخاں صاحب کی بی بی کا بھی انتقال ہوا تو یاور خاں صاحب مرثیہ خوان ان کے سرپرست ہوے۔ اس اثناء میں ابراہیم علی صاحب نے یاور خاں صاحب سے فرمایا کہ نثار حسین صاحب کو اکثر اوقات فرصت رہتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اجازت دیں کہ وہ فرصت کے وقت میرے مجالس میں کچھ امداد دیں اور میں انشاء اللہ اس کا معاوضہ بھی اون کے ساتھ کرتا رہوں گا۔ اس پر یاور خاں صاحب نے کہا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ضرور آپ کے مجالس اپنی فرصت کے وقت پر پڑھا کریں گے۔

بہرحال نثار حسین صاحب ان کے مجالس پڑھنے لگے۔ ابراہیم علی صاحب بڑی خاطر اور تواضع سے پیش آتے رہے اور کچھ سلوک و سلوک بھی کرتے رہے۔ جب یہ حال یاور خاں صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابراہیم علی صاحب سے کہا اس کی ضرورت نہیں مگر ابراہیم علی صاحب نے یاور خاں صاحب سے کہا کہ بچوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ یہ کوئی غیریت نہیں ہے۔ اس کو قبول کرو آیندہ بھی میرے خیالات ان کے واسطے بہت اچھے ہیں۔ اس کے بعد نثار حسین صاحب، ابراہیم علی صاحب کے معاوضہ میں ہمیشہ

مجالس پڑھنے لگے اور ابراہیم علی صاحب نے ماہانہ دس روپیہ اور سالانہ ایک سو روپیہ مقرر کئے وہ بھی بتدریج عنایت کرتے تھے مگر آخر میں ابراہیم علی صاحب کے خیالات بدل گئے اور نثار حسین صاحب کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرنے لگے۔ نثار حسین صاحب نے اس کو پسند نہیں کیا اور وہ بالکل علیحدہ پڑھنے لگے۔

بہر حال اس وقت نثار حسین صاحب کی ذاکری بہت اچھی ہے خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں لوگ ان کو خود اہش سے پڑھاتے ہیں اور اکثر مقام پر تو یہ ہوتا ہے کہ تم سب سے بعد پڑھو۔

اس وقت یہ اپنے زمانے کے مرثیہ خوانان میں بہت مشہور ہیں۔ ان کی ذاکری بہت اچھی ہے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے۔ علمی لیاقت بھی متوسط ہے۔ ان کے خاندانی حالات خادم حسین خاں صاحب و مراد علی خاں صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔

نثار حسین صاحب نے اپنی دو شادیاں کیں۔ پہلی بی بی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے کا نام افتخار حسین ہے اور اس کا سن اس وقت (۸ یا ۹) سال کا ہوگا مگر الحمدللہ ساتھ بازو میں بہت اچھی طرح پڑھتا ہے۔ اور علیحدہ بھی دنگلوں میں ذاکری کرتا ہے۔ اور لڑکی کا سن غالباً اس وقت سات سال کا ہوگا۔ جب اس بی بی کا انتقال ہو گیا تو دوسری شادی یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کی آغوشی لڑکی کے ساتھ ہوئی۔ یہ لڑکی نہایت شریف اور عالی خاندان ہے۔ یاور خاں صاحب کے جب متعدد بچوں کا انتقال ہو گیا تو ان کی بی بی بہت پریشان ہوگئیں۔ ہمیشہ رونا اور آہ و زاری تھی۔ اتفاق سے یہ لڑکی ماں باپ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی آغوش میں لیکر مثل اپنی اولاد کے پرورش کی اور نثار حسین صاحب کے ساتھ شادی کردی۔ اس سے بھی دو بچے پیدا ہو کے جاتے رہے۔ نثار حسین صاحب مراد علیخاں صاحب مرحوم کے انتقال سے اسوقت تک یاور خاں صاحب کے پاس ایک ہی امکان میں رہتے ہیں غالباً اس وقت ان کا سن (۴۰) سال کا ہوگا

سید عابد حسین صاحب رضا سوز خوان

یہ حیدر آباد دکن کے مشہور سوز خوان ہیں اور بہت جوشیلے آدمی ہیں - ان کی آواز میں ایک خاص اثر ہے اور خداداد سوز و گداز ہے جس مجلس میں سوز خوانی کرتے ہیں اوس میں اکثر مال مجلس ضرور حاصل ہوتا ہے اور مجلس کے رنگ سے واقف ہو کر ذاکری کرتے ہیں - ان کو اکثر سرکار کا کلام سرکار کے سامنے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ موقع محل سے ہر جگہ و ہر مجلس میں سرکار کے کلام کو زیادہ پڑھتے ہیں -

یہ پہلے سوز خوانی اپنے والد سید رضا حسین صاحب سے حاصل کئے - اور بارہ تیرہ سال کی عمر میں صاحب سند ہو گئے - اور چودھویں سال مراد علی خاں صاحب سوز خوان کے شاگرد ہوے جو اپنے فن علم موسیقی میں یکتائے روزگار تھے بہت ریاض کیا اور بڑی محنت شاقہ سے تعلیم حاصل کی -

ان کے والد سید رضا حسین صاحب سوز خوان جن کا خاص وطن لکھنو تھا اور سید مہدی حسین صاحب سوز خوان کے شاگرد تھے - حیدر آباد ۱۲۸۲ھ ف میں آے زندہ تا (۴۳) سال تک رہے - اور آخر سال ۱۳۲۵ھ ف میں انتقال کئے - سید عابد حسین صاحب نے ان کی تجہیز و تکفین اپنے حسب حوصلہ کی اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا -

یہ اپنے والد کے زمانہ سے حضرت علی اصغر علیہ السّلام کا جھولا اٹھاتے تھے - اور گروہ اصغری کے سرگروہ بھی ہو گئے - اس مجلس میں رفتہ رفتہ ترقی ہوی - اب یہ جھولا بڑی شان و شوکت اور انتظام سے اٹھایا جاتا ہے - ہزار ہا مومنین ساتھ رہتے ہیں - کوئی دو بجے اپنے مکان واقع کھیت بال سٹی سے نکالتے ہیں اور ان خاتون کے مزار تک لیجاتے ہیں - اس کے بعد ۵ بجے ڈیوڑھی نواب محمد مظفر خاں بہادر میں مجلس ہوتی ہے - کثرت سے مومنین زنانہ و مردانہ شریک مجلس ہوتے ہیں - مگر جھولا اٹھایا جاتا ہے - حق یہ ہے کہ ان کی یہ بنا کردہ مجلس یادگار ہے -

اسی طرح ۱۳ ہر ماہ رجب کو اپنے مکان میں ایک مختصر جشن علی الصباح ولادت شہزادہ علی اصغر علیہ السّلام کا

کرتے ہیں۔ اوس میں کھانے کا بھی انتظام ہوتا ہے اور ایک بڑا جشن اوسی دن ۹ بجے دن کے عید امیر کے نام سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت کا بڑے جوش و خروش اور بڑے اہتمام سے نواب سید محمد مظفر خاں بہادر کے دولت خانہ میں کرتے ہیں۔ جناب مولوی رضا حسین خاں صاحب رشید خاص طور پر حصہ لیکر اپنے بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں۔ ہزارہا آدمی ہر ملت و مذہب کے شریک جشن رہتے ہیں۔ یہ جشن بھی ان کا یادگار ہے۔

اسی طرح ۱۸ و ۱۹۔ ماہ ذیحجہ کو جشن عید غدیر ہوتا ہے اسمیں بھی ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوتے ہیں اور منتخب ذاکرین و واعظین کے مواعظ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ سید عابد حسین صاحب کی دو بی بیاں ہیں۔ پہلی بی بی سید مہدی حسین صاحب برادر سید محمد عباس صاحب سوزخوان کی دختر ہے اون سے دو فرزند ہیں۔ بڑے فرزند سید عسکری حسین صاحب یہ بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور چھوٹے فرزند سید فدا حسین صاحب بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور اپنے والد کے ساتھ زیادہ بازو میں پڑھتے ہیں۔ علیحدہ ذاکری کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ دوسری بی بی نادر غفور علیم زا صاحب ابن نواب بہبود یار جنگ مرحوم کی صاحبزادی ہیں۔ ان سے ایک لڑکا ہے اوس کا نام سید ناصر حسین ہے۔ یہ بہت کم سن ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی کچھ سوز وغیرہ پڑھتا ہے۔ خداوند عالم طول عمر کرے سید عابد حسین صاحب بہت خوش اخلاق ہیں اور مزاج میں بہت غربت و انکساری ہے۔ ہر ایک سے بہت جھک کر ملتے ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً (۵۶) سال کا ہوگا۔ ان کے سوزخوانی میں اکثر حضرات شاگرد ہیں۔ وہ بھی سوزخوانی اچھی طرح کرتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

سید مصطفیٰ حسین صاحب رضا مرثیہ خوان

ان کے والد سید احمد حسین صاحب سوزخوان تھے اُن کے انتقال کے بعد سید آل حسن صاحب سوزخوان نے ان کو ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروا دیا تھا۔ انہوں نے بہت جفاکشی و محنت سے ذاکری حاصل کی۔ جب جوان ہوے تو اپنے مجالس کے علاوہ حیدر بیگ صاحب مرثیہ خوان کے مجالس بھی پڑھنے لگے اور ان کی

ایک نواسی سے ان کی نسبت بھی قرار پائی اور (۲۰ ہر ذی الحجہ) کو حیدر بیگ صاحب مرثیہ خوان جو اپنی سالانہ
مجلس الاوہ بی بی میں کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد بوجہ داماد مشہور ہونے کے کئی سال تک یہ مجلس سالانہ کرتے
رہے۔ جب یہ مجلس سے سبکدوش ہوے تو بہتر و خاں صاحب مرثیہ خوان وہ مجلس کرنے لگے جو ابتک جاری
ہے۔ جب ان کی نواسی سے نسبت ٹوٹ گئی تو سید جعفر علی صاحب ساکن بنگن پلی کی بڑی ہمشیر کے ساتھ شادی
ہوگئی۔ اوس سے ایک لڑکی پیدا ہوی جو مرزا مہدی علی صاحب فرزند مرزا باقر علی صاحب ساکن کوہ شریف
کو دیگئی۔ جب پہلی بی بی کا انتقال ہوگیا تو اوس کی چھوٹی ہمشیر کے ساتھ دوسری شادی ہوی۔ اس سے دو لڑکے
پیدا ہوے۔ ایک سید شفقت حسین صاحب جو مرثیہ خوانی کے علاوہ تجارت بھی کرتے ہیں۔ دوسرے فرزند سید حسین
صاحب یہ بھی مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ اور طالب علم میٹرک کامیاب ہیں۔ جب یہ بھی بی بی کا انتقال ہوگیا تو
تیسری شادی زوجۂ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کی آغوشی لڑکی کے ساتھ ہوی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوی جس کی شادی
سید آصف علی صاحب ابن سید عابد علی صاحب مرحوم ساکن کوہ شریف کے ساتھ ہوی۔ جب یہ بی بی کا بھی انتقال
ہوا تو چوتھی شادی عباس علی شاہ صاحب کی دختر سے ہوی۔ اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مگر والدہ کے
بعد اوس کا بھی انتقال ہوگیا۔ جب متواتر چار شادیاں ہوچکیں تو آخر میں ایک نکاح کیا۔ یہ بی بی موجود ہے

بہرحال یہ بڑے خوش نصیب آدمی ہیں۔ ایک دفعہ حج بیت اللہ الحرام اور زیارت سید الانام سے
مشرف ہوے اور ۱۴ یا ۱۵ مرتبہ زیارت کربلائے معلی سے مشرف ہوے۔ ایک بار خراسان اور ملک شام
و بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوے۔ یہ بہت نیک خوش مزاج، خوش نصیب محنتی و جفاکش ہردلعزیز
آدمی ہیں۔ جو کام کو کہئے بے دریغ اور بلا عذر و حیلہ حاضر ہیں۔ کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ خواہ وہ ان کی شان
کا ہو یا نہ ہو اور مثل اپنے باپ کے ہزارہا نقل و حکایت بیان کرتے ہیں۔ جس کے سننے سے آدمی خود ان کا
عاشق و دیوانہ ہو جاتا ہے اور ہر شخص کو نیک صلاح و مشورہ دیتے ہیں اور اچھا راستہ بتلاتے ہیں۔ نماز و
روزہ کے بہت پابند ہیں۔ ماشاءاللہ صاحب اولاد ہیں اور اولاد بھی سب نیک فرمانبردار ہے۔ کسی کی
برائی میں نہیں ہمیشہ بھلائی میں رہتے ہیں۔ اور الحمدللہ مالی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ مفصل خاندانی حالات
احمد حسین صاحب سوز خوان کے احوال میں تحریر ہوچکے ہیں۔

جہانگیر علی صاحب مرثیہ خوان

(٭)

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے پرورده فرزند ہیں۔ جب ابراہیم صاحب کو ایک عرصہ تک اولاد نہیں ہوئی تو ان کو لیکر پرورش کیا اور مرثیہ خوانی کی تعلیم و تربیت دی۔ اور بہت قابل کیا خصوصاً ابراہیم علی صاحب کی والدہ نے ان کی پرورش میں زیادہ حصہ لیا۔ اور کافی نگرانی رکھی۔

بہر حال یہ اس وقت بہت اچھے ذاکر ہیں اور آواز میں ایک قسم کا درد ہے۔ اپنے مجالس کے علاوہ ابراہیم علی صاحب کے مجالس بھی وقت مقررہ پر پڑھا کرتے ہیں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ اپنے مجالس چھوڑ کر اون کے مجالس کی تکمیل کرتے ہیں۔

جب سے ابراہیم علی صاحب کی حالت اون کے فرزند کے انتقال سے رہ گئی ہے اور ان سے بالکل چلا پھرا نہیں جاتا (اس پر بھی مجبوراً وہ ماہ محرم میں ایک دو مجلس اعتقاداً پڑھ دیتے ہیں) اون کے کل مجالس کا دار و مدار انہی پر ہے۔

جہانگیر علی صاحب بہت غریب طبیعت کے آدمی ہیں اور بہت کم گو محنتی جفاکش ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً ۴۵ سال کا ہوگا۔ اس وقت یہ ابراہیم علی صاحب کے مکان میں رہتے ہیں اور ابراہیم علی صاحب ان کو ماہانہ اور سالانہ ان کے اخراجات کے لئے اپنے مجالس کے معاوضہ میں رقم مقررہ عنایت کرتے ہیں۔

حسن علی صاحب مرثیہ خوان

(٭)

یہ زمرۂ بوہرہ فرقۂ سلیمانیہ سے ہیں۔ اوائل جوانی میں اپنے والد شجاعت علی صاحب مرحوم مرثیہ خوان سے تعلیم ذاکری حاصل کی تھی۔ ان کے والد بہت اچھے مرثیہ خوان تھے۔ حیدرآباد کے طرز پر ذاکری کرتے

علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے۔ تجارت میں کافی منافعہ حاصل ہوتا تھا۔ مگر ذاکری کو اپنا دین و ایمان سمجھکر نہایت خلوص کے ساتھ مجالس و ذنگل میں اپنے کاروبار چھوڑکر محض اعتقاداً بلا عذر وقت مقررہ پر آتے تھے اور مرثیہ خوانان کی صحبت کو غنیمت سمجھکر اپنی ذاکری کے بعد بھی گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ اور ذاکرین کی باتوں سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح حسن علی صاحب بھی اپنے والد کے قدم بقدم ہیں کوئی مجلس اور ذنگل ان سے کبھی نہیں چھوٹتا۔ جہاں پہنچنا ہو وہ مجلس و ذنگل میں وقت سے پہلے آتے ہیں اور ختم ذنگل تک رہتے ہیں۔

ان کے والد شجاعت علی صاحب نے ان کو غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد بھی کرایا تھا۔ بڑی محنت سے انہوں نے فن ذاکری حاصل کیا تھا۔ اور مہینوں ان کے مکان میں رہکر تعلیم پائی۔ اور بدلیاں کثرت سے پڑھتے رہے۔ اور اکثر ساتھ بھی رہکر مجالس پڑھتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کو کسی مجلس میں جانا تھا اور کہیں اس روز ذنگل بھی واقع ہوگیا تو وہ اپنے معاوضہ میں ان کو چھوڑکر چلے جاتے تھے۔ اور ان کے عیاسے میں انتظام ذنگل کرتے تھے۔ یہ بھی مثل اپنے باپ کے بہت خوش اعتقاد ہونے کے علاوہ متدین بھی ہیں اور ماشاءاللہ ان کی ذاکری بھی بہت اچھی ہے۔ آواز بھی خوب ہے۔ حافظہ ایسا ہے کہ زبانی کثرت سے مرثیہ یاد ہوگئے ہیں۔ اغلب مجالس بہ زبانی ہی پڑھتے ہیں اور اپنی برادری میں اور بلدہ کی جانب مغرب یعنے قلعہ گولکنڈہ اور پل قدیم وغیرہ کے تمام مومنین کے پاس جس قدر مجالس ہوتے ہیں زیادہ حصہ انہی کی دعوت ہوتی ہے۔

ان کی معروفیت اوسی سمت زیادہ رہتی ہے۔ بلدہ کے مجالس بہت کم پڑھتے ہیں۔ ان کا مکان سرائے بوا ہیر میں ہے اور اپنی برادری میں بھی صاحب وقعت اور عزت ہیں۔ ان کے ایک بڑے بھائی مقام سیام میں عامل ہیں۔ ان کے بہت بڑے اعزاز ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً ۶۰ سال کا ہوگا۔



یاور خاں صاحب ذاکر و سرگروہ مرثیہ خوان

آپ تراب خاں صاحب مرحوم مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۸ھ میں ہوی۔ کمسنی میں جب (۳) یوم کے تھے والدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی دادی صاحبہ اور محل جمال خاں صاحب مرحوم مرثیہ خوان نے بڑی محنت و جانفشانی سے پرورش کیا۔ جب چار سال کے ہوے تو آپ کے والد تراب خاں صاحب نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں دار فانی سے طرف جاودانی کوچ کیا۔ اب سوائے دادی صاحبہ کے کوئی سرپرست باقی نہ رہا۔ جب آپ دس سال کے ہوے تو ان کا بھی انتقال ۱۴ محرم ۱۳۱۸ھ کو ہوگیا۔ تمام جائداد نقد و مال و متاع و مکانات وغیرہ جو تراب خاں صاحب کی والدہ نے جمع و سنبھال کر رکھا تھا وہ سب ان کے عزیز و اقارب نے تلف و برباد کردیا۔ صرف یاور خاں صاحب کی شادی اول میں جو ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ میں ہوی چار پانچ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ مراد علی خاں صاحب نے دل کھول کے بڑے اہتمام سے جلسہ شادی کا انتظام کیا جس میں تمام ماہران فن علم موسیقی حیدرآباد و سکندرآباد مدعو ہوے۔ کئی روز برابر رات دن صحبت عیش و نشاط گرم رہی جو آج تک حیدرآباد میں یادگار ہے۔ بس اسی طرح فضول کاموں میں تمام مال تلف و برباد کردیا گیا۔

یاور خاں صاحب کو پہلی بی بی کے بطن سے ایک فرزند محمد علیخاں مولف کتاب ہذا ۱۳۲۴ھ میں پیدا ہوے۔ جب اس بی بی کا انتقال ۱۳۳۳ھ میں ہوا تو دوسری شادی ۱۳۳۴ھ میں ہوی۔ اس بی بی سے متعدد اولادیں ہوئیں سب کا انتقال ہوگیا صرف ایک لڑکا عباس علیخاں جو ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوا۔ الحمدللہ اس وقت موجود ہے۔

محمد علیخاں دفتر توشک خانہ عامرہ سرکار عالی میں ملازم ہے اور محرم و صفر کے مجالس اور دنگلوں میں برابر ذاکری کرتا ہے۔ اسی طرح عباس علیخاں بھی گھر کے مجالس اور دنگلوں میں برابر ذاکری کرتے ہیں

ابھی ان کی تعلیم جاری ہے۔ بعد تعلیم جو وقت ملتا ہے اکثر ذاکری میں گزرتا ہے۔
جب یاور خاں صاحب اپنے سن و شعور کو پہونچے تو تمام بزرگوں کی پونجی ختم ہو چکی تھی۔
مگر خداوند عالم کا فضل و کرم اور محمد و آل محمد علیہ السلام کی عنایت شامل حال رہی اور اپنے بزرگوں کے
صدقے سے زندگی نہایت اطمینان سے بسر کی۔ ای ایے بضاعتی میں اپنی چھوٹی دو بہنوں کی شادی اور
اور اپنی ایک شادی کی اور دیگر امور بدستور انجام دیتے رہے۔
آپ کی تعلیم مرثیہ خوانی و سوز خوانی مختلف حضرات سے حاصل ہوی منجملہ ان کے مراد علیخاں صاحب
مرحوم اور غلام نقی خاں صاحب عرف جھوٹو خاں صاحب مرحوم اور محمد خیراللہ صاحب مرحوم اور ابراہیم
علی صاحب اور سید باقر حسین صاحب سوز خوان مرحوم قابل ذکر ہیں۔
جب یہ جوان ہوے تو دنیا کے جھگڑوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ تعلیم فارسی، عربی، اور دینیات
میں مشغول ہوئے اور مختلف استادوں سے تحصیل کرتے رہے۔ خداوند عالم کا فضل و کرم شامل حال رہا
کہ ابتدائے عمر سے اچھی اچھی صحبتیں ملیں۔ علمار کا ساتھ رہا۔ بری صحبتوں سے محفوظ اور ہمیشہ مذہبی مشاغل
میں مصروف رہے۔ صوم و صلواۃ کے پابند اور اپنی جوانی کے زمانہ سے نماز شب کے عادی ہو گئے۔
آپ کی مرثیہ خوانی کی آمدنی کے بڑے حصہ کا تعلق محل نواب اکرم الدولہ مرحوم سے خاص طور پر تھا۔ بیگم صاحبہ
کی خاص عنایت تھی۔ چنانچہ اپنے ساتھ سفر کربلائے معلیٰ میں بھی رکھا تھا۔ اور جملہ مجالس و دنگل ہمیشہ
آپ ہی کے ذریعہ سے انجام پاتے تھے۔ دنگلوں کی تعداد تقریباً بیس بائیس ہوتی تھی۔
علیٰ ہذالقیاس محل نواب بہرام الدولہ مرحوم کی بھی خاص عنایت تھی اور حضرت دلہن بادشاہ صاحبہ
مرحومہ محل نواب سالار جنگ اول کی بھی خاص عنایت تھی اور محل نواب احمد یار جنگ مرحوم اور نواب علیخاں
مرحوم و مغفور سے بھی معقول آمدنی ماہانہ و سالانہ حاصل ہوتی تھی۔ جب سے ان حضرات کا انتقال ہوا
آپ کی آمدنی نذر ذاکری میں بہت فرق آگیا۔ مگر اب بھی بڑی عزت و آبرو سے بسر کرتے ہیں۔ اپنی
مجالس مقررہ پڑھنے کے بعد اکثر مجالس نذری میں فی زمانہ بفضلہٖ اللہ زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں سات آٹھ
مجلسیں نذری مقررہ ہیں۔ خصوصاً بلاناغہ ہر پنجشنبہ کو درگاہ قدم رسولؐ و درگاہ پنجہ شاہ ولایتؑ و
نعل مبارک و بارگاہ چھوٹے حضرتؑ الاوہ بی بی و مسجد اثنا عشری میں پڑھتے ہیں۔ بعد ہر جمعہ کو مولوی

افضال حسین صاحب کے پاس حدیث کسا کی مجلس ہوتی ہے جس میں شریک رہتے ہیں ۔ اور ذاکری کرتے ہیں اور اس کے سوا بھی اکثر مجالس میں شرکت کرتے ہیں ۔ اگر کوئی مجبور کر دے تو مجلس بھی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ سلف سے یہ قاعدہ حیدر آباد میں مقرر ہے کہ کوئی مرثیہ خوان کسی مجلس میں شریک نہیں ہوتا بلکہ شرکت کرنا عیب سمجھتا ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ سامعین دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم بھی پڑھو گے یہ جملہ باعث خجالت ہوتا ہے ۔ یا دوسرے ہم پیشہ حضرات خیال کرتے ہیں کہ یہ اپنے پڑھنے کی کوشش کرتے آئے ہیں ۔

بہر حال اسی سبب سے اکثر ذاکرین ثواب شرکت مجلس سے محروم رہتے ہیں ۔ یہ ایک بدنما طریقہ ہے ۔ میں جملہ ذاکرین خصوصاً مرثیہ خوانان صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ آیندہ وہ ضرور شرکت مجلس کے ثواب کو حاصل فرمائیں ۔ اور اس بدنما طریقہ کو ترک کریں ۔ یاور خاں کے مزاج میں ہمیشہ ہمدردی رہی ہے ۔ خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ حتی الامکان ہمدردی فرماتے رہتے ہیں ۔ جب چھوٹو خاں صاحب کا انتقال ہوا تو ایک زمانہ تک اون کی بیوہ اور دوست علیخاں صاحب کی سرپرستی و تعلیم و تربیت کرتے رہے ۔ اور ان کے جملہ امور کے کفیل رہے ۔ اسی طرح جب مراد علیخاں صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوہ اور ان کے متعلقین و نثار حسین صاحب کی بھی سرپرستی و تعلیم کا انتظام اور جملہ امور ان ہی کی وجہ سے طے پاتے رہے ۔ اسی طرح اب بہرو خاں صاحب مرحوم کی بیوہ اور بچوں کی ہر طرح خبر گیری و سرپرستی کر رہے ہیں ۔ اور خود تمام مجالس سالانہ و ماہانہ پڑھ پڑھ کر جو نذر ملتی ہے ان کی بی بی کے حوالے کرتے ہیں ۔

آپ کو رات دن مرثیہ بینی کا شغل رہتا ہے ۔ اکثر مرثیہ آپ کے منتخب شدہ لاجواب نکلے ہیں اور انتخاب مراثی میں خاصہ ملکہ حاصل ہے ۔ بند کے بند مصرع کے مصرع کہہ کہہ کر شریک مرثیہ کرتے ہیں ۔ اکثر مطلع بے نظیر و لاجواب اور نہایت شاندار آپ کے حصہ کے ہو گئے ۔ قصیدہ و سلام اکثر تصنیف فرمائے ہیں ۔ سلاموں کے چند شعر بطور ہدیہ ناظرین کے ملاحظہ میں پیش کئے جاتے ہیں ۔

عزا کا چاند نکلا آسمان خون افشاں میں ☆ نشانی ہے اسی غم کی مرے چاک گریباں میں
خدا گاہک ہے اسکا اور پیمبر اسکے خواہاں ہیں ☆ نہیں آنسو یہ موتی ہیں ہماری چشم گریاں میں

پڑھیں نانا کا کلمہ اور نواسہ کا گلا کاٹیں ٭ مسلمانو کہو کب حکم ہے ایسا ہی قرآں میں
یہ یادور آپ کا آبائی ذاکر مرثیہ خواں ہے
رقم ہو آج اُس کا نام فہرست ثناخواں میں

ولہ

حلق شہ پر کیوں رکی پوچھے کوئی شمشیر سے ٭ بولی دست شمر سے شرمندہ تھی شبیر سے
سحر عاشور کی وہ اور وہ اذاں اکبر کی ہائے ٭ اک قیامت تھی عیاں اوس نعرۂ تکبیر سے
عابد بیمار کی بیڑی ہی ہے جھنکار کب ٭ شکر خالق کی صدائیں آتی ہیں زنجیر سے
مرنے اکبر جب چلے شہ دل پکڑ کر رہ گئے ٭ حالِ دل شبیر کا پوچھو دلِ شبیر سے
کون کہتا ہے کہ گردن پر لگا اک تیر ظلم
ذبح اصغر ہو گئے اوس حرملہ کی تیر سے

ولہ

عجیب جور و ستم نیم جاں اٹھاتے ہیں ٭ کہ لاشہ پسر نوجواں اٹھاتے ہیں
ردائے فاطمہ باندھی ہے بادباں کیلئے ٭ امام کشتی کا لنگر گراں اٹھاتے ہیں
پسر کی لاش جو تھمتی نہیں ہے ہاتھوں سے ٭ سنبھل سنبھل کے امام زماں اٹھاتے ہیں
ٹھہر ٹھہر کے جو چلتے ہیں عابد بیمار ٭ قدم قدم پہ ذرا بیڑیاں اٹھاتے ہیں
مزے کی نیند ہے باغ جناں میں سوتے ہیں
دبا کے پاؤں ہیں باغباں اٹھاتے ہیں۔

آپ اپنے پڑھنے کے مرثیہ خود تحریر کرتے ہیں۔ اب تک سینکڑوں مرثیہ لکھنے کی نوبت آچکی ہے۔

دوسروں کا لکھا ہوا مرثیہ اس لئے پسند نہیں کرتے کہ اکثر لوگ صحت کا خیال نہیں رکھتے۔ آپ کے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور کثرت سے نایاب مرثئے موجود ہیں۔ کچھ تو خاندانی ذخیرہ ہے۔ اور کچھ خود آپ نے زرکثیر صرف کر کے حاصل کیا ہے۔ اور اب تک بھی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اکثر مرثیہ خوان و مومنین آپ سے مرثیہ سلام، قصیدہ وغیرہ کے نقول حاصل کرتے ہیں جن کے دینے میں آپ کو کبھی عذر نہیں ہوتا۔ آپ کے پاس علاوہ مرثیوں کے دینی و مذہبی کتابوں کا بھی اچھا ذخیرہ ہے جن کا مطالعہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے بعد سرگروہی پر آپ کا ہی انتخاب ہوا تھا مگر بچھو خاں صاحب نے اپنے لئے کوشش کی اور ایک رخنہ ڈالا جس پر ابراہیم علی صاحب اور کاظم علی صاحب نے غلام حسین صاحب کا انتخاب کیا لیکن جب غلام حسین صاحب کے بعد سرگروہی کا انتخاب ہوا تو دوبارہ یاور خاں صاحب ہی منتخب ہوئے۔ اس دفعہ بھی بچھو خاں صاحب نے وہی رخنہ ڈالا لیکن جملہ مرثیہ خوانوں نے آپ ہی کی سرگروہی کو پسند و برقرار رکھا۔

سنہ ۱۳۵۳ھ سے آجتک جس حسن و خوبی سے آپ اس فرض کو انجام دے رہے ہیں وہ تمام مرثیہ خوانان پر روشن ہے اور دنگل کوہ شریف کے سلسلے میں جو سعی و کوشش فرمائی ہے اس کا تفصیلی ذکر آگے پیش کیا جائیگا۔

آپ کی سالانہ مجلس ۲۲ ذالحجہ کو سہ پہر میں بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں ہوتی ہے۔ خود اپنا نیا سلام اور نیا مرثیہ حسب دستور مرثیہ خوانان پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بوجہ انتقال دوست علیخاں ۲۱ ذالحجہ کو سہ پہر میں نعل مبارک کی مجلس اور بچھو خاں صاحب مرحوم کی بنا کردہ مجلس ۲۰ ذالحجہ کو سہ پہر میں الاوہ بی بی میں اپنے اخراجات اور اہتمام سے خود انجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ماہ کی ۲۷ تاریخ ٹھیک آٹھ بجے شب کے بپابندی وقت اپنے گھر میں بھی مجلس کرتے ہیں جس میں مومنین کا خاصہ مجمع ہوتا ہے۔ محرم و صفر کے زمانہ میں بھی متعدد مجالس کا انعقاد فرماتے ہیں

آپ کے خاندانی حالات واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے واقعات میں تفصیل سے تحریر کئے گئے ہیں۔

مجملی حالات مرثیہ خوانان عہد ہمایوں

سید سراج الحسن صاحب

یہ نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس دفتر میں ملازم ہیں۔ اعتقاداً اپنے گھر میں یا الاوہ بی بی یا کوہ شریف یا اور عاشور خانوں میں اکثر ذاکری کرتے ہیں۔ ان کے دو چچا ایک سید آل حسن صاحب و سید تعشق حسین صاحب مشہور سوز خوان تھے۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے حالات میں تحریر ہے۔

سید وحید حسن صاحب

یہ فی زمانہ خوب ذاکری کرتے ہیں۔ سید آل حسن صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ ان کا حال سید آل حسن کے حالات عہد حضرت غفران مکان میں تحریر ہیں۔

سید محمد حسین صاحب

یہ سید ذاکر حسین صاحب مرحوم کے فرزند اور سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے پوتے ہیں اور اپنے بھائی سید وحید حسن صاحب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے اور نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس ملازم ہیں

سید عسکری حسین صاحب و سید فدا حسین صاحب

یہ دو نو بھائی سید عابد حسین صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر سید عابد حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے۔

سید غلام سجاد صاحب و سید اصغر حسین صاحب

یہ دونوں سید عابد حسین صاحب سوزخوان کے شاگرد ہیں اور دونو علیحدہ علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

سید منور حسین صاحب مرحوم

یہ سید مصطفے حسین صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور ہمیشہ اپنے بھائی کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے تھے۔ ان کے واقعات سید مصطفے حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہیں۔ ان کا انتقال ۲۰ شوال ۱۳۲۶ھ کو مختصر علالت میں ہوگیا۔ خداوند عالم مغفرت کرے۔

سید شفقت حسین صاحب و سید حسین صاحب

یہ دونوں سید مصطفے حسین صاحب کے فرزند ہیں اپنے والد کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر ان کے والد کے حالات میں تحریر ہے۔

سید حمایت علی صاحب

یہ خوب ذاکری کرتے ہیں اور ان کا ایک لڑکا سید صادق حسین گو بہت کمسن ہے مگر خوب ذاکری کرتا ہے۔

میر مومن علی صاحب

یہ کاظم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے شاگرد ہیں۔ علیحدہ ذاکری کرتے ہیں اور اسٹیٹ نواب فخرالملک مرحوم میں بغرض ذاکری ملازم ہیں۔

مجملی حالات مرثیہ خوانان عہد ہمایون

سید سراج الحسن صاحب

یہ نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس دفتر میں ملازم ہیں۔ اعتقاداً اپنے گھر میں یا الاوہ بی بی یا کوہ شریف یا اور عاشور خانوں میں اکثر ذاکری کرتے ہیں۔ ان کے دو چچا ایک سید آل حسن صاحب و سید تعشق حسین صاحب مشہور سوز خوان تھے۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے حالات میں تحریر ہے۔

سید وحید حسن صاحب

یہ فی زمانہ خوب ذاکری کرتے ہیں۔ سید آل حسن صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ ان کا حال سید آل حسن کے حالات عہد حضرت غفران مکان میں تحریر ہیں۔

سید محمد حسین صاحب

یہ سید ذاکر حسین صاحب مرحوم کے فرزند اور سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے پوتے ہیں اور اپنے بھائی سید وحید حسن صاحب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے اور نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس ملازم ہیں۔

سید عسکری حسین صاحب و سید فدا حسین صاحب

یہ دونو بھائی سید عابد حسین صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر سید عابد حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے۔

سید غلام سجاد صاحب و سید اصغر حسین صاحب

یہ دونوں سید عابد حسین صاحب سوزخوان کے شاگرد ہیں اور دونو علیحدہ علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

سید منور حسین صاحب مرحوم

یہہ سید مصطفےٰ حسین صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور ہمیشہ اپنے بھائی کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے تھے۔ ان کے واقعات سید مصطفےٰ حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہیں۔ ان کا انتقال ۲۰ شوال ۱۳۴۶ھ کو مختصر علالت میں ہو گیا۔ خداوند عالم مغفرت کرے۔

سید شفقت حسین صاحب و سید حسین صاحب

یہہ دونوں سید مصطفےٰ حسین صاحب کے فرزند ہیں اپنے والد کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر ان کے والد کے حالات میں تحریر ہے۔

سید حمایت علی صاحب

یہہ خوب ذاکری کرتے ہیں اور ان کا ایک لڑکا سید صادق حسین گو بہت کمسن ہے مگر خوب ذاکری کرتا ہے۔

میر مومن علی صاحب

یہہ کاظم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے شاگرد ہیں۔ علیحدہ ذاکری کرتے ہیں اور اسٹیٹ نواب فخر الملک مرحوم میں بغرض ذاکری ملازم ہیں۔

صمصام علی صاحب و کاظم علی صاحب

یہ دونوں سعادت علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے فرزند ہیں۔ جب سے ان کے والد کا انتقال ہوا صمصام علی صاحب اپنے والد کی جگہ مجالس پڑھ رہے ہیں۔ مگر کاظم علی صاحب بہت کم سن ہیں۔ دو چار سلام یاد ہیں تبرکاً وہ بھی پڑھتے ہیں۔

حفاظت علیخاں صاحب و محمد علیخاں صاحب

یہ دونوں بھائی بچھو خاں صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں علیحدہ ذاکری کرتے ہیں۔ مگر حفاظت علی خاں صاحب کبھی بمبئی میں، کبھی حیدرآباد میں رہتے ہیں اور محمد علیخاں صاحب یاور خاں صاحب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

حامد حسین صاحب و رضا حسین صاحب

یہ دونوں بھائی غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ حامد حسین صاحب ملٹن باقاعدہ ملک بیٹھ علاقہ صرف خاص مبارک میں (کیڈٹ) ہیں غالباً سات آٹھ سال سے امیدواری کرتے ہیں اور مرثیہ خوانی بھی کرتے ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی ان کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کے حالات غلام حسین صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔

محمد علی صاحب

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہیں۔ اپنے اوستاد کے ساتھ اور علیحدہ بدلیاں بھی پڑھتے ہیں۔

افتخار حسین سلمہٗ

یہ نثار حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ گو ابھی بہت کم سن ہیں۔ مگر گھر کے مجالس اور دنگلوں میں ذاکری کرتے ہیں۔ اور ساتھ بھی اچھی طرح پڑھتے ہیں۔

عباس علیخاں سلمہٗ و مولف کتاب ہذا

ان کے حالات یاور خاں صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔ یہ اپنے والد کے ساتھ مجالس پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی اپنے گھر کے مجالس و دنگلوں میں اور بدلیاں پڑھتے ہیں۔

فہرست اسمائے شاگرد مرثیہ خوانان و شوقین حال

نمبر شمار	نام شاگرد و شوقین	کیفیت
۱	شبر علی صاحب	شوقین
۲	عنایت حسین صاحب	〃
۳	عباس حسین صاحب	〃
۴	سجاد حسین صاحب	〃
۵	رضا حسین صاحب	شاگرد حمایت علی صاحب
۶	حسین علی صاحب	شاگرد وزیر علی صاحب
۷	فرخندہ علی صاحب	شاگرد وحید حسن صاحب
۸	شاہ حسین صاحب	شاگرد سعادت علی صاحب مرحوم
۹	مرزا محمد علی بیگ صاحب نوحہ خوان	شاگرد ابراہیم علی صاحب
۱۰	جعفر علی صاحب	شوقین
۱۱	امداد علی صاحب	شاگرد حمایت علی صاحب

فہرست اسمائے بازوداران حوملین

نشان نمبر	نام بازوداران	کیفیت	نشان نمبر	نام بازوداران	کیفیت
۱	پیارے صاحب	یہہ سرکاری ملازم تھے شوق سے بازوداری کرتے تھے علیحدہ بھی رہتے تھے	۱۵	ننھے صاحب	بازوداری کرتے تھے
			۱۶	مراد خاں صاحب	// // //
			۱۷	سید حسین صاحب	// // //
۲	لاڈلے صاحب	// // //	۱۸	حافظ صاحب	// // //
۳	محمد جمال صاحب	// // //	۱۹	محمد اکبر صاحب	// // //
۴	خدابخش صاحب	// // //	۲۰	محمد خاں صاحب	// // //
۵	امیر علی صاحب	// // //	۲۱	جمال صاحب	// // //
۶	روشن علی صاحب	// // //	۲۲	نزاب صاحب	// // //
۷	عبدالرحیم صاحب	// // //	۲۳	اکبر صاحب	// // //
۸	مغل صاحب	// // //	۲۴	حسام الدین صاحب	// // //
۹	الطاف حسین صاحب	// // //	۲۵	بڈھن صاحب	// // //
۱۰	سید حیات صاحب	// // //	۲۶	قاسم خاں صاحب	// // //
۱۱	روشن علی صاحب ایسہ ریقمی	// // //	۲۷	عباس علی صاحب	// // //
۱۲	قادر بیگ صاحب	// // //	۲۸	اعظم علی صاحب	// // //
۱۳	محمد حسین صاحب	// // //	۲۹	محمد سالار صاحب	// // //
۱۴	ولایت علی صاحب	// // //	۳۰	محمد اسمٰعیل صاحب	// // //

۳۱	اکبر بادشاہ صاحب	بازو داری کرتے تھے	۳۷	نثار علی صاحب	بازو داری کرتے تھے
۳۲	مکی صاحب	〃 〃 〃	۳۸	سرور علی صاحب	〃 〃 〃
۳۳	بندہ علی صاحب	〃 〃 〃	۳۹	جان محمد صاحب	〃 〃 〃
۳۴	وفعدار صاحب	〃 〃 〃	۴۰	یٰسین علی صاحب	〃 〃 〃
۳۵	ریاست خاں صاحب	〃 〃 〃	۴۱	خواجہ مومن صاحب	〃 〃 〃
۳۶	محمد صدیق صاحب	〃 〃 〃	۴۲	خواجہ علی صاحب	〃 〃 〃

فہرست اسمائے بازو داران حال

نشان سلسلہ	نام بازو داران	کیفیت	نشان سلسلہ	نام بازو داران	کیفیت
۱	شمس الدین صاحب	بازو داری کرتے ہیں	۱۲	حسن علی صاحب	بازو داری کرتے ہیں
۲	چھوٹے صاحب	〃 〃 〃	۱۳	بہرام خاں صاحب	〃 〃 〃
۳	سید قادر حسین صاحب	〃 〃 〃	۱۴	احمد علی صاحب	〃 〃 〃
۴	سید آغا موسیٰ رضا صاحب	〃 〃 〃	۱۵	ننھے صاحب	〃 〃 〃
۵	محمد علی صاحب	〃 〃 〃	۱۶	محرم علی صاحب	〃 〃 〃
۶	جمال صاحب	〃 〃 〃	۱۷	مبارک علی صاحب	〃 〃 〃
۷	ظہور علی صاحب	〃 〃 〃	۱۸	ہدایت علی صاحب	〃 〃 〃
۸	احمد حسین صاحب	〃 〃 〃	۱۹	محبوب علی صاحب	〃 〃 〃
۹	مہتاب صاحب	〃 〃 〃	۲۰	محمد اسمٰعیل صاحب	〃 〃 〃
۱۰	قمر علی صاحب	〃 〃 〃	۲۱	منشی صاحب	〃 〃 〃
۱۱	مسجد حسین صاحب	〃 〃 〃	۲۲	خواجہ میاں صاحب	〃 〃 〃

۲۳	فصیح الدین صاحب	بازو داری کرتے ہیں	۲۵	اصغر علی صاحب	بازو داری کرتے ہیں۔
۲۴	قاسم علی صاحب	؍؍ ؍؍ ؍؍		......	....

فہرست مجالس سالانہ مرثیہ خوانان حسب عادت قدیم ماہ ذی الحجہ میں جو ہر سال ہوتی ہیں

نشان مجلس	نام بانی مجلس	مقام مجلس	تاریخ مجلس معہ وقت	کیفیت
۱	سید وحید حسن صاحب	الاوہ بی بی	۱۱ ذی الحجہ سہ پہر	
۲	سید عابد حسین صاحب	کوچہ کرٹو دیصاحب	۱۹ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۳	حفاظت علی خانصاحب	الاوہ بی بی	۲۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۴	دوست علیخانصاحب مرحوم	نعل مبارک	۲۱ ؍؍ ؍؍ ؍؍	اب یہہ ہر سہ مجلس یاور خاں صاحب کرتے ہیں
۵	یاور خاں صاحب	بارگاہ حضرت عباسؑ	۲۲ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۶	ابراہیم علی صاحب	ایضاً	۲۳ ؍؍ ؍؍	
۷	سعادت علی صاحب مرحوم	پنجہ شاہ ولایت	۲۴ ؍؍ ؍؍	
۸	حامد حسین صاحب	درگاہ قدم رسولؐ	۲۵ ؍؍ ؍؍	
۹	میر تراب علیصاحب	پنجہ شاہ ولایت	۲۶ ؍؍ ؍؍	اب یہ مجلس مولوی میر انور علی صاحب متولی درگاہ کرتے ہیں۔
۱۰	وزیر علی صاحب	درگاہ قدم رسولؐ	۲۷ ؍؍ ؍؍	
۱۱	سید ولی صاحب مرحوم	پنجہ شاہ ولایت	۲۸ ؍؍ ؍؍	اس مجلس کیلئے علاقہ خزانہ صرف خاص مبارک سے

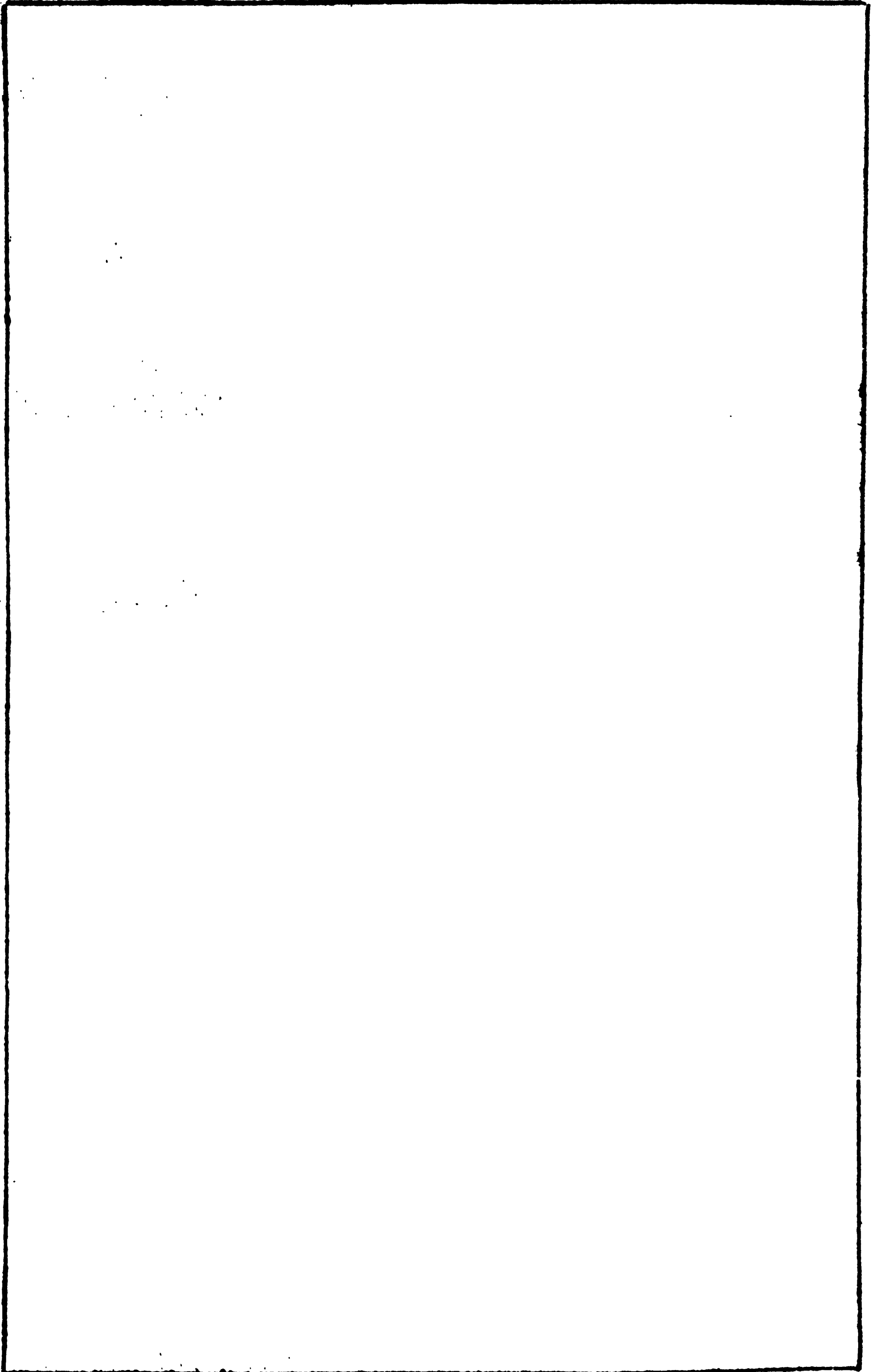
معمول مبلغ (۱۰۰ روپیہ) مقرر ہے۔ سید ولی صاحب کے بعد درویش علی صاحب پر اجرائی ہوئی اور بعد درویش علی صاحب مرحوم ان کے دو صاحبزادیوں پر اجرائی ہوئی۔ ایک سال بڑی صاحبزادی اور ایک سال چھوٹی صاحبزادی مجلس کرتی ہیں۔ پخت کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر مرثیہ خوانان مدعو ہوتے ہیں۔

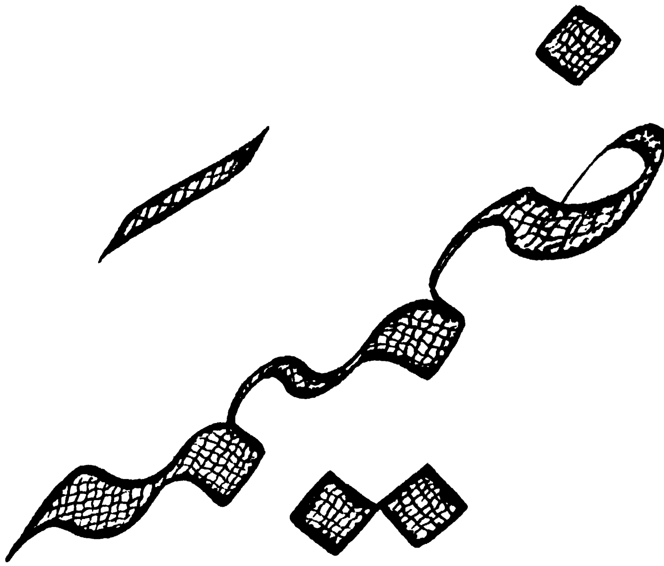
سابق میں بہت ڈنگل ہوتے تھے بلکہ ایک ایک روز دس دس ڈنگل کی نوبت آتی تھی۔ اب بجائے ڈنگل مجالس سالانہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ڈنگلوں کی فہرست حسب ذیل ہے

نمبر سلسلہ	تاریخ مجلس	اسم بانیٔ ڈنگل	مقام ڈنگل	نذر حاصل کیجاتی ہے یا بہ نذر ثواب	تعداد نذر فاتحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۱۷ محرم	جناب مولوی سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	نذر حاصل ہوتی ہے	۴عصہ	
۲	۱۹ ر رر	رر رر داور علی صاحب رر سید نور الہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس ع	بہ نذر ثواب	سے .	علم حضرت سکینہ علیہا السلام اٹھایا جاتا ہے
۳	۲۰ ر رر	رر میر ولایت حسین صاحب نقوی	حیدر گوڑہ	بہ نذر ثواب	عہ ۸/	ایضاً
۴	رر رر	الاوہ حضرت سکینہ علیہ السلام	عقب الاوہ ملا رضی مرحوم	رر رر	.	ایضاً
۵	۲۲ ر رر	جناب نواب شاہ علیخاں بہادر	قریب قلعہ گولکنڈہ	نذر حاصل کیجاتی ہے	صہ	علاوہ نذر کرایہ آمد و رفت بھی ادا کیا جاتا ہے۔
۶	۲۴ ر رر	مرزا غلام حیدر صاحب	احاطہ نواب شوکت جنگ بہادر	رر	عصہ	
۷	۲۶ ر رر	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بواہیر	رر	عہ	
۸	۲۷ ر رر	جناب میر داور علی صاحب و رر میر نور الہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس ع	بہ نذر ثواب	سے	ضریح مبارک اٹھائی جاتی ہے۔
۹	۲۹ ر رر	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	نذر حاصل کیجاتی ہے	صہ	کرایہ آمد و رفت بھی ادا کیا جاتا ہے

۱۰	۱۲ صفر	مرزا واجد علی صاحب	چاہ آغا فرہاد و حرم	بہ نذر ثواب	[illegible]	کرایہ ایصال کیا جاتا ہے۔
۱۱	۱۷ ,, ,,	,, میر محمد ہادی صاحب	کوچہ ایرانی	,,	[illegible]	بعض مرثیہ خوان کو کرایہ دیا جاتا ہے
۱۲	۱۹ ,, ,,	,, نواب سالار جنگ بہادر	بہ دیوڑھی خود	نذر حاصل کیجاتی ہے	۰	
۱۳	۲۰ ,, ,,	,, سید ابرار حسین صاحب نوحہ خوان	قریب دریچہ زنگ علیشاہ صاحب	بہ نذر ثواب	۰	
۱۴	۵ ربیع الاول	منجانب سرکار بغرض سلامتی حضرت اقدس و اعلیٰ	الاوہ حسینی علم	بہ نذر ثواب	۰	اس دنگل کیلئے سرکار سے ([illegible]) معمول مقرر ہے۔ صرف کرایہ ذاکرین کو ایصال ہوتا ہے
۱۵	۷ ,, ,,	,, ایضاً ,,	الاوہ مکی نعل صاحب	ایضاً	[illegible]	اس دنگل کیلئے سرکار سے ([illegible]) معمول مقرر ہے
۱۶	۸ ,, ,,	جناب مولوی میر ولایت حسین صاحب نقوی	کوہ حضرت قائم	ایضاً	۰	کرایہ سواری ایصال ہوتا ہے۔
۱۷	۱۲ ,, ,,	منجانب سرکار بغرض سلامتی اقدس و اعلیٰ۔	چشمہ بی بی	نذر حاصل کیجاتی ہے	۰	اس دنگل کیلئے سرکار سے ([illegible]) معمول مقرر ہے۔ نواب جعفر علی خاں صاحب جاگیردار حاصل کرتے ہیں اور مرثیہ خوانان کو وقت پر تقسیم نہیں کرتے اس وقت دو سال کی نذر وصول طلب ہے۔
۱۸	۲۵ ربیع الاول	منجانب سرکار بغرض سلامتی حضرت اقدس و اعلیٰ۔	کوہ شریف	نذر حاصل ہوتی ہے		اس دنگل کیلئے سرکار سے (چار سو) چلنی معمول مقرر ہے۔ جس میں ([illegible]) کورٹ کو ایصال ہوتے ہیں۔

						اور بقیہ (ماہ) عاشق حسین صاحب کو مرثیہ خوانان کے کھانے کیلئے ایصال ہوتے ہیں۔ مگر عاشق حسین صاحب کھانے کا انتظام نہیں کرتے۔ پانچ سال سے مقدمہ چلرہا ہے۔ اور دو مرتبہ مرثیہ خوانان کے موافق تصفیہ بھی ہو چکا۔ اب پھر نظر ثانی کیگئی۔ ادینہ ماتک ہے
۱۹	۲۵ ربیع الاول	جناب نواب محمد علیخاں صاحب	کوہ شریف	نذر حاصل ہوتی ہے	-	
۲۰	۲۶ " " "	دختران نواب حیدر علیخاں مرحوم	"	"	۲عصہ	
۲۱	" " "	منجانب گروہ مرثیہ خوانان بغرض سلامتی اقدس اعلیٰ	کوہ قدم رسولؐ	بہ نذر ثواب	- •	
۲۲	۲۷ " " "	ایضاً	کوہ امام ضامنؑ	ایضاً	•	
۲۳	" " "	ایضاً	چھلہ حضرت عباسؑ بمقام کوہ امام ضامنؑ	ایضاً	۱	




ضمیمہ

فہرست

عرضِ حال

چونکہ یہ تذکرہ مرثیہ خوانوں کا ہے اور بعض مرثیہ خوان ایسے بھی تھے جو لکھنؤ سے ایام عزا میں آتے اور بعد ختم مجالس اپنے وطن واپس ہوتے۔ ان کا ذکر اس مجموعہ میں نہ کرنا بد اخلاقی اور ناانصافی تھی۔ اس لئے آخر میں بطور ضمیمہ ان کے حالات جس قدر معلوم ہو سکے درج کئے گئے ہیں۔

ذنگل کوہ شریف اور گروہ مرثیہ خوانان کا ذکر چونکہ ناگزیر تھا اس لئے وہ بھی یہاں تفصیلاً عرض کر دیا گیا ہے۔ آخر میں حسابات آمد و خرچ ذنگل کوہ شریف کے نقشے من ابتدائے ۱۳۵۳ھ لغایتہ ۱۳۶۰ھ عام اطلاع کی غرض سے شامل کر دیئے گئے ہیں۔

مؤلف

میر فدا علی صاحب و حمزہ علی صاحب سوزخوان

یہ دونوں اعلیٰ درجہ کے سوزخوانان تھے۔ ان کا اصل وطن لکھنو تھا۔ حیدرآباد میں سیر و تفریح کرتے چلے آئے تھے۔ یہاں آنے کے بعد اکثر مجالس پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے شریک کار اور باز و حمزہ علی صاحب تھے۔ جب ان کی سوزخوانی کا زیادہ شہرہ ہوا تو نواب فخر الملک مرحوم نے یاد فرمایا اور مجلس پڑھائی۔ اس کے بعد پھر اپنے پاس ملازم کرکے رکھ لیا۔ ماہانہ چالیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی۔ اور دو وقت کا خاصہ نواب صاحب کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور نواب صاحب کی بہت عنایت تھی۔ جب مجلس میں سامنے سوزخوانی کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا تو کچھ نہ کچھ علاوہ ماہوار کے بطور انعام عنایت ہوتا رہتا تھا۔ یہ اپنے فن میں لاجواب بے مثل تھے جن کا اوس وقت تمام بلاد ہندوستان میں بہت شہرہ تھا۔

بہرحال ایک دفعہ کا واقعہ یہ ہے کہ مراد علیخاں صاحب سوزخوان کے پاس کچھ نذر تھی ان کی اور بہت سے گویوں کی دعوت تھی۔ کھانے کے بعد جب گویوں کو معلوم ہوا کہ یہی میر فدا علی صاحب سوزخوان ہیں تو گویوں نے خواہش کی کہ کچھ سوز سنائیے میر فدا علی صاحب نے کہا کہ آپ کی خواہش بجا ہے مگر وقت ہے۔ میں کھانا کھا چکا ہوں اس وقت سوز سنانا مشکل ہے۔ جب زیادہ اصرار کیا تو کہا اچھا سنو دو چار سوز پڑھتا ہوں۔ بہرحال دو چار سوز کوئی دو چار گھنٹہ میں تمام کیا۔ تمام لوگوں نے انتہائی تعریف کی کہ یہ کام آپ کا ہی ہے۔ اس کے بعد میر فدا علی صاحب نے کہا کہ کچھ سوز آپ حضرات بھی سنائیے۔ سب نے کہا کہ ہمیں عذر نہیں مگر سوزخوانی کرنا۔ آپ کا حصہ ہے اور گانا بجانا ہمارا کام ہے۔ ہم گانے کے لئے حاضر ہیں مگر سوزخوانی آپ کے سامنے کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بہرحال تمام گویوں نے بہت تعریف کی بلکہ عاشق و شیدا ہو گئے۔ پھر ایسے موافق اکثر ہوتے رہے تمام سوزخوانوں میں اور گویوں میں میر فدا علی صاحب کی بہت عزت تھی۔ اور میر فدا علی صاحب

بھی حیدرآباد کی مرثیہ خوانی کی بہت تعریف کرتے تھے کہ حقیقت میں مرثیہ خوانی کیلئے یہاں کے سوز زیادہ موزوں و موثر ہیں کہ چار آنسو نکلتے ہیں اور بے عیب ہیں اور شریعت کے خلاف بھی نہیں۔ ہماری سوز خوانی سے تو علماء ناراض ہو کے چلے جاتے ہیں جس نے اس کی بناء کی۔ وہ شخص قابل قدر و لائق تحسین ہے کہ سب سے ایک اعلیٰ طریقہ اختیار کرکے نئی صورت پیدا کی ہے۔

بہرحال میر فدا علی صاحب کچھ دن حیدرآباد میں رہے پھر یہاں سے لکھنو واپس چلے گئے۔ وہاں جانے کے کچھ دن بعد انتقال ہوگیا۔ خداوند عالم مرحوم کے درجات عالی کرے۔ چونکہ میر حمزہ علی صاحب کے حالات ہمدست نہیں ہوئے اس لئے تحریر نہیں کئے گئے۔

عابد علی خاں صاحب سوزخوان

یہہ لکھنو کے قدیم سوزخوان تھے اور اعلیٰ درجہ کے سوزخوانوں میں ان کا شمار تھا۔ حیدرآباد میں نواب بہرام الدولہ مرحوم کے پاس برسوں ملازم تھے۔ ان پر نواب صاحب کی بہت عنایت تھی۔ نواب صاحب کے بڑے مجالس میں اکثر یہ اور مراد علیخاں صاحب سوزخوان ذاکری کرتے رہے اور اکثر امرائے نامدار کے پاس خاص طور پر ذاکری کرتے تھے۔ یہہ اپنے فن ذاکری میں بہت کامل تھے اور لکھنو میں اکثر سوزخوان ان کے شاگرد تھے۔

ان کی دو بہنیں بھی اعلیٰ درجہ کی سوزخوانی کرتی تھیں۔ جب حیدرآباد میں آئیں تو تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے گھر میں مہمان رہیں اور تراب خاں صاحب نے محل نواب مکرم الدولہ کی خدمت میں ذکر کیا کہ سرکار عابد علیخاں صاحب سوزخوان کی دو بہنیں لکھنو سے آئی ہیں اور بہت اچھی سوزخوانی کرتی ہیں۔ سرکار ضرور ان کی سوزخوانی سماعت فرمائیں۔ حضرت بیگم صاحبہ نے یاد فرماکر اپنے گھر کی مجالس پڑھوائیں اور بڑی عزت و وقعت سے کچھ دن کے بعد رخصت کیا کہ تمام لکھنو میں بیگم صاحبہ کی اس عزت افزائی کا بڑا شہرہ ہوگیا۔ اس کے بعد اکثر مسماۃ اسی زمرہ کی آئیں ان کے ساتھ بھی بہت سلوک و مسلوک کیا گیا۔ پھر ایک زمانہ تک میر انس صاحب مرحوم کی صاحبزادی منجھلی بیگم صاحبہ آئیں اور کئی سال

تک مجالس پڑھتی رہیں۔ ان کے مجالس میں ہزار ہا عورتیں آتیں اور خوب مجمع ہوتا تھا اور بڑی اچھی مجالس پڑھتی رہیں۔ ان کی پیش خوانی میں بیگم صاحبہ کی خادمائیں اور منی بیگم صاحبہ لکھنوی سوزخوانی کرتی رہیں۔ یہ مجالس زنانی حیدرآباد میں یادگار ہیں۔ ہزارہا روپیہ کے اخراجات ہوتے تھے۔ عابد علیخاں صاحب کو تین فرزند تھے۔ بڑے فرزند منن خاں صاحب۔ ان سے چھوٹے رجو خاں صاحب اور ان سے چھوٹے کا نام معلوم نہیں۔ یہ تینوں فرزند بھی سوزخوان ہیں اور بہت اچھی سوزخوانی کرتے ہیں۔ چنانچہ بڑے فرزند منن خاں صاحب کو نواب احمد یار جنگ مرحوم نے اپنے بڑے مجالس حسینی عارف صاحب مرحوم کے فرزند فائق صاحب پڑھتے تھے۔ پڑھنے کے لئے ایک سال طلب فرمایا۔ یہ آکر حیدرآباد میں اچھے اچھے مجالس پڑھے۔

عابد علیخاں صاحب کے سوز بتلانے میں ایک خاص اثر تھا۔ ان کے تمام شاگرد اعلیٰ درجہ کے سوزخوان ہوئے ہیں۔

عابد علیخاں صاحب کے مزاج میں بہت عزت تھی اور بہت کم گو آدمی تھے اور اپنے کمال کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ لوگ ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑے مہمان نواز بھی تھے۔ اکثر لوگ آپ کے پاس آکر مہمان رہتے تھے۔ ہر چند مرثیہ خواناں کو مرثیہ بہت عزیز رہتا ہے۔ مگر عابد علیخاں صاحب سے جس نے جس مرثیہ کا سوال کیا فوراً لکھ کر دیتے تھے۔ ان کا انتقال لکھنو میں ہوا

مرزا اچھے صاحب سوزخوان لکھنوی

یہ مرزا اوج صاحب کے داماد تھے۔ گھر کے بھرے پورے تھے اور لکھنو کے معزز خاندان سے تھے بلکہ وہاں کے نوابوں میں ان کا شمار تھا۔ مالی حالت بھی بہت اچھی۔ اعتقاداً ذاکری کرتے تھے اور بہ صلہ ذاکری نواب صاحب رامپور کے پاس سے وظیفہ پاتے تھے۔ حیدرآباد میں ماہ صفر میں نواب مرزا فیاض علیخاں صاحب مرحوم کے پاس سالہا سال برابر آتے رہے اور مجالس پڑھتے رہے۔ یہ سوزخوانی کرتے تھے۔ مرزا اوج صاحب اپنے تو تصنیف مرثیہ ممبر پر پڑھتے تھے۔ ان کے یہ مجالس بہت یادگار ہیں۔ ہر قوم و ملت

کے لوگ کثرت سے شریک ہوتے تھے۔ اور کئی سال تک حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ بھی رونق افروز ہوتے رہے۔

نواب مرزا فیاض علیخاں صاحب مرحوم یہ مجالس بڑی کشادہ پیشانی سے کرتے تھے۔ ہر روز اکثر لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا تھا۔ اور عمدہ عمدہ اقسام کی پخت ہوتی تھی۔ بہر حال اچھے صاحب لکھنو کے منتخب ذاکروں میں تھے۔ طغیانی سے پہلے حیدر آباد میں آتے تھے۔ طغیانی ہوکر (۴۴) سال کا عرصہ ہوتا ہے اس وقت ان کا سن غالباً (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا۔ اچھے صاحب کا ایک لڑکا بھی اس وقت نوجوان تھا وہ بھی ہمراہ آتا تھا اور ساتھ بازو میں سوزخوانی اچھی طرح کرتا تھا اور ان کے بازو اچھے سریلے تھے۔ باقی حالات ہمدست نہیں ہوے۔ اچھے صاحب میں ایک عادت تھی کہ اثنائے سوزخوانی میں باتیں بہت کرتے تھے۔ اور اپنی سوزخوانی پر بہت دعویٰ تھا اور کہتے تھے کہ کوئی اس طرح پڑھے تو معلوم ہوگا۔ یہ چیزیں میرے حصہ کی ہیں۔

سید سجاد حسین صاحب سوزخوان لکھنوی

یہ لکھنو کے مشہور و معروف اور منتخب سوزخوانوں میں تھے ان کی آواز خداداد تھی اور بہت خوش آواز تھے اور اس قدر بلند تھی کہ اس کی مثال نہیں ملسکتی۔ یہ جب سوز شروع کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ مجلس روشن و منور ہوگئی۔ اور ان کے مرثیہ کی تعریف تو ہو نہیں سکتی خصوصاً لکھنو کے سوزخوانوں میں مرثیت ان کے حصہ میں خدا نے ودیعت فرمادی تھی۔ ان کے مرثیہ پر اس قدر رقت ہوتی تھی کہ لوگ روتے روتے غش ہوجاتے تھے خصوصاً یہ سلام لوگ بہت خواہش سے فرمایش کرکے پڑھواتے تھے۔ (زویا کیا جو پیاس سے اصغر تمام رات) حقیقت حال یہ ہے کہ خوب پڑھتے تھے۔ گویا یہ سلام ان کے حصہ کا تھا۔ یہ حیدر آباد میں علاوہ بہرام الدولہ بہادر مرحوم کے اور بہت جگہ مجالس پڑھتے تھے اور ہر مجلس ان کی کامیاب رہتی تھی۔

جب حیدر آباد میں آتے تھے حکیم سید بادشاہ علی صاحب المتخلص ضیا مرحوم کے پاس رہتے تھے۔

اور ان کے داماد مشہور تھے۔ متعدد سال آئے اور خوب خوب مجالس پڑھے۔ ان کے تفصیلی حالات بہم دست نہیں ہوئے۔ ان کی سوزخوانی کو قدیم لوگ ابتک یاد کرتے ہیں کہ ایسا خوش گلو بلند آواز کوئی سوزخوان نہیں سنا۔ معلومات بھی بہت اچھے تھے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ خداوند عالم ان کے درجات عالی کرے جب یہ حیدرآباد آتے تھے اس وقت ان کا سن غالباً (۴۰ یا ۴۵) سال کا ہوگا۔ بہت لحیم و شحیم آدمی تھے۔ مزاج میں انکساری بہت تھی اور اخلاق بہت وسیع تھے اور طبیعت میں حد درجہ شرافت تھی۔ حیدرآباد میں ان کی سوزخوانی کے زمانے کو قریب (۴۰) سال گزرے ہونگے ان کے والد کا نام سید ولایت حسین صاحب سوزخوان تھا ان کے حالات بھی بہم دست نہیں ہوئے۔

نادر صاحب سوزخوان لکھنوی

یہ اعلیٰ درجہ کے سوزخوان اور باکمال شخص اور اپنے فن کے ممتاز آدمی ہیں۔ اور حیدرآباد میں حسب الطلب نواب بہرام الدولہ مرحوم و مغفور متعدد مرتبہ آئے اور خوب خوب مجالس پڑھے اور ان کے مجالس میں بہت اچھی طرح گریہ و زاری ہوتی رہی۔ بلکہ ان کے یہ مجالس بلحاظ مآل کار یادگار ہیں۔

اعلیحضرت کے اکثر سلاموں پر اچھے اچھے سوز رکھکر سامنے پڑھنے کی بھی عزت حاصل کی حسب الحکم نواب صاحب ایک دن مجلس میں نادر صاحب سوزخوانی کرتے تھے اور دوسرے دن منجھو صاحب آپس میں ان دونوں کے کچھ شکررنجی ہو جانے سے نواب صاحب نے نادر صاحب کو بلانے میں تامل فرمایا۔

نادر صاحب فی زمانہ امام باڑہ ہوگلی (جو قریب کلکتہ ایک بڑے تاجر کا ہے) میں ملازم ہیں اور معقول یافت پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اطراف و اکناف کلکتہ میں بھی اکثر مجالس پڑھنے کیلئے جاتے ہیں۔ نادر صاحب گانے بجانے میں بڑے منے خاں صاحب ٹپہ والے مشہور استاد لکھنوی کے شاگرد ہیں اور سوزخوانی حکیم رضا حسین صاحب المتخلص تنہا سے حاصل کی ہے۔ سوزخوانی میں اس قدر محنت شاقہ کی کہ بیان سے باہر۔ مہینوں ریاض کیا اور روزانہ گھنٹوں محنت کی۔ تب اتنا بڑا نام حاصل ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نادر صاحب کے والد جاگیردار تھے مگر ان کے بڑے بھائی نے اپنے والد کی تمام جائیداد تباہ و برباد کردی۔ اس لئے نادر صاحب سوزخوانی کرنے لگے اُس میں خدا کے فضل و کرم سے منتخب ذاکر ہوے۔

نادر صاحب کو پانچ اولاد ہیں جس میں دو فرزند ہیں۔ بڑے کا نام محمد سبطین صاحب عرف ہنے صاحب یہ بھی ملازم ہیں۔ اور بہت اچھی سوزخوانی کرتے ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام للن صاحب۔ یہ بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور تین لڑکیاں ہیں۔ نادر صاحب کے متعدد شاگرد ہیں مگر قابل ذکر (۵ یا ۶) شخص ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ شہزادہ آصف مرزا صاحب اور امتیاز حسین صاحب جاگیردار۔ یہ دو بڑے آدمی ہیں اعتقاداً ذاکری کرتے ہیں۔ اور چھٹن صاحب اور واجد حسین صاحب اور امجد حسین صاحب یہ شاگرد خود سوزخوانی کرتے ہیں اور زندہ رضا صاحب عرف افضل حسین صاحب یہ پہلے عابد علیخاں صاحب سوزخوان کے شاگرد تھے۔ اور محمد حسن خاں صاحب ہین کار کے بھی شاگردی کی۔ اور اب خود سوزخوان ہیں۔ نادر صاحب کے ساتھ بازو میں امیر حسین صاحب بلگرامی سوزخوان اور زندہ رضا صاحب اور واجد حسین صاحب بہت زمانہ تک پڑھتے رہے۔ واجد حسین صاحب ان کے عزیز بھی ہیں۔

حیدرآباد دکن میں اکثر مجالس بہت اچھی اچھی پڑھی ہیں۔ اور بہت نیک آدمی ہیں۔ نادر صاحب کا سن اس وقت غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا۔ مگر بہت قوی اور تنومند ہیں۔ ذاکری میں جوانوں سے زیادہ کام کرتے ہیں اور نماز روزہ کے بہت پابند ہیں۔ اپنی عزیز زندگی بڑی عزت سے بسر کی۔ علاوہ سوزخوانی کے شاعر بھی ہیں۔ اکثر سلام اپنی تصنیف کے اپنی ذاکری میں پڑھتے ہیں کلام بھی بہت اچھا ہے۔

منجھو صاحب سوزخوان لکھنوی

یہ میر پناہ علی صاحب کے فرزند ہیں اور بہت خوش گلو بلند آواز ہیں۔ ان کے معلومات بھی بہت وسیع ہیں۔ اپنی تمام عمر عزیز سوزخوانی میں بسر کی بہت کچھ ریاض کیا جب صاحب کمال ہوے ان کی سوزخوانی ہر کس و ناکس حیدرآباد میں خواہش سے سنتا ہے۔ ان کے اخلاق بھی بہت وسیع ہیں۔ بوجہ کمال ان کو ہر

شخص دوست رکھتا ہے ۔ یہ سوز خوانی میں میر علی محمد صاحب مرحوم سوز خوان کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کو اپنی بیٹی بھی دی اوس سے ایک فرزند جوان موجود ہے ۔ وہ ان کا اور اپنے نانا کی کل جائداد کا مالک ہے جس سے معتدبہ کرایہ وصول ہوتا ہے ۔ اون کی اور اون کی والدہ کی گزر اوقات اسی آمدنی سے ہوتی ہے ۔

منجھو صاحب عشرہ محرم کے مجالس نواب صاحب رامپور کے پاس ہمیشہ پڑھتے ہیں اور وہاں ملازم بھی ہیں ۔ نواب صاحب کی ان پر بہت عنایت ہے ۔ وہاں سے رخصت حاصل کر کے حیدرآباد آتے ہیں ۔ یہ سلسلہ ان کا قریب (۳۵) سال سے برابر جاری ہے ۔ اب ہر سال نواب تراب یار جنگ بہادر کے پاس خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں ۔ نواب صاحب کے علاوہ اکثر امراء کے پاس بھی مجالس پڑھتے ہیں ۔ محل نواب اکرم الدولہ مرحوم بھی اپنے دس مجالس میں ان کو پڑھواتی تھیں اور نواب سالار جنگ بہادر کی ان پر بہت عنایت ہے ۔ ان کے ایک شاگرد ولی حیدر صاحب ہیں ۔ وہ بھی کئی سال سے ہمراہ آتے ہیں گزشتہ سال بوجہ علالت منجھو صاحب کل مجالس بھی ولی حیدر صاحب پڑھے ۔ ہمارے اعلیحضرت نے ان کو بہ صلہ ذاکری ایک سو روپیہ ماہوار سکہ کلدار جاری فرمائے ہیں ۔

ان کی عمر اس وقت غالباً (۶۵ یا ۷۰) سال کی ہوگی ۔ اب بہت رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں اور سب ان سے خوش ہیں ۔ بندہ حسن خاں صاحب سوز خوان بھی ان کے ہمیشہ مدح خوان رہتے ہیں ۔ وہ بھی کوئی (۳۵) سال سے ان کے ساتھ آتے ہیں ۔

منجھو صاحب کو شعر و شاعری میں بھی اچھا دخل ہے ۔ اکثر سلام اپنے تصنیف کے بلدہ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ۔ بہت اچھا کلام معلوم ہوتا ہے ۔

بندہ حسن خاں صاحب سوز خوان لکھنوی

یہ قریب (۳۵) سال سے حیدرآباد میں منجھو صاحب سوز خوان کے ہمراہ آتے ہیں ۔ اور ساتھ بازو میں پڑھتے ہیں ۔ علیحدہ بھی مجلس پڑھتے ہیں ۔ خصوصاً لکھنو والے ان کو زیادہ پڑھاتے ہیں ۔ قدیم وضع کے

اچھے سوزخوان ہیں ۔ مزاج میں بہت غربت ہے ۔ فن ذاکری کے معلومات بہت اچھے ہیں ۔ قدیم سوزخوانوں کی صحبتیں حاصل کی ہیں ۔ اخلاق بھی بہت وسیع ہیں ۔ نماز روزہ اور طہارت کے بہت پابند ہیں ۔ ہمیشہ سفید لباس میں رہتے ہیں ۔ ان کو محل نواب مکرم الدولہ مرحومہ سے سالانہ بہت یافت تھی ۔ بیگم صاحبہ کے انتقال کی وجہ سے آمدنی بہت کم ہوگئی ۔ اُن کا بیان ہے کہ میں حیدرآباد سے جو کچھ لیجاتا ہوں وہ میرے سال بھر کا خرچ ہے ۔ اس میں زندگی بسر کرتا ہوں ۔ اطراف لکھنو میں ایک مقام اکبرپور ہے وہاں راجہ سید ابوجعفر صاحب مرحوم کے عاشور خانہ میں عشرہ کے مجالس کی سوزخوانی کرتے ہیں ۔ اور راجہ سید محمد مہدی صاحب کی ان پر خاص عنایت ہے ۔ وہاں سے جو معمول مقرر ہے وہ برابر ایصال ہوتا ہے ۔ ان کے ایک فرزند عبدالحسین صاحب سوزخوان ہیں ۔ گاہ گاہ اپنے والد کے ساتھ مجلس پڑھتے ہیں ۔ علیحدہ مجلس پڑھنے کا اتفاق بہت کم ہوتا ہے ۔ زیادہ وقت ان کا تجارت میں گزرتا ہے ۔ ان کی ایک دوکان لکھنو میں کتابوں کی ہے ۔ صبح سے شام تک وہیں رہتے ہیں ۔ بندہ حسن خاں صاحب کا سن اس وقت غالباً (۸۵) سال کا ہوگا ۔ آنکھوں سے بہت کم دکھائی دیتا ہے ۔

سالانہ دنگل کوہ شریف

۲۵ ربیع الاول کو ہر سال منجانب گروہ مرثیہ خوانان قندیل جناب امیر علیہ السلام بسلامتی والیٔ ملک چڑھا کے بعد مجلس و دنگل ترقی ملک و سلامتی والیٔ ملک و بہبودی و فلاح رعایا و مومنین کیلئے دعا کی جاتی ہے ۔ یہ سلسلہ زمانہ سلاطین قطب شاہیہ سے جاری ہے جس کو تخمیناً تین سو سال سے زیادہ ہوتے ہیں ۔ اس کی خاص وجہ یہ تبلائی گئی ہے کہ اسی تاریخ حضرات اہل بیت علیہم السلام قید سے رہائی پاکر وارد مدینہ منورہ ہوئے ۔ اسی کی تاسی میں اس قندیل کی بناء کی گئی ہے ۔ اس تقریب میں ہمیشہ مرثیہ خوانان و بازوداران اعلیٰ سے اعلیٰ فاخرہ لباس پہن پہن کر مثل عید کے شریک دنگل ہوتے تھے ۔ جب یہ خبر جناب مولوی میر کاظم علی صاحب ضیا اعلی اللہ مقامہ کو معلوم ہوی تو ایک سال مولوی صاحب خود شریک قنادیل ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ عید کرنے آئے ہو یا جناب امیر علیہ السلام کو پرسہ دینے آئے ہو ۔ آج کا دن قیامت

سے کم نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید لعین سے اپنے باپ کا سر لاکر تن سے ملحق فرماکر دفن فرمایا تھا۔ اس حساب سے آج چہلم امام حسین علیہ السلام مقرر ہے۔ آج جناب امیر علیہ السلام کو پرسہ دینے کا روز ہے نہ کہ خوشی کا۔ پس اسی دن سے تمام مرثیہ خوانوں نے لباس فاخرہ پہن کر آنا ترک کر دیا جو اس وقت تک جاری ہے۔

بہرحال یہ قندیل کوہ شریف اور دنگل بہت قدیم ہے۔ سلاطین نے اس میں زیادہ حصہ لیا تھا اس کے اخراجات کے لئے سالانہ معمول مقرر فرمائے تھے۔ اور حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شرکت سے عزت افزائی مرثیہ خوانان فرمائی تھی جس کا مفصل حال سید ولی صاحب کے حالات میں تحریر ہے اور دنگل میں اس قدر مومنین جمع ہوتے تھے کہ کوہ شریف پر مکانات کی قلت ہوتی تھی۔ رہنے کے لئے مکانات نہیں ملتے تھے۔ اس کے علاوہ جس قدر مکانات وہاں بنے ہوئے تھے صاحب مکان خود آتے تھے اور ان کے پاس مہمانوں کا سلسلہ رہتا تھا۔ جس کی تعداد صحیح بتلانا مشکل ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ دنگل کوہ شریف نصف عرس سے کم نہیں ہوتا تھا۔ اور لوگ برابر ۲۲ھ و ۲۳ھ ربیع الاول سے آنا شروع ہوتے تھے۔ بعض ۲۶ تک بعض ۲۷ تک بعض ایک ایک ہفتہ مقیم رہتے تھے۔ اور امراء نامدار بھی زیادہ حصہ لیتے تھے مثلاً نواب تہور جنگ مرحوم کے پاس سینکڑوں مہمان مقیم رہتے تھے۔ اسی طرح ہر امیر کے پاس کثرت سے مہمان داری ہوتی تھی۔ جب سے پہلے پنجشنبہ کو عروج ہوا دنگل بالکل ٹوٹ گیا۔ پہلے پنجشنبہ میں مومنین کی کثرت ہونے لگی تو ان واقعات کو دیکھکر جناب مولوی سید بندہ حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے اس طرف بہت توجہ فرمائی۔ ان کی توجہ کے ساتھ یہاں کی زینت میں انتہا کی ترقی ہوگئی اور آرام و آسایش مومنین میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ جابجا قنادیل نصب کئے گئے۔ تمام رات مومنین کی آمد و رفت رہتی تھی اور روشنی کا باقاعدہ انتظام رہتا تھا۔ پانی وغیرہ کی کسی کو تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ گو اس وقت سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ موٹر تھی نہ ریل مگر ہزارہا زائرین پیدل شکراموں میں، بنڈیوں میں، گاڑیوں میں چلے آتے تھے۔ ایک نور کی محفل گرم رہتی تھی۔ ہر شخص مصروف دکھائی دیتا تھا کہیں مجلس ہو رہی ہے کہیں آہ و زاری کہیں ماتم ہو رہا ہے کہیں مرثیہ خوانی ہر کہیں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں کہیں قرآن خوانی ہو رہی ہے۔ بہرحال تمام رات ایک خاص حالت رہتی تھی

اور ایک خاص منظر دکھائی دیتا تھا کہیں کھانے پینے کا ایک طرف انتظام رہتا تھا اور مومنین کے جاگنے کی خاطر اعلیٰ درجہ کی کشمیری چائے کا اہتمام رہتا تھا۔ بہر حال بڑی آسایش کے سامان تیار ہتے تھے اور مولوی سید احمد علی صاحب منتظم مقرر تھے۔ اس عروج کے بعد کچھ آپس کے نااتفاقیوں کی وجہ یہ سب باتیں رفتہ رفتہ بالکل جاتی رہیں۔

اس کے بعد جناب مولوی زین العابدین صاحب قبلہ نے از سر نو اسمیں حصہ لیا۔ اس زوال کے بعد پھر کمال شروع ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اس پہلے پنجشنبہ کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے امکان سے زیادہ کوشش وسعی فرمائی۔ اور ان کے زمانہ میں پہلے سے زیادہ اس پہلے پنجشنبہ کو عروج حاصل ہوگیا تھا۔ جب مولوی علی نقی صاحب قبلہ کا انتقال ہوگیا تو مولوی صاحب نے بوجہ اپنی مصروفیت کے پہلے پنجشنبہ کا انتظام ادارہ قمر بنی ہاشم کے حوالہ فرما دیا۔ اب انجمن کی جانب سے انتظامات عمل میں آرہے ہیں۔ اراکین انجمن نے بھی نہایت سعی سے اس کو برقرار رکھا۔ اور اسمیں وقتاً فوقتاً ترقی دیتے رہے انتہائی ترقی یہ کی کہ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ برقی روشنی کے افتتاح کے لئے ۳ ار رجب ۱۳۵۶ھ میں تشریف لائے اور جب سے برابر ہر سال رونق افروز ہوکر سعادت دارین مثل اپنے بزرگوں کے حاصل فرما رہے ہیں۔ خداوند عالم ہمارے ظل اللہ کو دیر گاہ باقبال وحشم سلامت رکھے بحق محمدؐ و آل محمد علیہم السلام۔

تفصیلی حالات انگل کوہ شریف

غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے بعد ۱۳۵۳ھ میں جب یاور خاں صاحب سر گروہ گروہ مرثیہ خوانان منتخب ہوے تو وہ ماہ ربیع الاول کی پانچویں یا چھٹی تاریخ تھی۔ تب یاور خاں صاحب نے کہا کہ اس سال کی آمدنی نذر قنادیل غلام حسین صاحب مرحوم کو وصول ہوچکی ہے اب اخراجات کہاں سے تکمیل پائیں۔ سب مرثیہ خوانان اپنے حسب حوصلہ نذر قنادیل میں حصہ لیں۔ تمام مرثیہ خوانان نے اپنی رضامندی ظاہر کی مگر ابراہیم علی صاحب نے فرمایا کہ قنادیل مرثیہ خوانان کے ہیں مگر اس کے اخراجات ہمیشہ مومنین سے

حاصل ہوتے ہیں۔ اس پر یاور خاں صاحب نے مولانا مولوی سید بندہ حسن صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ سے خواہش کی کہ سرکار ایک مضمون تحریر فرمائیں تو میں اخبار میں شائع کر کے مومنین سے نذر قنادیل حاصل کرتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس پر ابراہیم علی صاحب نے اعتراض فرمایا کہ اول تو اخبار میں شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے یہ تو بھیک مانگنے کا اچھا ذریعہ یا طریقہ نکلا۔ یہہ الفاظ یاور خاں صاحب کو سخت ناگوار ہوئے۔ انھوں نے دوسرے سال مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم بہادر باب حکومت کے پاس کوشش کر کے حسب فرمان اقدس و اعلیٰ مبلغ ایک سو روپیہ سالانہ جدید معمول بغرض اخراجات قنادیل دگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ کے نام سے جاری کروایا جو محکمہ امور مذہبی سرکار عالی سے ۱۳۴۶ف سے برابر سالانہ ایصال ہو رہے ہیں۔ اس اجرائی میں بڑی بڑی دقتیں ہوئیں۔ قریب تین سال کوشش کرنا پڑا جس میں سرکار مولانا سید بندہ حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ اور نواب یوسف علیخاں مرحوم و مغفور مددگار ناظم جمعیت سرکار عالی اور نواب شہید یار جنگ بہادر نے زیادہ حصہ لیا۔ ہر طرح امداد فرمائی۔ خداوند عالم مرحومین کے درجات عالی فرمائے اور محمد و آل محمد کیساتھ محشور فرمائے۔ اور نواب شہید یار جنگ بہادر کی عمر و اقبال میں معہ اولاد کے روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور ان کے علاوہ بھی اکثر حضرات نے بہت کچھ امداد فرمائی ہے۔ بوجہ طوالت ان کے نام نامی تحریر نہیں کئے گئے۔ مگر سب کے لئے ہمیشہ دعا یہ ہے کہ حضرات محمد و آل محمد اس کا صلہ عنایت فرمائیں۔ معمول سرکار ایک سو روپیہ اخراجات قنادیل کے لئے کافی نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرات مومنین بھی نذر قنادیل حسب عادت قدیم سرفراز فرماتے ہیں۔ جس کی آمدنی و خرچ کی آٹھ سالہ رپورٹ بغرض ملاحظہ آخر میں پیش کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ خزانہ صرف خاص مبارک سے سالانہ (مار ۱۲) معمول دگل کوہ شریف بغرض ادائی نیاز دگل کوہ شریف ایصال ہوتے ہیں۔ اس رقم سے فتح علی صاحب مرحوم جمعدار جواہر و عنایت علی صاحب مرحوم و طاہر علی صاحب اپنی اپنی زندگی تک نہایت عمدہ انتظام خوراک مرثیہ خوانان کرتے رہے مگر جب سے عاشق حسین صاحب اون کی جگہ مقرر ہوئے۔ اپنے بزرگوں کا قدیم دگل بھی موقوف کر دیا اور اسکے ساتھ ساتھ اطعام مرثیہ خوانان دگل کوہ شریف بھی موقوف کر دیا۔ اسکی کارروائی حسب الحکم صدر المہام صاحب بہادر صرف خاص مبارک محکمہ امور مذہبی صرف خاص مبارک میں چلکر دو فیصلے ہو چکے۔ پہلا فیصلہ یہ ہوا کہ

نصف رقم خود عاشق حسین صاحب حاصل کرلیں اور نصف رقم سے حسب رائے سرگروہ مرثیہ خوانان عمل کیا جائے۔ مگر وہ تعمیل نہ کرنے سے دوسرا فیصلہ یہ ہوا کہ کامل رقم سے بہ نگرانی سرکار انتظام کیا جائے اس پر عاشق حسین صاحب نے نظر ثانی اور کوشش کرکے دفتر امور مذہبی سے دفتر صدر مجالس میں مقدمہ کو منتقل کروایا ہے۔ اب وہاں تحقیقات جاری ہے۔

بہر حال پانچ سال سے یہ مقدمہ چل رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ عاشق حسین صاحب نے تمام ذاکرین امام حسین علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ اور سخت وسست فرمائے۔ یہ سنکر بازو دار بھی ہمارے آمادۂ فساد ہوگئے تھے کہ ترکی بہ ترکی جواب ادا کریں گے۔ مگر یاور خاں صاحب نے سب کو روک دیا کہ نہیں ایک دفعہ اون کو سمجھا دیا جائے۔ اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں تو تم کو اختیار ہے۔ چنانچہ سمجھا دیا گیا۔ آیندہ ان کی مرضی مبارک۔ بہر حال جس سال سے عاشق حسین صاحب نے مرثیہ خوانان کو دنگل میں کھانا کھلانا موقوف کردیا تو مرثیہ خوانان کو بہت تکلیف ہوئی۔ یہ خبر سنکر نواب احمد یار جنگ مرحوم ومغفور نے اپنے اسٹیٹ سے سالانہ ایک سو روپیہ بغرض اطعام مرثیہ خوانان جاری فرمائے جو نواب صاحب کی زندگی تک ایصال ہوتے رہے۔ بعد انتقال نواب صاحب وہ ملتوی ہوگئے۔ جب سے یاور خاں صاحب سرگروہ ہوئے مثل دوسرے کارروائیوں کے اس معمول کو بھی بڑی محنت وکوشش کرکے حسب سفارش حضرت گوہر النساء بیگم صاحبہ ہمشیرۂ نواب احمد یار جنگ مرحوم اجرا کروایا جو سال ۵۹ھ سے برابر ایصال ہو رہا ہے۔ اس معمول کیلئے نواب میر باقر علیخاں بہادر جاگیردار اور دیگر حضرات نے بڑی مدد فرمائی۔ خدا ورسول وآئمہ معداً اس کا صلہ عنایت فرمائیں۔ پھر بقایا معمول پانچ سالہ کیلئے بھی بہت کوشش کی ضرورت لاحق ہوی۔ الحمد اللہ اوس میں بھی کامیابی حاصل ہوی۔ اور رقم بقایا بھی مبلغ (صمار) روپیہ یہمدست ہوگئے۔ بعد وضعات اخراجات وتقسیم بازو داران مبلغ (مارصہ) روپیہ اور سید محمد حسین صاحب نبیرۂ سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے عطیہ (صہ) اس طرح (مارصہ) روپیہ موجود ہیں۔

بہر حال یہ دونو کارروائیوں میں مولوی سید سراج الدین صاحب منتظم کورٹ آف وارڈز سرکار عالی ومولوی محمد علی بیگ صاحب ومولوی قربان علی صاحب ومولوی سید ضمیر حسین صاحب نے بہت بڑا حصہ لیا۔ ان سب حضرات کو خدا ورسول وآئمہ طاہرینؑ آباد وشاد رکھے۔ تمام ذاکرین ان سب حضرات

کیلئے ہمیشہ دعاگو ہیں۔
سابقہ قنادیل آرائشی کو ہمارے ظل اللہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے ناپسند فرمایا۔ اس لئے بجائے قنادیل آرائشی اب پٹرومکس ہر سہ کوہ شریف پر چڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اخراجات بھی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر بہ قنادیل سے ہر تقریب میں ہر سہ کوہ شریف پر روشنی ہوتی ہے اور مومنین کیلئے اس سے بہت آرام و آسایش ہو گئی ہے۔
زمانہ سابق میں ذکل کوہ شریف کے واسطے مرثیہ خوانان کی سواری کیلئے متعدد ہاتھی اونٹ اور رتھیں اور بنڈیاں علاقہ صرف خاص مبارک سے زمانہ غلام اصغر صاحب مرحوم سرگروہ تک صیر ہوتے تھے اور مطلوبہ بھی اجراء ہوتا تھا۔ مگر عدم توجہ تراب علی صاحب مرحوم سرگروہ سے یہ سب چیزیں موقوف ہو گئیں۔ یاور خاں صاحب نے ایک درخواست صدرالمہام صرف خاص مبارک کے پاس پیش کی تو نواب صدرالمہام صاحب نے فرمایا کہ بغیر حکم خسروی کے ہم اجراء نہیں کر سکتے۔ آپ معروضہ پیش کرو۔ اس بناء پر بارگاہ خسروی میں معروضہ گزراننے کا شرف حاصل کیا۔ جس پر فرمان ہوا۔
(ان اجرائی مطلوبہ کے باب میں زمانہ قدیم میں کیا طریقہ رہا۔ یہ بیشتر اجراء ہوتا تھا تو کب سے موقوف ہے اور موقوفی کے کیا وجوہ ہیں) اس پر بدقت تمام سابقہ داخلہ بھی برآمد ہو گیا اور حسب فرمان اقدس و اعلیٰ محکمہ نظامت و محکمہ کارخانہ جات سے کیفیت ملاحظہ میں پیش ہے۔ اگر منظور ایزدی ہے تو بہ تصدق محمد و آل محمد عنقریب اسکی اجرائی بھی حسب فرمان خسروی عمل میں آجائیگی۔ کوشش جاری ہے۔
سابق میں قنادیل بلدہ سے دوپہر کو روانہ کوہ شریف ہوتے تھے مگر اب یاور خاں صاحب نے تبدیل وقت کر دیا۔ بہت اہتمام سے رقعہ تقسیم کرتے ہیں اور ٹھیک پانچ بجے مجلس شروع ہوتی ہے۔ کثرت سے مومنین شریک مجلس ہوتے ہیں۔ بعد مجلس چھ بجے قنادیل سلامتی اقدس و اعلیٰ روانہ ہوتے ہیں۔ جلوس قنادیل میں مومنین کی کافی تعداد گرگاہ پنجہ شاہ ولایت سے چادر گھاٹ تک ساتھ رہتی ہے وہاں سے مومنین واپس ہو جاتے ہیں۔ صرف مرثیہ خوانان جلوس قنادیل کے ہمراہ اپنی اپنی سواریوں میں یعنے شکرموں میں روانہ ہوتے ہیں خصوصاً گرما کے موسم میں بہت تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔ قریب کوہ شریف جب بمقام پنجہ مولا قنادیل پہونچتے ہیں تو مومنین اوپل گوڑہ یعنے حیدرنگر کو خدا و رسول و آئمہ طاہرین خوش و خرم

وآباد وشاد رکھے) جو کئی سال سے پنجہ مبارک پر مومنین و ذاکرین کیلئے فرش و روشنی چاء پانی وغیرہ کا انتظام اعلیٰ درجہ پر نہایت اہتمام و خلوص سے کرتے ہیں جمع رہتے ہیں۔ سال گزشتہ یعنے ۱۳۵۹ھ سے کھانے کا بھی انتظام نہایت کشادہ پیشانی سے فرماتے ہیں۔ قریب دوسو آدمی مدعو ہوتے ہیں۔ بہت اچھی طرح خاطر و مدارات کی جاتی ہے۔ کھانے کے بعد چاء نوشی کا انتظام بھی بہت اچھی طرح ہوتا ہے۔ اکثر حضرات اپنی ضرورتوں سے اور نماز وغیرہ سے جب فارغ ہوتے ہیں تو مجلس ہوتی ہے۔ بعد مجلس تمام مومنین و ذاکرین پنجہ مبارک سے الاوہ کوہ شریف تک جلوس قنادیل میں شرکت فرما کر واپس ہوتے ہیں۔
خدا و رسول و ائمہ طاہرینؑ مومنین حیدرنگر یعنے اوپل گوڑہ کو سلامت رکھے اور ان کے ارادوں میں ان کو کامیاب فرمائے اور اس قسم کی توفیق جملہ مومنین کو عنایت فرمائے بحق محمد و آل محمد علیہم السلام کہ انہوں نے عجب کار خیر کی ابتداء فرمائی ہے۔ اور بہ تصدق آئمہ طاہرینؑ یہ ہمیشہ جاری رہیگی۔

تراب علی صاحب نے اکیس سال اور غلام حسین صاحب نے اٹھارہ سال تک کار سرگروہی کو انجام دیا۔ ہر دو صاحبین کا یہ طریقہ تھا کہ سربرآوردہ مرثیہ خوانان کو دوسروں سے خاص طور پر زیادہ نذر دیتے تھے۔ جب کوئی شخص حساب دریافت کرتا عذر لنگ کرتے اور حساب فہمی سے گریز کرتے جس سے اکثر جھگڑے ہوتے رہے۔ اس لئے یاور خاں صاحب نے اس طریقہ کو بدنما سمجھکر اپنے زمانے کا حساب بالکل پاک رکھا ہے۔

ہر سال ایک مثل علیحدہ علیحدہ آمدنی و اخراجات کی ترتیب دی جاتی ہے۔ ہر مرثیہ خوان بلکہ بازو دآیا جس شخص کا جی چاہے حساب ملاحظہ فرماسکتا ہے۔ ان کو بتلانے میں دریغ نہیں ہے۔

اسمائے گرامی مومنین جو سال ۱۳۵۳ھ میں نذر قنادیل ذنگل کوہ شریف سلامتی اقدس اعلیٰ مرحمت فرمائے تھے حسب ذیل ہیں۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ	برائے طعام مرثیہ خوانان عطیہ عالیجناب نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور	مار
۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ	تقسیم حصہ قند مار روٹی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر	

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	متولی مکی نعل صاحب	کاروان	للعہ	۳	جناب نواب حیدر علیخاں بہادر	کوہ شریف	۴/ عصہ
۲	جناب حاجی طیب علی صاحب	سلطان بوا ہیر	۸/ عا	۴	بجہت قم الطعام مرثیہ خوانان از عالیجناب نواب احمد یار جنگ بہادر		سے
						جملہ	۱۲/ عہ

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل
	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	۵	عالیجناب نواب سید رحمت علیخاں بہادر خلف نواب ارسلان جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	ہ
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	عہ				
۲	دیوڑھی عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر	۔	عہ/۹	۶	عالیجناب نواب سید محمد مظفر خان بہادر خلف نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم	کوچہ کرو صاحب	ہ
۳	عالیجناب محل نواب اکرم الدولہ مرحوم	پتھر گٹی	عہ				
۴	عالیجناب نواب سجاد علیخاں بہادر خلف نواب سرتاج جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	عہ	۷	عالیجناب نواب سید حمید علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عا
				۸	نواب سید ریاضت علیخاں بہادر خلف نواب سید علیخاں بہادر جعفری	دیوڑھی نواب [illegible] جنگ مرحوم	عا

نمبر	نام	مقام	رقم	نمبر	نام	مقام	رقم
۹	عالیجناب میر عالم علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب فتحیاب جنگ مرحوم	۸	۱۲	عالیجناب نواب لیاقت علیخاں بہادر	دیوڑھی فیضیاب جنگ مرحوم	۴عصہ
۱۰	رر سید سراج الحسن صاحب	دریچہ ماما	عصہ	۱۳	رر مرزا غلام اصغر صاحب منتظم کورٹ	بازار نور خاں	۴عصہ
۱۱	رر سید محمد صاحب منتظم علاقہ نواب کمال یار جنگ بہادر	حویلی قدیم	عصہ	۱۴	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف مرزا حمید علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۴عصہ

آمدنی دنگل نذر قنادیل	عـہ ۱۲/	نذر قنادیل عطیہ مومنین	لـہ ۹/	جملہ میزان	عـہ ۵/

فہرست اخراجات نذر قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن علیہ السلام

بابتہ سال ۱۳۵۳ھ

تیاری قندیل کوہ شریف ایک عدد عـہ — تیاری قندیل کوہ قدم رسول ایک عدد عـہ — خریدی لنگر برائے کوہ امام ضامن ۲ عدد صہ — کرایہ گولہ برقی ۲ عدد ۸/

کرایہ تشکرام روانگی ہمراہ قنادیل ایک منزل ۸/ — اجرت قنادیل برداران ۴ نفر ۲ قندیل لے — خوراک قنادیل برداران ۲ یوم ۴ نفر — انعام قنادیل برداران بوجہ بارش ۴ نفر عصہ

اجرت روشن چوکی سالم ۲ یوم مہ — تاشہ مرفہ ۲ عدد ۴ یوم عـہ — انعام مالیان باغ ارسلان جنگ مرحوم بذریعہ داروغہ صاحب ۸/ — سہرے و نذر جملہ مقامات ۴عصہ ۱۲/

رسی سوت برائے قنادیل ۸/ — الٹوائی لنگر کوہ امام ضامن ۸/ — متفرق ۸/ — چھپوائی مضمون اخبار رہبر دکن صہ

چھپوائی رسائد وصولی نذر قنادیل مع کاغذ عصہ ۱۲/ — کرایہ جھٹکہ متفرق ۴عصہ ۱۲/ — چھپوائی حساب آمدنی و خرچ برائے تقسیم مومنین ۵۰ عدد صہ — جملہ اخراجات قنادیل ۸لعـہ ۶/

آمدنی نذر قنادیل عـہ ۵/ — فاضل اخراجات قنادیل بابتہ سال ۱۳۵۳ھ لـہ

اسمائے گرامی مومنین جو سال ۱۳۵۴ھ میں نذر قنادیل دگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ حضرت مرفرماتے تھے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۔ تقسیم حصہ حضور مارونڈی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشانات سلسلہ	اسمائے بانی دگل	مقام دگل	نذر قنادیل	نشانات سلسلہ	اسمائے بانی دگل	مقام دگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب مولوی سید ولایت حسین نقوی	الاوہ حضرت سکینہؑ	عہ ۸/	۶	عالیجناب نواب قربان حسین خان بہادر	کوچہ مرزا علی مرحوم	۲عصہ ۸/
۲	رر نواب بندہ علیخان صاحب	گلزار حوض	صہ	۷	رر میر محمد ہادی صاحب	کوچہ ایرانی	۲عصہ ۸/
۳	رر مرزا غلام حیدر صاحب	اطہ نواب شوکت جنگ	۲عصہ	۸	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوا ہیر	عہ ۸/
۴	رر میر داور علی صاحب و رر سید نور الہدیٰ صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباسؑ	لـ	۹	رر منولی مکی نعل صاحب	کا روان	للہ
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ	۰	جملہ	میزان	عیہ ۸/

نشانات سلسلہ	اسمائے معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	نشانات سلسلہ	اسمائے معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	صہ عہ	۵	عالیجناب نواب راحت علیخان بہادر	منڈی میر عالم	صہ
۲	دیوڑھی عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر	پتھر گٹی	عہ ۹/	۶	رر نواب محمد مظفر خاں بہادر	کوچہ کرڑولیصاحب	صہ
۳	عالیجناب نواب سجاد علیخان	منڈی میر عالم	عہ	۷	رر نواب سید ریاست علیخان بہادر خلف نواب سید علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عہ
۴	رر نواب نراب یار جنگ بہادر	ایضاً	صہ				

۸ عالیجناب مولوی میر محمد علیخان صاحب مرحوم	الاوہ بی بی	عہ	۱۶	بذریعہ تہور خان صاحب مرحوم	مرثیہ خوان	۲عصہ
۹ رر نواب عالم علیخاں بہادر	دیوڑھی فیضیاب جنگ	عہ	۱۷	عالیجناب سید محمد صاحب منتظم	کوچہ خطیب	۲عصہ
۱۰ رر نواب میر محمد علیخاں بہادر	کوچہ خطیب	عہ		دیوڑھی نواب کمال یار جنگ بہادر		
بذریعہ نثار حسین صاحب مرثیہ خوان			۱۸	عالیجناب نواب لیاقت علیخاں بہادر	دیوڑھی فیضیاب جنگ مرحوم	۲عصہ
۱۱ عالیجناب نواب حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ	۱۹	رر مولوی غلام عباس صاحب	کمیعت بالسٹی	۲عصہ
۱۲ رر مرزا قاسم علی صاحب خلف	کوچہ کمبل پوش	۲عصہ	۲۰	رر مولوی طاہر علی صاحب	اعظم پورہ	۲عصہ
رر مرزا حیدر علی صاحب			۲۱	رر میر احمد علی خاں صاحب	دیوڑھی نواب قمر نواز جنگ بہادر	۱۴ر
۱۳ رر مولوی سید سراج الحسن صاحب	دبیرپورہ مانا	۲عصہ		خلف ڈاکٹر میر محمود علی صاحب	مرحوم	
۱۴ رر نواب یوسف علیخاں بہادر	کاروان	۲عصہ	۲۲	رر ایک سیدانی بی صاحبہ بذریعہ	بازار نور الامراء	ار
۱۵ رر ڈاکٹر میر محمد حسین صاحب مرحوم	بازار نور الامراء	۲عصہ		رر نواب میر محمد علیخاں مرحوم		

نذر قنادیل دنگل	۸ر	عطیہ مومنین	۱۴ار	جملہ میزان	۶ر

فہرست اخراجات قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسولؐ و کوہ امام ضامنؑ علیہ السلام بابتہ سال ۱۳۵۴ھ

تیاری قندیل کوہ شریف آرائشی	تیاری قندیل کوہ قدم رسولؐ	تیاری قنادیل کوہ امام ضامنؑ آرائشی	کرایہ گولہ برقی
ایک عدد ـ عہ	ایک عدد ـ عہ	۲ عدد ـ عہ	ایک عدد ۲عصہ ۸ر

کرایہ ٹنکرام روانگی ہمراہ قنادیل	اجرت قنادیل برداران	باجہ نوازان ۳ یوم	انعام مالیان باغ
تا کوہ شریف عہ ۸ر	سرسہ کوہ شریف عہ ۸ر	لعہ	ارسلان جنگ مرحوم ۸ر بذریعہ داروغہ صاحب

سہرے ونذر کوہ شریف — خریدی رسی سوت برائے قنادیل — خرچ متفرق — ادائی فاضل گزشتہ

جملہ مقامات پر عہ ۸/ — ۲عصہ ۸/ — ۱۴ ہے ۱/ — ۱/ ہے

چھپوائی مضمون اخبار وحساب عہ — جملہ اخراجات قنادیل ما ر سعہ ۱۵/ — جملہ میزان نذر قنادیل ما دیے ۱/

آمدنی وخرچ

باقی سلک ۷/

فہرست اسمائے مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۵ھ مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ تقسیم حصہ تورما سعی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب حاجی حبیب علی صاحب	سرائے بوا ہیر	عہ
۲	رر مولوی سید ولایت حسین صاحب نقوی	کمان ایلچی بیگ	عہ	۸	رر نواب قربان حسین خاں صاحب	کوچہ مرزا علی ڈاکٹر	۴عصہ ۱۴/
۳	رر نواب بندہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	سے	۹	رر مرزا باقر علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	عہ
۴	رر محل مرزا غلام سجاد صاحب مرحوم	احاطہ نواب کنت جنگ بہادر	۲عصہ	۱۰	رر میر محمد ہادی صاحب	کوچہ ایرانی	۴عصہ ۱۴/
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ	۱۱	عاشور خانہ مکی نعل صاحب	کاروان	للعہ
۶	رر میر داور علی صاحب	درگاہ حضرت عباس علیہ السلام	سے	۱۲	عالیجناب نواب سید ریاض علیخاں صاحب	کوہ شریف	عہ ۸/
	رر نورالہدیٰ صاحب متولیان				جملہ	میزان	۱للعہ

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	صعہ
۲	از دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	پتھر گٹی	عہ ۱۴/
۳	عالیجناب نواب سعادت علیخان صاحب بہادر خلف نواب سراج جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	عہ
۴	؍؍ نواب تراب علیخان بہادر مہتمم پولیس ضلع اطراف بلدہ	حیدر گوڑہ	عہ
۵	؍؍ نواب احسن علیخان بہادر خلف نواب ارسلان جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	صہ
۶	؍؍ نواب یوسف علیخان مرحوم مددگار نظم جمعیت سرکار عالی	کاروان	عہ
۷	عالیجناب نواب ریاضت علیخان بہادر خلف نواب سید علیخان صاحب بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عہ
۸	عالیجناب میر عسکر علی صاحب معتمد نواب سالار جنگ بہادر	بارہ دری	عہ
۹	عالیجناب نواب حیدر علیخان	منڈی میر عالم	عہ

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱۰	عالیجناب عبد اللہ نواب سعادت علی خان بہادر خلف نواب ثریا جنگ مرحوم	بیرون یاقوت پورہ	عہ
	. . . . . .	. . . . . .	. .
۱۱	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف مرزا حیدر علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۲عصہ
۱۲	عالیجناب مولوی غلام عباس صاحب	کھیت بال سٹی	۲عصہ
۱۳	عالیجناب سید سراج الحسن صاحب	دریچہ ماما ۔	۲عصہ
۱۴	عالیجناب نواب محمد علیخان صاحب ناظر عدالت ہائیکورٹ	امام باڑہ	۸/
۱۵	عالیجناب حاجی بابل صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۲عصہ
۱۶	عالیجناب حمایت علی صاحب متولی درگاہ نعل مبارک	نعل مبارک	۸/
۱۷	عالیجناب میر سجاد علی صاحب ذریعہ سعادت علی صاحب مرثیہ خوان	قطبی گوڑہ	۲/
	. . . . . .	. . . . . .	. .

نذر قنادیل لہ سہ	نذر عطیہ مومنین	سعہ	میزان	ماد سعہ

فہرست اخراجات قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن

بابتہ سال ۱۳۵۵ھ

تیاری قنادیل ہر سہ کوہ شریف	اجرت قنادیل برداران ہر سہ کوہ شریف	اجرت باجہ نوازان
۴ عدد	معہ خوراک ۔	
اجرت گولہ برقی	سہرے و نذر و غیرہ	کرایہ شکرام ہمراہی قنادیل
۴ عدد فی (ے)		ایک منزل
چھپوائی حساب معہ رقعہ	جملہ اخراجات قنادیل	جملہ آمدنی نذر قنادیل بشمول باقی سلک گزشتہ

اخراجات متفرق معہ کرایہ موٹر و غیرہ

فاضل اخراجات

یہ رقم فاضل سرگروہ صاحب نے اپنی ذات سے ادا کیا۔ یہ خرچ اجرائی معمول محکمہ امور مذہبی سرکار عالی سے متعلق ہے۔

اسماء مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۶ھ مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۔ تقسیم حصہ روٹی برائے مرثیہ خوانان فرمایا۔ عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذرانہ عطیہ	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذرانہ عطیہ
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب نواب باقر حسین خان بہادر	کوچہ مرزا علی ڈاکٹر	۲عصہ ۴/
۲	ر ر سید ولایت حسین صاحب نقوی	عاشور خانہ حضرت سکینہ	عاہ ۸/	۸	ر ر مرزا باقر علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	عاہ
۳	ر ر نواب شاہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	ے	۹	ر ر میر محمد ہادی صاحب	ایرانی گلی	۲عصہ ۴/
۴	ر ر محل مرزا آغا داد سجاد صاحب مرحوم	اٹھا نواب شوکت جنگ بہادر	۲عصہ	۱۰	عاشور خانہ ملکی نعل صاحب	کاروان	للعہ
۵	ر ر میر داور علی صاحب و ر ر میر نور الہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس علیہ السلام	ے	۱۱	عالیجناب حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوا ہیر	عاہ
					جملہ میزان		لہ عہ
۶	ر ر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ				

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذرانہ عطیہ	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذرانہ عطیہ
۱	از محکمہ امور مذہبی سرکار عالی	.	عار	۹	عالیجناب میر عسکر علی صاحب معتمد	بارہ دری	عاہ
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	ءعہ	۱۰	ر ر نواب باصفت علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عاہ
۳	منجانب گروہ مرثیہ خوانان	......	ءعہ	۱۱	ر ر نواب تقی علیخاں بہادر	کاروان	عاہ
۴	عالیجناب نواب سعادت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ	۱۲	ر ر نواب حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عاہ
	خلف نواب سرتاج جنگ مرحوم	.		۱۳	ر ر نواب تراب علیخاں بہادر	حیدر گوڑہ	عاہ
۵	از دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	.	اعہ ۴/۶/۴	۱۴	ر ر عالیجناب مرزا آغا قاسم علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۲عصہ
۶	عالیجناب نواب راحت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	صہ		خلف مرزا حیدر علی صاحب		
۷	ر ر مرتضی بشارت علی صاحب	بشیر باغ	صہ	۱۵	عالیجناب سید اسد اللہ خان صاحب	بارہ دری	۲عصہ
۸	ر ر والدہ نواب سعادت علیخاں	یاقوت پورہ	عاہ	۱۶	ر ر نواب سلیمان علیخاں بہادر	قریب بیگم پیٹھ	۲عصہ
	خلف ثریا جنگ مرحوم			۱۷	ر ر غلام عباس صاحب	کھیت بال سی	۲عصہ

۱۸	عالیجناب حاجی جمال صاحب تاجر	کعبت بال شی	عصر	۲۱	عالیجناب نواب محمد علیخان بہادر	امام باڑہ	۸ر
۱۹	رر نواب ببر علی صاحب	رر دبیر پورہ	عصر	۲۲	رر حمایت علی خلیفہ صاحب متولی	درگاہ نعل مبارک	۸ر
۲۰	رر سید سراج الحسن صاحب	دریچہ ماتا	عصر				
جملہ نذر دنگل لعہ	عطیہ مومنین	ما للعہ ۲ر		جملہ میزان	ما لعہ ۲ر		

فہرست اخراجات قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ

امام ضامن علیہ السلام بابتہ سال ۱۳۵۶ھ

تیاری قنادیل ہر سہ شریف — ۴ عدد — صہ

خوراک و کرایہ سواری مرثیہ خوانان و بازوداران — ہعہ ۸ر

مزدوری قنادیل برداران معہ خوراک — لعہ ۸ر

مزدوری باجہ نوازان ۳ یوم — ہعہ

کرایہ گولہ برقی ۳ عدد — ۱۲ ہے

نذر و سہرے وغیرہ برائے قنادیل — ہے

کرایہ سیکلرام ہمراہی قنادیل — عہ

چھپوائی فارم مجلس برائے تقسیم مومنین — ہعہ ۸ر

تبرک برائے مجلس درگاہ پنجہ شاہ ولایت — صہ

قندیل سٹرومکس بغرض روشنی کوہ قدم رسول — صہ ۲/۵ ر

اخراجات متفرق منجانب گروہ مرثیہ خوانان — عہ ۳ر

جملہ میزان اخراجات — ما لعہ ۴ ر ۶ پ

اسمائے مومنین جو نذر قنادیل ڈنگل کوہ شریف سلامتی حضرت اقدس و اعلی بابتہ سال ۱۳۵۷ھ مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ تقسیم حصہ قوماروٹی برائے مرثیہ خوان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ڈنگل	مقام ڈنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ڈنگل	مقام ڈنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید ولایت حسین صاحب نقوی	عاشورخانہ حضرت سکینہ	عـہ ۸ر	۶	عالیجناب میر محمد ہادی صاحب	ایرانی گلی	۳ عصہ ۴ر
۲	ر نواب بندہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	صہ	۷	ر متولی گلی اعلی صاحب	کاروان	للعہ
۳	ر میر اور علی صاحب	درگاہ حضرت عباسؑ	لـے	۸	ر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوابیر	عـہ
۴	ر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ	۹	ر نواب شہنشہ علیخاں بہادر	کوہ شریف	۳ عصہ ۴ر
۵	ر نواب فخر یار حسین خاں بہادر	کوچہ میرزا علی ڈاکٹر	۳ عصہ ۴ر		جملہ میزان		عـہ ۴ر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	مقام سکونت	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱	از محکمہ امور مذہبی سرکار عالی	.	عار	۴	از ڈیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	.	لـے ۸ر
		.		۵	عالیجناب نواب راحت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	صہ
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	عـہ	۶	ر سید محمد علی صاحب موسوی	حمام باغ دارالشفا	عـہ
۳	ر نواب سعادت علیخاں صاحب	منڈی میر عالم	عـہ	۷	ر نواب سید ریاست علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب فخر نواز جنگ بہادر	عـہ

نمبر	نام	مقام	رقم
۸	عالیجناب نواب تقی علیخاں بہادر مددگار نوشتگی عامہ سرکار عالی	کاروان	لعہ
۹	ر ر حمید علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	لعہ
۱۰	ر ر نواب نصیب علیخاں بہادر مہتمم کارخانجات صرفخاص مبارک	حیدر گوڑہ	لعہ
۱۱	ر ر مرزا قاسم علی صاحب خلف	کوچہ کمبل پوش	۳عصہ
	ر ر مرزا حمید علی صاحب		
۱۲	ر ر حسن مرزا صاحب بتوسط	کوچہ مرغ خانہ	۱عصہ
	ر ر مہدی بیگ صاحب		
۱۳	ر ر سید میر زین العابدین صاحب علامہ	کوچہ کمبل پوش	۳عـعہ
۱۴	ر ر نواب سلیمان علیخاں بہادر ناظم دارالانشاء سرکار عالی	بیگم بیچہ	۳عصہ

نمبر	نام	مقام	رقم
۱۵	عالیجناب مولوی مرزا علی جواد صاحب وکیل	ایرانی گلی	۴عصہ
۱۶	عالیجناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب	کالی مسجد	۳عصہ
۱۷	ر ر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۳عصہ
۱۸	ر ر نواب میر ببر علی صاحب	اندرون دبیرپورہ	۴عصہ
۱۹	ر ر مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۴عصہ
۲۰	ر ر محل مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۸/
۲۱	ر ر دختر مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۴/
۲۲	ایک مومنہ	رسالہ عبداللہ	۲/

نذر قنادیل و نگل ۔ عطیہ مومنین (مادرے ۱۶۶) ۶/۶/

جملہ میزان مارللعہ ۶/۶/

فہرست قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسولؐ و کوہ امام ضامنؑ

بابتہ سال ۱۳۵۷ھ

تیاری قنادیل ہر کوہ شریف	خوراک و کرایہ مرثیہ خوانان و	قنادیل برداران معہ خوراک
۴ عدد ۔ صہ	بازوداران دلہ	وغیرہ لعہ ۸/

باجہ نوازان ۳ یوم	گولہ برقی ۴ عدد	نذر و سہرے برائے قنادیل وغیرہ
اعہ	صہ	ہے

کرایہ شکرام ہمراہی قنادیل | چھپوائی فارم و رقعہ مجلس | تبرک برائے مجلس پنجہ شاہ ولایت

[illegible] | پنجہ شاہ ولایت [illegible] | عـــہ

اخراجات متفرق | جملہ میزان اخراجات | فاضل خرچ

[illegible] | مار [illegible] | [illegible]

اسمائے مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلی بابتہ سال ۱۳۵۸ھ میں مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ تقسیم قور و ماروٹی حصہ برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان مسلسل	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان مسلسل	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید عسکری حسن صاحب	قریب حسینی علم	عصہ	۷	عالیجناب محمد باقر صاحب	کوچہ امیر [illegible]	عصہ
۲	رر سید ولایت حسین صاحب نوری	عاشورخانہ حضرت سکینہ	عہ/۸	۸	رر منوتی نانی خلیل صاحب	کاروان	عہ
۳	رر نواب بندہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	صہ	۹	رر مرزا واجد علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	عہ
۴	رر میر داور علی صاحب و رر سید نورالہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس	لـ	۱۰	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوا میر	عہ
				۱۱	رر میر امانت علی صاحب	کوہ شریف	۲عصہ
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ				
۶	رر نواب قربان حسین خاں بہادر	کوچہ ڈاکٹر مرزا علی مرحوم	۲عصہ		جملہ میزان	(عـــہ)	

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	مقدار عطایا
۱	از محکمۂ امور مذہبی سرکار عالی	.	۱۲/
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	وعہ
۳	عالیجناب نواب سعادت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	سعہ
۴	ر ر نواب … علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ
۵	ر ر مولوی علی جواد صاحب وکیل	ایرانی گلی	عہ
۶	ر ر نواب … علیخاں بہادر خلف محتشم جنگ مرحوم	… ناکہ	عہ
۷	نواب … علیخاں … ناظم دار الانشاء سرکار عالی	قریب …	عے
۸	عالیجناب نواب سید … علیخاں بہادر خلف نواب سید … علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عے
۹	ایک مومنہ	قریب دیوڑھی …	عے
۱۰	ایک مومنہ	از دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	عے
۱۱	عالیجناب سید حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عے

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	مقدار عطایا
۱۲	عالیجناب نواب یوسف علیخاں بہادر خلف ر ر نواب تقی علیخاں بہادر	کاروان	عے
۱۳	ر ر نواب سید تراب علیخاں بہادر مہتمم کارخانہ جات علاقہ صرف خاص مبارک	حیدر گوڑہ	عے
۱۴	عالیجناب میر محمد حسین صاحب عابدی وکیل	منڈی میر عالم	۴عصہ
۱۵	ر ر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۴عصہ
۱۶	ر ر حسن مرزا صاحب بتوسط ر ر مرزا مہدی بیگ صاحب	چاہ مرغ خانہ	۴عصہ
۱۷	ر ر رحمت علی صاحب	بیرون دبیر پورہ	۴عصہ
۱۸	ر ر نواب میر ببر علی صاحب	اندرون دبیرپورہ	۴عصہ
۱۹	ر ر مرزا قاسم علی صاحب خلف ر ر میرزا حیدر علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۴عصہ
۲۰	ر ر غلام زین العابدین صاحب	کوچہ کمبل پوش	۴عصہ
۲۱	ر ر چاند میاں صاحب خلف ر ر میر داور علی صاحب متولی	درگاہ حضرت عباسؑ	۴عصہ
۲۲	ر ر مرزا محمد حسن صاحب	کھیت بال سٹی	۸/
۲۳	ر ر رضا حسین صاحب خلف ر ر شہسوار علی صاحب	ایضاً	۵/

۲۴	عالیجناب میر آصف علیخاں صاحب	۔ ۔	۔	۱۲ر		
	نذر قنادیل و نگل	عـسہ		نذر قنادیل عطیہ مومنین	ماریعہ ۱۷ر
			جملہ میزان (ماعہ)		

فہرست مصارف قنادیل و نگل ہر کونہ شریف

بابتہ سال ۱۳۵۸ھ

قنادیل پٹرومکس تین عدد فی معہ۔ لہ صہ
خوراک و کرایہ سواری ہمرشیہ خوانان و بازو داران ۔۔
جملہ قنادیل ۳ عدد فی عدد ۔ سے

باجہ نوازان ۳ یوم عہ
خریدی لنگر برائے حضرت عباس ایک عدد ۔
چھپوائی رقعہ مجلس برائے تقسیم مومنین ۔ ہے

تبرک مجلس پنجہ شاہ ولایت ۔۔
سہرے و نذر قنادیل وغیرہ ۔ ۔ سے
کرایہ تسکرام ہمراہی قنادیل دو منزل ۔ صہ

کرایہ گولہ برقی ۲ عدد ۔۔
قنادیل برداران صہ
متفرق معہ فاضل خرچ گزشتہ لہ عہ ۱۴ر

جملہ اخراجات ماعہ ۱۴ر
فاضل خرچ ۔۔ ۷ر

اسمائے مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف بہ سلامتی حضرت اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۹ھ میں مرحمت فرماتے ہیں حسب ذیل ہیں

از کورٹ آف وارڈز کار عالی بجناب اسٹیٹ نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور برائے اطعام مرثیہ خوانان (مالہ)

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ تقسیم حصہ قورمہ روٹی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان مسلسل	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان مسلسل	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	عہ	۷	عالیجناب مرزا واجد علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	۳عہ
۲	ر سید لایت حسین صاحب نقوی	کمان ایلچی بیگ	عہ/۸	۸	ر میر محمد ہادی خاں صاحب	کوچہ ایرانی	۳عہ
				۹	ر قاسم بیگم صاحبہ نبسی	جلوہ خانہ صمصام الملک مرحوم	۱عہ
۳	ر نواب بندہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	صہ		ر احمد علی صاحب مرحوم		
۴	ر مرزا غلام سید صاحب خلف عالیجناب مرزا غلام سجاد صاحب مرحوم	احاطہ نواب شوکت جنگ بہادر	عہ	۱۰	ر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بواہیر	۱عہ
				۱۱	ر متولی مکی نعل صاحب	کاروان	صہ
				۱۲	ر میر امانت علی صاحب	کوہ شریف	۳عہ
۵	عالیجناب میرزا [illegible] علی صاحب و سید نور الہدیٰ صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس	۔/۔		جملہ میزان	۱۲/ عہ ۵	
۶	ر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ				

نذر قناد بیل	مقام سکونت	اسمائے گرامی معطیان نذر قناد بیل	نشان سلسلہ	نذر قناد بیل	مقام سکونت	اسمائے گرامی معطیان نذر قناد بیل	نشان سلسلہ
۴عصہ	چاہ مرغ خانہ	عالیجناب حسن مرزا صاحب بتوسط عالیجناب مرزا مہدی بیگ صاحب	۱۱	۱۰ء	.	از محکمہ امور مذہبی سرکار عالی	۱
۴عصہ	کوچہ کمبل پوش	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف رر مرزا حیدر علی صاحب	۱۲	عصہ	بیرن یاقوت پورہ	عالیجناب نواب استو کنت جنگ بہادر	۲
۴عصہ	کھیت بال سٹی	رر حاجی جمال صاحب تاجر	۱۳	۴ہہ	.	از ڈیوڑھی عالیجناب نواب سالارجنگ بہادر	۳
۴عصہ	کوچہ ایرانی	رر مرزا علی جواد صاحب وکیل	۱۴	صہ	منڈی میر عالم	عالیجناب نواب سعادت علیخاں بہادر	۴
۴عصہ	اندرون [illegible]	رر نواب میر مہر علی صاحب	۱۵	عہ	منڈی میر عالم	رر والدہ نواب ہنرتاج جنگ مرحوم	۵
۴عصہ ۵	کوچہ [illegible]	رر والدہ عباس علی مرثیہ خوان	۱۶	عہ	منڈی میر عالم	رر نواب سید حمید علیخاں بہادر	۶
۸/	کھیت بال سٹی	رر مرزا محمد حسن صاحب	۱۷	عہ	حویلی قدیم	رر نواب سید صبابت علیخاں بہادر	۷
۵/	سرائے بوا ہیر	رر رضا علی صاحب و رر قاسم جی صاحب	۱۸	عہ	قریب بیگم بیٹھک	رر نواب میر سلیمان علیخاں بہادر ناظم دارالانشاء سرکار عالی	۸
۵/	کھیت بال سٹی	رر رضا حسین صاحب خلف رر شہسوار علی صاحب نقیب المومنین	۱۹	عہ	حیدرگوڑہ	عالیجناب نواب تراب علیخاں بہادر مہتمم کارخانہ جات علاقہ صرف خاص مبارک	۹
۵/	منڈی میر عالم	رر ایک مومنہ	۲۰	عہ	کاروان	عالیجناب نواب یوسف علیخاں بہادر خلف نواب تقی علیخاں بہادر	۱۰
۲۰/	رسالہ عبداللہ	رر ایک مومنہ	۲۱				

۲۲	بچت از رقم نواب احمد یار جنگ مرحوم ۸ر

خطبہ مومنین (ما ۱۶ر۱۰ر) — نذر دنگل (ع ۱۲ر) جملہ میزان (ما ۲ر۱۰ر)

فہرست مصارف قنادیل دنگل سہ ہر کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ

بابتہ سال ۱۳۵۹ھ

قنادیل ٹیلر مکس تین عدد۔ فی عدد (...)

لنتر برائے چھاہ حضرت عباسؑ ۸ر

چھپوائی رقعہ مجلس دنگل و اخبار ۔ ۸ر

کرایہ شکرام تین منزل ۱۴ر

خرچہ سواری و خوراک مرثیہ خوانان (...)

اجرت باجہ نوازان ۳ یوم ۔ ...

تبرک برائے مجلس پنجہ شاہ ...

کرایہ گولہ برقی ۲ عدد ۸ر

بنوائی چھاہ قنادیل ۳ عدد (...)

اجرت قنادیل برداران ہر سہ کوہ شریف ...

سہرے و نذر ۱۰ر

متفرق معہ ادائی گزشتہ خرچ ۱۱ر

جملہ اخراجات ما ۹ر — فاضل خرچ ۲ر۶ر

اسمائے مومنین جو سال ۱۳۶ھ میں نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ حضرت مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

از کور آف وارڈز سرکار عالی اسٹیٹ منجانب نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور برائے اطعام مرثیہ خوانان معمول لانہ بابتہ سال ۱۳۶ھ ایک سو روپیہ اور بقایا از سال ۱۳۶ھ تا ۱۳۵ھ جملہ پانچ سال پانچسو روپیہ

جملہ میزان وصول چھ سو روپیہ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۶ھ تقسیم حصہ نقور ماروتی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر۔

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب میر محمد ہادی خان صاحب	کوچہ ایرانی	۲عہ
۲	سید ولایت حسین صاحب نقوی	حیدر گوڑہ	عہ	۸	قاسم بیگم صاحبہ بی بی میر احمد علی صاحب مرحوم	جلوخانہ صمصام الملک مرحوم	عہ
۳	نواب شاہ علیخاں بہادر	لنگر حوض قریب	صہ	۹	متولی مکی نعل صاحب	کاروان	صہ
				۱۰	حاجی طیب علی صاحب	سرائے جواہر	عہ
۴	غلام حیدر صاحب	قلعہ احاطہ نواب شوکت جنگ بہادر	عہ				
۵	نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ		جملہ میزان	۱۲ر / ۵	
۶	میر داور علی صاحب و سید نور الہدیٰ صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس	ے				

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	مقام سکونت	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱	از محکمۂ امور مذہبی	.	۱۱ر	۱۳	عالیجناب ڈاکٹر سید مہدی حسین صاحب	بازار نور الامرا	عصہ۲
	سرکار عالی				آلم		
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	دعہ	۱۴	رر حسن احمد صاحب مرزا بتوسط	چاہ مرغ خانہ	عصہ۲
۳	رر نواب سعادت علیخان بہادر	منڈی میر عالم	صہ		رر مرزا مہدی بیگ صاحب.		
۴	رر نواب راحت علیخاں بہادر	ایضاً	صہ	۱۵	رر نواب باسط علی صاحب.	حویلی قدیم	عصہ۲
۵	از دیوڑھی نواب			۱۶	رر نواب میر یٰسین علیخان بہادر	کاچی گوڑہ	عصہ۲
	سالار جنگ بہادر	.	لعہ ۸/	۱۷	رر غلام سبطین صاحب عابدی	کٹلمنڈی	عصہ۲
۶	عالیجناب نواب باصفت	حویلی قدیم	عہ	۱۸	رر مرزا قاسم علی صاحب خلف	کوچۂ کمبل پوش	عصہ۲
	علیخاں بہادر خلف				رر مرزا حیدر علی صاحب		
	رر نواب سید علیخاں بہادر			۱۹	رر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	عصہ۲
۷	رر نواب حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ	۲۰	رر نواب میر مہر علی صاحب.	دبیر پورہ	عصہ۲
۸	رر نواب سلیمان علیخاں	قریب بیگم پیٹھ	عہ	۲۱	رر مرزا محمد حسن صاحب.	کھیت بال سٹی	۸/
	بہادر ناظم دار الانشاء			۲۲	رر سید رضا حسین صاحب خلف	ایضاً	۵/
	سرکار عالی				شہسوار علی صاحب نقیب المومنین		
۹	عالیجناب نواب یوسف علیخاں	کاروان	عہ	۲۳	والدۂ عباس علیخان مرثیہ خوان	کوچۂ مسجد عثمانیہ	۵/
	بہادر خلف نواب			۲۴	اقبال علی صاحب نبیرہ	جام باغ دار الشفاء	۴/
	تقی علیخاں بہادر مددگار				رر مولوی فضل حسین صاحب مرحوم		
۱۰	عالیجناب سید محمد علی موسوی	اٹی میٹھ	عہ	۲۵	رر گوری بی صاحبہ نبیرہ	قریب عبادت خانہ	۰۲/
۱۱	رر نواب سید تراب علیخاں بہادر	حیدر گوڑہ	عہ		رر وزیر علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم		
۱۲	رر محمد ایاض صاحب کمپوڈر	بازار نور الامرا	عصہ۲ ۹/	۲۶	بحیثیت رقم نواب احمد یار جنگ مرحوم	.	امحہ ۴/

نذر قنادیل دنگل ۔ ۱۲/ ۔ نذر قنادیل عطیہ مومنین ۔ ۶/۱۳/

جملہ میزان ۶/۹/

فہرست مصارف قنادیل ہر کوہ شریف سلامتی اقدس واعلی بابتہ سال ۱۳۶۰ھ

خریدی قنادیل پٹرومکس ۳ عدد فی عدد ۔ ہنوائی چھلہ آرائشی قنادیل ۳ عدد فی عدد ۱/۸/ ۔ اجرت باجہ نوازان ۳ یوم ۸/

قنادیل برداران ۔ لنتر برائے چھلہ حضرت عباسؑ بمقام کوہ امام ضامن ۸/ ۔ چھپوائی رقعہ مجلس و اخبار ۸/

تبرک مجلس پنجہ شاہ ولایت ۔ کرایہ شکرام و بنڈی ۵ منزل ۔ گول برتی تا کوہ شریف ۲ عدد ۸/

نذر و سہرے قنادیل ۔ روغن گیاس ۱/ ۔ انعام مالیان و باغ کوہ شریف ۔ متفرق ۲/۴/

ادائی فاضل خرچ سال گذشتہ ۲/۶/ ۔ جملہ اخراجات ۶/۱۴/ ۔ باقی سلک ۱۱/

۔۔۔۔۔۔ ✿ ۔۔۔۔۔۔

قطعات تاریخی طبع تذکرہ ذاکرین

از قاآنی دکن عالیجناب ڈاکٹر مولوی میر مہدی حسین صاحب رضوی مدظلہ المتخلص الم و علم

(۱)

جو کی ہے ابن یاور خاں نے تالیف — خدا شاہد وہ اچھا تذکرہ ہے

الم نے بہر کسب اجر دارین — لکھی تاریخ ۔ زیبا تذکرہ ہے ۱۳۶۰ھ

از عالیجناب مولوی میرزا علی جواد صاحب جواد وکیل تلمیذ حضرت ناجی مرحوم و مغفور

خوب مضموں ہاتھ ان کو بہر تصنیف آگیا — ابن یاور خاں پہ یہ اللہ کا افضال ہے

تذکرہ کیا خوب لکھا ذاکروں کا واہ واہ — ذکر ماضی وجہ استحکام استقبال ہے

مصرع تاریخ طبع تذکرہ لکھو جواد — ذاکرین حیدرآباد دکن کا حال ہے ۱۳۶۰ھ

سال فصلی بھی جو کہنا چاہتے ہو تو کہو — ذاکران حیدرآباد دکن کا حال ہے ۱۳۵۱ف

از جناب مولوی میر قاسم علی صاحب جعفری منصبدار

خواہش تھی کمال جن کے چھپوانے کی — وہ تذکرہ جات ذاکرین طبع ہوئے

اے جعفری عیسوی کہو طبع کا سال — حالاتِ حیاتِ ذاکرین طبع ہوئے
۱۹۴۲

از جناب مولوی حکیم میر نادر علی صاحب رعدؔ منصبدار

ذاکر محمد علی خاں سے یادگار — اقوال ذاکرین ہے یہ مسموع اہل علم
اس تذکرہ کی رعدؔ ہے تاریخ حسب حال — احوالِ ذاکرین ہے یہ مطبوع اہل علم
۱۳۶۰ھ

از جناب مولوی مرزا حشمت علی صاحب افسرؔ استاد الخطاطین قادر رقم

مرثیہ خوانان دکن کا کوئی — تذکرہ نیک مرتب نہ تھا
اس کو محمد علی صاحب نے اب — جمع کیا اور چھپا بھی دیا
چشمِ کرم اور عنایت رہے — پنجتنؑ پاک کی ان پر سدا
طبع کا افسرؔ نے کہا خوب سال — آج چھپا تذکرہ بے بہا
۱۳۶۰ھ

از جناب مولوی سید افضال حسین صاحب افضالؔ

یہہ حال ذاکرین سابق و حال — کیا تالیف بہتر باصرہ کہہ
جو پوچھا سال طبع میں نے افضالؔ — کہا دل نے کہ۔ اچھا تذکرہ کہہ

از جناب مولوی مرزا دلاور علی صاحب جادوؔ منشی محکمۂ نظامت جمعیت صرف خاص مبارک ۱۳۶۰ھ

تذکرۂ ذاکرین آپ کا لکھا ہوا — قابل تحسین ہے اور ہے بہت لاجواب

کہتہ یا جادو نے خوب اسکی طباعت کا سال
لکھی محمد علی آپنے بہتر کتاب
۱۳ھ۶۰

از جناب مولوی حفیظ الدین حسین صاحب آباد

تذکرہ ذاکرین کا جو چھپا
آج پوری ہوی مراد دلی
سال تاریخ کہدو اے آباد
واہ راہ نجات خوب ملی
۱۳ھ۶۰

قطعات تاریخی بہ لحاظ انتساب تذکرۂ ذاکرین

از عالیجناب مولوی میر محمد حسین خاں صاحب فاضل مدظلہ مہتمم مبارک منیر خانہ

خان نکو شعار محمد علی نے واہ
ایسی لکھی کتاب کہ ہیں دنگ ناظرین
سارے دکن کے مرثیہ خوانوں کا حال ہے
زحمت براں کی کیوں نہ کرے سب آفرین
فاضل ہے سال طبع کی اب فکر کیا ضرور
کہتی ہے خلق مصدر احوال ذاکرین
۱۳ھ۶۱

از جناب مولوی حکیم میر نادر علی صاحب رعد منصبدار

ذاکروں کا تذکرہ مقبول ہے
مومنوں کو اس سے حاصل ہو سبق
رعد ہے اس تذکرہ کا سال طبع
یادگار ذاکرین اہل حق۔
۱۳ھ۶۱